رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

ہفتہ وار اخبار

الحکم

سیرت مسیح موعودؑ نمبر

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

(مصوّر)

قادیان

دور جدید

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی
بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چندہ سالانہ
حکومت اور والیانِ ریاست سے .... ما
امراء ورؤسا سے ..... ےہ
معاونین سے ..... ےہ
عوام سے ...... صہ
ممالک غیر سے ٦/١٢

مدینۃ المسیح

قادیان دار الامان سے
ہر ماہ عیسوی کی
۷-۱۴-۲۱-۲۸
تاریخ کو خدا کے فضل سے
شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ
۴ر

مدیر اعلیٰ:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی ✕ مدیر مسئول:- شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۲ | ۱۸۔ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۷ جون ۱۹۳۹ء بروز بدھوار | نمبر ۱۵ تا ۱۸

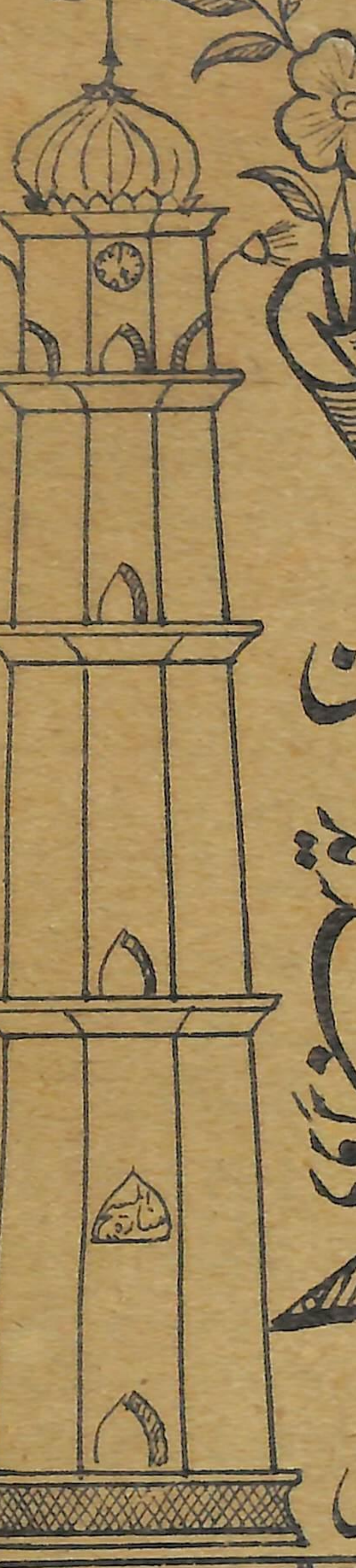

بھرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا مقام ← آپ کی زبان قلم سے

(۱)

(ا) مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں۔ وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدّارانہ زندگی چھوڑنے کیلئے مجھ سے بیعت کریں۔

پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں اُنہیں لازم ہے۔ کہ میری طرف آویں۔ کہ میں ان کا غمخوار ہونگا۔ اور ان کا بار ہلکا کرنے کیلئے کوشش کرونگا۔ خدا تعالےٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کیلئے برکت دیگا۔ بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کیلئے بدل وجان طیار ہونگے۔ یہ ربّانی حکم ہے۔ جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے۔

اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ۔ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔

(یکم دسمبر ۱۸۸۸ء سبز اشتہار صفحہ ۲۴)

(۲)

(ب) اس نے اس سلسلہ کے قائم کرنیکے وقت مجھے فرمایا۔ کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے۔ تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی طیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا۔ وہ غرق ہونے سے نجات پائیگا۔ اور جو انکار میں رہیگا۔ اس کیلئے موت درپیش ہے۔

اور فرمایا۔ کہ

جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیگا۔ اس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ میں دیا۔

(فتح اسلام صفحہ ۴۲-۳۹ مطبوعہ بار اول دسمبر وجنوری سنہ ۹۱-۱۸۹۰ء)

(۳)

حضرت عالی سیدنا و مولانا صلّی اللہ علیہ وسلم بطور پیشگوئی فرما چکے ہیں۔ کہ اس امت پر ایک زمانہ آنے والا ہے۔ جس میں وہ یہودیوں سے سخت درجہ کی مشابہت پیدا کریگی تب فارس کی اصل میں سے ایک ایمان کی تعلیم دینے والا پیدا ہوگا۔ اگر ایمان ثریا میں معلّق ہوتا تو وہ اُسے اس جگہ بھی پالیتا۔

یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ جس کی حقیقت الہام الٰہی نے اس عاجز پر کھول دی۔ اور تصریح سے اس کی کیفیت ظاہر کردی۔ اور مجھ پر خدا تعالےٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ سے کھولدیا۔ کہ حضرت مسیح ابن مریم بھی درحقیقت ایک ایمان کی تعلیم دینے والا تھا جو حضرت موسٰی سے چودہ سو برس بعد پیدا ہوا۔

پس جبکہ اس امت کو بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عہد پر چودہ سو برس کے قریب مدت گذری۔ تو وہی آفات ان میں بھی بکثرت پیدا ہو گئیں، جو یہودیوں میں پیدا ہوئی تھیں۔ تا وہ پیشگوئی پوری ہو، جو ان کے حق میں کی گئی تھی۔ پس خدا تعالیٰ نے ان کے لئے بھی ایک ایمان کی تعلیم دینے والا مثیل مسیح اپنی قدرت کاملہ سے بھیجدیا۔ (فتح اسلام صفحہ ۱۲-۱۵ حاشیہ)

(۴)

مجھے خدا کی پاک اور مطہّر وحی سے اطلاع دیگئی ہے۔ کہ میں اسکی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حَکَم ہوں۔

(اربعین نمبر اول صفحہ ۳ مورخہ ۲۳۔ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء)

کلمات المحرّر

۱- اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ میں اس خاص نمبر کی اشاعت کے قابل ہوسکا۔ یہ نمبر میری امید اور طاقت سے بڑھکر شائع ہُوا ہے۔ جن حالات میں سے مجھے گذرنا پڑا۔ ان حالات کے لحاظ سے مجھے توقع نہ تھی۔ کہ میں کوئی پرچہ شائع کرنے کے قابل ہوسکونگا۔ سب سے بڑی دقت اور روک میری صحت کی تھی۔ میری صحت ایسی ہورہی ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی کام کے قابل نہیں پاتا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے توفیق دی۔ کہ ان حالات میں بھی اس خدمت کو سرانجام دے سکوں۔

۲- پھر دوسری دقت مالی مشکلات کی تھی۔ اس سلسلہ میں میں نے جس جس دوست کو توجہ دلائی۔ سب نے خاموشی ظاہر کی۔ اور انکی خاموشی میری اس بیماری میں میرے لئے نہ صرف ہمت شکن تھی۔ بلکہ بعض حالات میں میرے قلب پر اختلاجی کیفیت پیدا کر دیتی تھی۔ روپیہ کے معاملہ میں حضرت سیٹھ عبد اللہ بھائی الہ دین صاحب سابق بالخیرات نے کچھ میری مدد فرمائی۔ پھر عزیز مکرم شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی نے دس روپے سے مدد کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

ان کے سوا اہلیہ صاحبہ شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی نے ایسے وقت میں جبکہ کام بالکل بند ہوگیا اور روپیہ ملنے کی قطعًا کوئی امید نہ رہی، میری مدد قرضہ حسنہ کی ایک معقول رقم سے کی۔ جزاھا اللہ احسن الجزاء۔

اس رقم کے ملنے سے میں اس قابل ہوگیا۔ کہ میں یہ نمبر آپ کی خدمت میں پیش کرسکوں۔

۳- پہلے یہ نمبر صرف ۴۰ صفحے کا نکالنے کا خیال تھا۔ اور اسی کا اعلان ہُوا۔ مگر بعد میں مضامین کی کثرت کی وجہ سے مزید چار صفحے لگا دئے گئے ــــ اسی طرح اس اخبار کو مصوّر کرنے کا پہلے خفیف سا خیال تھا۔ مگر بعد میں اس خیال کو تقویت حاصل ہوگئی۔ اور میں نے **ایک درجن تصاویر** کے ساتھ اس پرچے کو مصوّر کر دیا۔

پرچے کو مصوّر کرنے پر بھی ایک معقول رقم صرف ہوتی۔ مگر جس طرح ہمارے سلسلہ کی تاریخ میں الحکم پہلا اخبار ہے۔ اسی طرح الحکم کا یہ پرچہ بھی اپنی شان کے لحاظ سے پہلا پرچہ ہے جو مصوّر ہے

بہرحال اللہ تعالےٰ نے مجھ **کمزور۔ بیمار اور مالی اسباب** سے تہی انسان کو اس قابل کردیا۔ کہ میں اس پرچہ کو احباب کے ہاتھ میں پہنچا سکوں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

۴- اخیر میں میں ان احباب کا جنھوں نے الحکم کے لئے میری درخواست پر مضامین لکھے یا کسی نہ کسی رنگ میں میری مدد فرمائی۔ ان سب کا شکرگذار ہوں۔ اور انکے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان سب پر اپنی برکات نازل فرمائے۔ اور اپنے فضلوں سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

سلور جوبلی نمبر

اس نمبر کے ساتھ ہی میں الحکم کے ایک اور خاص نمبر کا اعلان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جو الحکم کا سلور جوبلی نمبر ہوگا۔ اور کم از کم ۱۰۰ صفحے کا ہوگا۔ اور خلافت ثانیہ کے زمانے کی بہت سی تصاویر بھی اس میں شائع کی جائیں گی۔ اگرچہ میں اس وقت تک اسباب سے عاری ہوں۔ مگر خدا کے فضل پر بھروسہ کرکے یقین رکھتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے اس نمبر کے شائع کرنے میں کامیاب کر دیگا۔

سلور جوبلی نمبر انشاء اللہ تعالےٰ دسمبر کے پہلے ہفتہ میں ہی شائع ہوسکیگا۔ تفصیلات بعد میں شائع ہوسکینگی ؛؛

بعض مُبارکبادیں

۱- عزیز مکرم شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی ہیڈ کاٹن کلرک وارنگل جو میرے چوتھے بھائی ہیں، کو خدا تعالیٰ نے ۶ مئی ۳۹ء بروز ہفتہ رات کے ۳ بجے پہلی بچی عطاء فرمائی ــــ بچی کا نام اس کے دادا جان یعنی حضرت **عرفانی کبیر** نے نعیمہ سلطانہ تجویز فرمایا۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ نعیمہ سلطانہ کی عمر دراز فرمائے۔ اور اُسے مریمی صفات سے متصف فرمائے۔ والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو ؛؛

۲- گذشتہ سال ۶ اکتوبر ۳۸ء بروز جمعہ ۲ بجے شب جبکہ میں بغرض علاج سکندرآباد میں مقیم تھا۔ اللہ تعالےٰ نے میرے ہاں بھی ایک بچی دی تھی۔ جس کا نام بھی انکے دادا جان نے زکیہ سلطانہ رکھا تھا۔ چونکہ اس بچی کی تاریخ ولادت کو شائع نہیں کیا جاسکا۔ اس لئے نعیمہ کی ولادت کی مناسبت سے میں زکیہ کی تاریخ ولادت کو شائع کر کے اس کیلئے بھی احباب سے درخواست دعا کرتا ہوں۔

مولود مسعود

۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ ہجری المقدس بروز دوشنبہ مطابق یکم مئی ۱۹۳۹ء اللہ تعالےٰ نے سلسلہ کے ایک مخلص جان نثار محترم مرزا برکت علی صاحب آف خانقین عراق کو ایک اور بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ سیّدنا امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مولود مسعود کا نام

الطاف احمد

تجویز فرمایا۔ اللہ تعالےٰ مولود کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور خاندان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ مولود حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی کا نواسہ ہے انکو بھی مبارک فرمائے ؛؛

شادی

محترمی جناب قاضی اکمل صاحب کے فرزند ارجمند مسٹر جنید ہاشمی صاحب بی۔ اے کی شادی جناب قاری غلام محمد صاحب پنشنر سب انسپکٹر پولیس کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس تقریب پر ہم جناب قاضی صاحب اور انکے خاندان کے تمام افراد اور اسی طرح قاری صاحب کے تمام خاندان کو مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کیلئے مبارک کرے۔

بعض تعزیتیں

گذشتہ عرصہ میں چند ایسی وفاتیں ہوئیں جن کا بہت ہی صدمہ ہے۔

۱- ملک غلام فرید صاحب ایم اے وائس پریذیڈنٹ آل انڈیا نیشنل لیگ کے والد بزرگوار کا حرکت قلب کے بند ہونے سے انتقال ہوگیا۔

۲- ڈاکٹر محمد شفیع صاحب اور ڈاکٹر احسان صاحب کے والد بزرگوار بوجہ ناسازی طبیعت قادیان آتے ہوئے راستہ میں ہی فوت ہوگئے۔

۳- جناب میرزا عبد الغنی صاحب معاون ناظر دعوۃ و تبلیغ کے والد بزرگوار بھی قادیان میں فوت ہوگئے۔

۴- محترم قاضی رشید احمد صاحب ارشد کلرک نظارت دعوۃ و تبلیغ کا پیارا بچہ بعارضہ ٹائیفائیڈ دس پندرہ روز بیمار رہ کر فوت ہوگیا

۵- حکیم عبد الصمد صاحب مہاجر کی اہلیہ صاحبہ بھی کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوگئیں۔

۶- ملک عبد الرحیم صاحب مہاجر کا نوجوان بچہ بعارضہ دق فوت ہوگیا۔

۷- چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کاٹھ گڑھی کی والدہ صاحبہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوگئیں۔

اللہ تعالیٰ سبکی مغفرت فرمائے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل دے الحکم ان سب احباب کے ساتھ انکے غم و رنج میں شریک ہے ؛؛

بعض ضروری کُتب پر ریویو

مُسلم نوجوانوں کے کارنامے

میرے محترم شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر نے ایک نہایت مفید کتاب "مُسلم نوجوانوں کے کارنامے" کے عنوان سے شائع کی ہے اس کتاب پر حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے نہایت قیمتی ریویو لکھا ہے اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ایک مجلس میں اظہار خوشنودی فرمایا۔ اس کے بعد اس کتاب پر کسی ریویو کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ تاہم میں اس قدر کہونگا۔ کہ یہ کتاب اس زمانے کی شدید ترین ضرورت کے مطابق لکھی گئی ہے۔ نوجوانوں میں **جذبہ ایثار۔ دینداری محبت اسلام۔ قربانی** وغیرہ نہایت پاکیزہ صفات پیدا کرنے کیلئے بہترین کتاب ہے ؛؛

یہ کتاب ہر مسلم اور ہر احمدی نوجوان کے ہاتھ میں ہونی ضروری ہے ؛؛

ملنے کا پتہ

مولوی ظہور الحسن صاحب مولوی فاضل قادیان سے طلب کریں۔

نشان آسمانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ہے۔
مولوی ابوالفضل صاحب نے چھپوائی ہے۔
دس روپے کی سو کاپی
ملنے کا پتہ:- مولوی ابوالفضل محمود قادیان

واجبی نرخوں پر عمدہ کتابت کرانے کا پتہ:- قاضی نور محمد خوشنویس کاتب الحکم والمبشر۔ محلہ دار الفضل قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو النّاصر

ایک مقدس خدانما وجود

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

من از یارآمدم تا خلق را ایں ماہ بنمایم ※ گر امروزم نمے بینی بہ بینی روزِ حسرت را
(المسیح الموعودؑ)

از قلم حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سابق ہریشچندر موہیال

ایک زمانہ میں **جبکہ** سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت کشتی جماعت کی تاسیس اور تیاری میں مشغول تھے۔ اور **جبکہ** حضور آیات و بیّنات کے ذریعے مختلف قسم کے اسباق سے اس کی تعلیم و تربیت میں مصروف، علم و حکمت کے خزانوں کے مُنہ کھولے، ایمانوں میں مضبوطی اور اعمال میں صلاحیت کے سامان پیدا کر رہے تھے۔ پاک توجہات، قدسی انفاس اور خدا نما صحبتوں کے فیض سے اس کا تزکیہ فرما کر آنے والے طوفانوں کے مقابلہ اور خدمت اسلام کے لئے جماعت کو تیار فرما رہے تھے۔

جبکہ انذار و تبشیر کا سلسلہ خدائے ذوالجلال کے **علم و اقتدار** کے اظہار سے زندہ ایمان، تازہ عرفان اور حق الیقین کی نعماء اور سکینت و اطمینان کے خزانے لُٹا رہا تھا۔ **جبکہ** جماعت طرح طرح کے امتحان اور ابتلاؤں میں سے گذر کر **کُندن** ہو رہی تھی۔ **جبکہ** کھرے اور کھوٹے۔ پکّے اور کچّے۔ قوی الایمان اور ضعیف الاعتقاد۔ چُست و سُست اور ہوشیار و غافل میں امتیاز ہو رہا تھا۔ جبکہ عبداللہ آتھم کا رجوع اور توبہ ایمان و اعتقاد کی کسوٹی اور معیار بنا۔ جبکہ اس کا اخفائے حق اور کتمان شہادت کبھی سانپ بنکر اس پر دوڑا۔ تو کبھی مسلّح ڈاکوؤں کی شکل میں اس پر ظاہر ہُوا۔ اور آخر ایک بھیانک اور مایوسی و نامرادی کی موت کی صورت میں اس پر مسلّط ہو گیا۔

جبکہ پنڈت لیکھرام کا مُنہ مانگا نشان کفر و اسلام میں ایک مسلّمہ اور قطعی بُرہان کی شبیہ میں نمایاں و عیاں ہُوا۔ یہ سبھی کچھ عشّاق کے صدق و وفا کو ناپنے اور بیرونی لوگوں کے فریب و دغا کو تولنے کا پیمانہ تھے ؎

عشق از اوّل سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

یہ واقعات آج سے بینتالیس برس قبل یعنی $\frac{۹۵}{۹۷}$ء سے تعلق رکھتے ہیں۔

عید سے دوسرا روز۔ ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء۔ ہفتہ کا دن۔ ہندوستان کے دو بڑے مذاہب، اسلام اور ہندو ازم کی رُوحانی کشتی اور دنگل کے نتیجہ کا دن تھا۔ جس کا گرماگرم چرچا، چلتا پھرتا شہرہ متواتر پانچ برس سے ملک بھر میں ہوتا چلا آ رہا تھا۔ **آج** کے دن ایک کی صداقت اور دوسرے کے بُطلان پر مُہرِ تصدیق ثبت کر گیا۔ اسی لئے یہ دن اسلام کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جاتا رہے گا۔

پنڈت لیکھرام قضاء الٰہی کے ماتحت عین پیشگوئی کے مطابق میعاد کے اندر اس دنیا سے موعودہ مشتہر طریق سے کوچ کر گئے۔ اور چونکہ یہ واقعہ براہ راست اسلام کی **فتح** اور ہندو دھرم کی مغلوبیت کی تصویر پیش کرتا تھا۔ اس لئے تمام ہندو قوم نے متفقہ و متحدہ کوشش کے ذریعہ خدا کے اس زندہ نشان پر پردہ ڈالنے کی سعی ناکام کی۔

طرح طرح کے الزام و بہتان تراشے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں جلسے کئے لیکچرز دئے۔ مظالم کی جھوٹی داستانیں گھڑیں، جھوٹے افسانے بنائے۔ اخبارات میں شور مچایا۔ گورنمنٹ پر دباؤ ڈالا۔ اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے خدام کی خانہ تلاشیاں کرائیں۔ اور ایسا شور بے تمیزی بپا کیا کہ

الامان الحفیظ

ہر جگہ احمدیوں کی جان کے لالے پڑ گئے۔ زمین ان پر تنگ کی گئی۔ مگر جب ان کوششوں میں ناکام رہے۔ کسی سازش کا پتہ چلانہ منصوبے کا۔ تو جھنجلا کر اوچھے اور کمینے ہتھیاروں پر اُتر آئے۔ سیدنا حضرت اقدس کو قتل کی دھمکیوں کے گمنام خطوط لکھے۔ گالی گلوچ اور گند و الزام سے بھرے پلندے بھیجے۔ اشتہارات چھاپے۔ مضامین لکھے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچا دی۔ اتنا بڑا بول بولدیا کہ

بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔

عام مسلمانوں پر بھی دھاوا بول دیا۔ ہر جگہ مسلمان کو ظلم و تعدی کا نشانہ بنایا گیا۔ قتل و غارت اور فتنہ و فساد کی آگ ہر حصۂ ملک میں مشتعل کی گئی۔ زہر آلود مٹھائیاں معصوم بچوں، مسافروں اور راہ گیر لوگوں میں بانٹی گئیں۔ جس سے بیسیوں جانیں تلف ہوئیں۔ سرکاری اداروں تک میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات اور سکولوں میں طلباء کا قافیہ تنگ کیا گیا۔ امتحانات میں ان سے فرضی مظالم کا بدلہ لیا گیا۔ الغرض ملک میں ہیجان و اضطراب اور وحشت و درندگی کا دور دورہ ہوگیا۔ ناکردہ گناہ لوگوں کو تختۂ مشق ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔

آریہ ہندوؤں نے یہ کچھ کیا۔ تو عیسائیوں نے آتھم کا بدلہ لینے کے بہانہ سے حضور پُر نور پر اقدام قتل کا جھوٹا مقدمہ داغ دیا۔ جس کو احمدی تاریخ میں مقدمۂ مارٹن کلارک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں

الکفر ملۃ واحدہ

ہندو، عیسائی اور نام کے مسلمان مل بیٹھے۔ ایک ہی کمان سے خدا کے معصوم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بے تحاشا تیر برسانے لگے۔ ساری کوشش کی درہمے، قدمے اور سخنے۔ پورا زور لگایا۔ کہ تا مسیح موسوی کی طرح حضور علیہ السلام کو بھی صلیب پر کھچوا دیں۔ چنانچہ انہی حالات کا نقشہ حضور نے کھینچا اور فرمایا ؎

پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمدؐ جس پہ میرا سب مدار

جن واقعات و حالات کی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ بہت طویل اور تفصیل طلب ہیں۔ ان کا بیان اسوقت میرے مد نظر نہیں۔ اس صحبت میں جو کچھ میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ

اس پُر آشوب اور فتن زمانہ سے قبل یعنی پنڈت لیکھرام کے واقعہ قتل سے پہلے قادیان میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ...

پر کسی پہرہ، نگرانی کا انتظام نہ ہوا کرتا تھا۔ ان افواہوں اور بد خبروں کے باعث جو مختلف ذرائع و وسائل سے تواتر کے ساتھ ہندوؤں خصوصاً آریوں کی سازشوں اور منصوبوں سے متعلق ملتی رہیں، ہم لوگ بطور خود ہی چوکس و ہشیار ہو کر حضور کے مسجد میں تشریف لانے یا سیر وغیرہ کے لئے نکلنے کے اوقات میں زیادہ محتاط رہنے لگے۔ اور ایک قسم کے پہرہ کا سلسلہ جاری کر لیا گیا۔ ہوتے ہوتے ایسی خبریں زیادہ تیز اور گرم ہوتی گئیں۔ ملک کے طول و عرض کے حالات کی تفاصیل، خطوط اور اخبارات کے ذریعہ معلوم ہونے لگیں۔ اور ساتھ ہی قادیان میں اجنبی، مشکوک اور آوارہ لوگوں کی آمد کا سلسلہ بڑھتا نظر آنے لگا حتیٰ کہ بعض مقامی اشرار کی ٹیڑھی ترچھی آنکھیں ان کے بد ارادوں اور منصوبوں کی تصدیق کرنے لگیں۔ دوسری طرف **اچانک** ایک روز کپتان پولیس نے بھاری جمعیت کنسٹبلوں کے ساتھ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات پر گھیرا ڈال کر ناکہ بندی کر لی کسی کو باہر جانے کی اجازت تھی نہ اندر آنے کی بہت دیر تک ہندو ساتھ ہو کر تلاشی کراتے، خطوط اور مضامین پڑھتے رہے۔ اس موقعہ پر حضرت اقدس نے جس خندہ پیشانی اور فراخدلی سے پولیس کو اسکے کام میں خود مدد دی۔ اور جس طرح اخلاق فاضلہ کا اسوۂ حسنہ دکھایا۔ وہ بھی ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔

غرض تلاشی کرائی اور ان لوگوں نے کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ اور نہ صرف مخالفانہ بلکہ معاندانہ و جانبدارانہ طریق سے ناخنوں تک کا زور لگا دیا۔ مگر سوائے حرمان و حسرت اور مایوسی و ناکامی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔

انہی گڑبڑ اور اضطراب و ہیجان کے دنوں میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ شام کی نماز سے فراغت کے بعد جو گرمی کی وجہ سے بالائی حصہ مسجد میں ہوا کرتی تھی پچھلی ایک دو صفوں کے نمازیوں میں بے چینی و خلجان کے آثار پائے گئے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سُنن سے فارغ ہو کر شہ نشین پر رونق افروز ہوئے۔ دائیں بائیں اور سامنے حضور کے کبار صحابہ اور خدام حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ تو وہ معاملہ حضرت کے حضور پہنچا۔ بعض دوستوں نے بیان کیا۔ کہ کسی نے پیچھے سے ان پر حملہ کیا۔ اور تھپڑ یا مُکہ مار کر بھاگ گیا۔ اور کہ اُس کے بھاگ کر سیڑھیوں سے اتر جانیکی آواز بھی ہم نے سُنی تھی ——— وغیرہ۔

آثار خطرہ کے موجود تھے۔ وجوہ اس واقعہ کی پیٹھ پر تھے۔ حالات اس خبر کی صداقت پر باور کرنیکے لئے کافی سے زیادہ پہلے ہی جمع ہو چکے تھے۔ طبائع میں تشویش موجود تھی۔ اس واقعہ نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اور مشفقہ طور پر خدام و صحابہ نے حضرت کے حضور اس معاملہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے احتیاطی تدابیر کے لئے درخواست کی۔

انبیاء اور خدا کے رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام جو اس دنیا کو عالم اسباب سمجھتے اور ...

ھٰذا باطلاً۔ کے پُر معرفت قول کے قائل اول ہوتے ہیں۔ گو اسباب کو خدا کی مفید اور کار آمد مخلوق سمجھ کر انکو موقعہ و محل کی مناسبت سے جمع بھی کرتے ہیں۔ مگر حقیقتاً ان کا توکل اور بھروسہ صرف اور صرف خدا پر ہوتا ہے۔ تائید و نصرت اور فتح و ظفر کے کھلے وعدوں کی موجودگی میں وہ اس طرح دعائیں کرتے اور گڑگڑاتے ہیں۔ کہ دیکھنے سننے والے ان وعدوں کے متعلق شبہات میں پڑ کر سوال کرنے لگتے ہیں۔ ان صالحین و صادقین و اتقیاء کے ساتھ حفاظت و سلامتی کے خدائی وعدے ہوتے ہیں۔ مگر وہ ظاہری سامانوں سے بھی بے پرواہی نہیں کرتے۔ کیونکہ خدا کی صفات و اسماء کا علم سب سے زیادہ انہی کو دیا جاتا ہے۔ وہ خدا کے غناء ذاتی سے ڈرتے اور عباد شکور ہوتے ہیں۔

حضور پُر نور نے دوستوں کی درخواست کو منظور فرماتے ہوئے اسی موضوع پر ایک مختصر مگر روح پرور تقریر فرمائی۔ اور حکم دیا کہ **بہتر ہے احتیاطاً پہرہ کا انتظام کر لیا جائے۔**

غرض یہ ہے قادیان میں پہرہ کی تاریخ اور یہ ہیں اس کے اجراء کے وجوہ جس کی ابتداء یوں ہوئی کہ پہرہ کی منظوری دینے کے بعد خود ہی حضرت نے فرمایا

جو لوگ اس خدمت کے لئے تیار ہوں۔
آگے آجائیں (یا کھڑے ہو جائیں)

ان دونوں میں سے کوئی الفاظ تھے۔ کئی مخلص سعید اور خوش بخت نوجوان آگے بڑھے، کھڑے ہوئے۔ ہر ایک نے اخلاص سے اپنے آپکو پیش کیا۔ محبت اور جوش عقیدت سے اس خدمت کا بار اپنے اوپر لیا۔ کئی قبول ہوئے۔ بعض معذور سمجھے جا کر مستحق ثواب مگر پہرہ معاف قرار پائے۔ ہدایات ملیں اور نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ اور دُعا نصیب ہوئی۔ زہے نصیب۔ خوشا وقتے و خرم روزگارے۔

الحمد للہ الحمد للہ ثم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی الانبیاء والمرسلین۔ میں بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے ان خوش قسمت قبول ہونیوالوں میں سے ایک تھا۔ جن کو خدا کے موعود نبی مسیح الخلق جری اللہ فی حلل الانبیاء نے نظر شفقت اور محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور قبول فرمایا۔ یہ کہنا کہ پہلے میں بڑھا یا دوسرا کوئی مجھ سے پیچھے اُٹھا، خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ یہ باتیں خدا کے فضل پر موقوف ہیں۔ جو دلوں کو جھانکتا اور انسانی قلوب کے نہاں در نہاں حالات کو جانتا ہے۔ اور اسی کا فیصلہ سچا اور حقیقی ہوتا ہے۔ کئی چھوٹے بڑے کر دئے جاتے ہیں اور کئی بڑے چھوٹے ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی ظلم ہوا۔ اس کے سارے کام حق و حکمت پر مبنی اور سارے فیصلے صحیح علم اور میزان حق سے ناپ تول کر کئے جاتے ہیں۔ جنکا مدار سراسر فضل الٰہی پر ہوتا ہے

وہاں کوئی شیخی کام آسکتی ہے نہ زبانی جمع خرچ۔ دنیا جانتی ہے، بھولی ہے نہ کبھی بھول سکتی ہے کہ اس حقیقت کو کہ جس پتھر کو ردی اور ناکارہ سمجھ کر معماروں نے پھینکدیا۔ آخر وہی خدا کا مقبول اور **کونے کا پتھر** بنا۔

بس یہ مقام خوف ہے جس کے ...

چھوڑتا اور خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ کیونکہ تقدم تأخر حقیقی وہی ہے جس پر خدا کی مہرِ تصدیق ثبت ہو جس کے ہاتھ میں مدارج و مراتب کا فیصلہ ہے۔ اور عملِ عامل کی حقیقت و نیت سے واقف و آگاہ ہے کسی نعمت کے ملنے اور خدمت کی توفیق ہونے کی سعادت پا کر خدا کے حضور جھکنا اور سجدات شکر بجا لانا چاہیئے۔ کیونکہ موافقہ کا میسر آنا اور کسی خدمت کی توفیق کا ملنا بھی سراسر فضل و احسان ہوتا ہے قل لا تمنوا علیّ اسلامکم بل اللہ یمُنّ علیکم ان ھداکم للایمان۔

اس پہرہ کا انتظام و نگرانی حضور پُر نور نے مجھ ناکارہ غلام کے ذمے لگائی۔ جس کا مقصد و مطلب میں اپنی طبیعت کی افتاد اور عقلِ ناقص کی وجہ سے یہ سمجھا۔ کہ گویا یہ سارا کام تنہا مجھی کو کرنا ہوگا۔ اگرچہ بعض احباب نے پورے اخلاص، شوق اور محبت و عقیدت سے اس کام میں میرا ہاتھ بٹایا۔ اور مدتوں میرے ساتھ مل کر اس خدمت کو بجالاتے رہے اور پھر ہم سب نے ملکر کیا جو کچھ کہ ہم لوگ کر سکے۔ غرض اس دن سے ہمارا یہ پہرہ کا کام ایک نظام اور باقاعدگی کے نیچے آ کر خوش اسلوبی سے چلنے لگا۔

اس پہرہ کی ابتدائی وجہ کے بیان میں جس واقعہ کا ذکر میں نے کیا ہے۔ اسکی حقیقت کیا تھی؟ یہ امر چند روز بعد کھلا۔ جبکہ ایک شام کے دربار کے موقعہ پر ایک نامعقول اُلّو بچے یعنی چُغد نے جسے پنجابی میں چر بل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر کے جھپٹ ماری اور صاحب ممدوح کی کلاہ نیچے مرزا نظام الدین صاحب کے مکان موجودہ دفتر نظارت بیت المال کی چھت پر گرا دی۔ مرزا نظام الدین صاحب کے دیوان خانہ کے بڑے دروازہ کے باہر ایک بڑ کا پیڑ اور چھوٹے صحن کے انتہائی پچھلی طرف شمال مغربی کونہ میں ایک ببول کا درخت ہوا کرتا تھا۔ مرزا نظام الدین صاحب کے مکانات کی بعض سوراخوں میں دن بھر چھپے رہنے کے بعد یہ اُلّو بچے ان درختوں کے گویا مالک و منتظم ہوا کرتے اور ان کے شکار کیلئے یہ درخت مورچہ و کمین گاہ کا کام دیا کرتے تھے۔ اس واقعہ اور اسکی کیفیت و اثر نے بزرگوں کے ذہن و خیال کا انتقال پہلے واقعہ کی اصلیت و حقیقت کیطرف پھیر دیا جس کو ہمارے کسی مظلوم دوست کے تخیل نے "پر کی ڈار" بنا کر حالات کی وجہ سے اتنا بڑھا دیا تھا جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ایک کام کرانا اور لینا تھا جس کے لئے وہ معاملہ ایک وجہ بن گیا۔ ورنہ اسکی حقیقت بھی ایک چُغد یا اُلّو بچے کے حملہ سے زیادہ نہ تھی۔۔۔

مصلحت الٰہی کہ اس زمانہ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات بالکل کھلے اور غیر محفوظ ہوتے تھے۔ مغربی حصہ مکان کی ۵۵ فٹ پرانی کچی دیوار بیت الفکر سے ملحقہ شمالی دالان کے آخری شمالی حصہ سے لیکر خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر کے مکانات کی حد تک پختہ کرنے کی غرض سے گرائی جا چکی تھی۔ اور وہاں دیوار کی بجائے صرف کپڑے کی چادروں کا پردہ ہوا کرتا تھا۔ اینٹیں چونکہ اس زمانہ میں بٹالہ کے پڑاووں سے گدھوں پر آیا کرتی تھیں۔ اور مسافر [illegible] قادیان میں نام ہی کو ملا کرتے تھے۔ اس وجہ سے پردہ وغیرہ کی تکمیل بھی ایک لمبا عرصہ چاہتی تھی۔ جو آہستہ آہستہ ایک خوش نصیب مستری حسن دین صاحب مرحوم سیالکوٹی کی متواتر کئی ماہ کی تگ و دو سے جا کر کہیں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ ان حالات میں ظاہر ہے۔ کہ پہرہ و حفاظت کی کتنی شدید ضرورت تھی۔ جس کا اس سے پہلے قطعاً کوئی انتظام نہ تھا۔ اور نہ ہی اس طرف چُغد کے پہلے واقعہ تک کسی کی توجہ مبذول ہوئی۔ کلّ امرٍ مرھونٌ باوقاتہٖ۔ یہ ضرورت اس تحریک سے پوری ہو گئی۔ ہمارے پہرہ کا دائرۂ عمل اور گردش کا محور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات تھے۔ توجہ اور زور شکستہ حصہ یعنی مکان کے غربی جانب کے کوچہ کیطرف تھا جو اس زمانہ میں بالکل ایک کھلی گلی تھی۔ موجودہ کوچہ بندی اور صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مکانات بہت بعد میں بنے ہیں۔ اس گشت کا سلسلہ احمدیہ چوک۔ چوک موجودہ شارع دار الانوار۔ چوک موجودہ قصرِ خلافت تک وسیع ہوا کرتا جس میں بعض غیر احمدی اور غیر مسلم لوگوں کے مکان بھی آ جاتے۔ عمارات کے لحاظ سے آج کل اس قطعہ آبادی کی شکل اس زمانہ سے بالکل مختلف ہو چکی ہے ـــــ

آریہ اور ہندوؤں کی شورش کا سلسلہ روز افزوں تھا۔ عید قربان قریب آتی جا رہی تھی۔ قادیان اور مضافات میں بعض میلوں کا موسم تھا۔ جن میں گنوار لوگ شریک ہو کر وہ اودھم مچایا کرتے کہ انسانیت مارے شرم کے پانی پانی ہو جاتی۔ آریوں کے کارندے دیہات کے سکھوں میں پھر کر فضاء کو مکدر اور مسموم کرنے میں سرگرم تھے۔ چوری اور ڈاکوں کی وارداتیں ہوا کرتیں۔ ان مخالف حالات پر ایک اضافہ یہ ہوا۔ کہ اخبارات اور اشتہاروں میں اشارۃً اور پرائیویٹ خطوط میں صراحتاً سیدنا حضرت اقدس کی ذات والا صفات کو نقصان پہنچانے کی دھمکیاں آنے لگیں۔ حکومت کی خاموشی اور بے توجہی یہ رنگ لائی کہ ان لوگوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور وہ حضور پُر نور کو نعوذ باللہ

قربانی کا بکرا

وغیرہ ناموں سے یاد کر کے دہشت انگیزی اور درندگی کے ارادوں کا مظاہرہ کرنے لگے۔

حضور اقدسؑ پر توان دھمکیوں اور گیدڑ بھبکیوں کا کوئی اثر ہی نہ تھا خدا کی حفاظت و رفاقت کے وعدوں کے پورا ہونے کے دن سمجھ کر حضورؑ نہ صرف خود مطمئن، خوش اور ہشاش و بشاش رہتے بلکہ صحابہ، خدام اور غلاموں کو بھی تسلیاں دیا کرتے ـــ عید قربان آئی جو حضور نے خدام سمیت تکیہ حسینا کی بڑ کے نیچے ادا کی۔ قربانیاں دیں اور مہمانوں کیواسطے عید سعید کی تقریب کے مناسب حال مختلف کھانے پکوائے۔ نہایت محبت سے دوستوں کو کھلائے۔ اور اسطرح ہمارے یہ دن خدا کی حمد، عبادت اور دعاؤں میں نہایت خوشی اور اطمینان سے گذرے۔ دشمنوں کے منصوبوں اور سازشوں کو خدا نے ناکام کیا

یعصمک اللہ ولو لم یعصمک الناس

کے خدائی وعدے نہایت شان، شوکت اور جلال کے ساتھ پورے ہوئے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔

پہرہ تو محض ایک ذریعہ تھا ہم غلاموں کی عزت افزائی کا وہ تو ایک زینہ تھا ہمارے عروج اور علم و معرفت میں ترقی اور محبت و عقیدت میں زیادتی کا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ غفلت کی نیند سو رہنے اور خراٹے بھر کر رات گذار دینے سے ہزار درجہ بہتر اور مفید تر تھی ہماری یہ بے خوابی و طواف۔ خدا نے اپنی حکمتوں کے ماتحت ہم لوگوں کی تربیت اور روحانی اصلاح کے واسطے یہ سامان پیدا کئے تھے۔ ورنہ اپنے بندے کی حفاظت کے لئے خدا ہی اپنی کمزور مخلوق کا محتاج تھا نہ حضور۔ ؎

بمفت ایں اجر نصرتہا دہندت اے اخی ورنہ
قضاء آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

خاموش۔ سنسان اور اندھیری رات کی گھڑیوں میں اچانک کبھی وہ ماہ کنعاں، نور قادیاں، جانِ جہان و ما فیہا کی روح رواں ہم پر طلوع فرماتا۔ میاں عبد الرحیم، میاں عبد العزیز، میاں غلام محمد، میاں عبد الرحمٰن نام لیکر محبت بھری، نرم، شیریں اور دلکش آواز سے نوازتا۔ اور خود ہماری خبر گیری و دلجوئی فرماتا۔ قربان اس جانِ جہان کے اور فدا ہو جاؤں اس پیارے نام کے جو مخدوم ہو کر الٹا غلاموں کی خدمت و خبر گیری کرتا۔ آقا ہو کر غلاموں کی فکر رکھتا اور نوازتا تھا۔ بارہا وہ رحمتِ مجسم اپنے رہائشی دالان کی غربی کھڑکیوں سے جھانکتا۔ نظرِ شفقت و رحمت سے ہمیں نوازتا۔ اور اپنے دستِ مبارک سے اپنے رومال میں لپیٹ باندھ کر شیرینی، خشک پھل وغیرہ جو بھی ہوتا ہمیں عطا فرماتا۔ اور دیر تک مصروف گفتگو رہ کر خوش وقت فرمایا کرتا۔

بچوں والا گھر، مہمانوں کی آماجگاہ، غریب بے کس اور یتامیٰ و بیوگان کی جائے پناہ، خستہ و شکستہ اور مظلوم افسردہ دلوں کا ماویٰ و ملجا دنیا بھر میں یہی ایک "بڑا گھرانہ" (بیوت اذن اللہ ان ترفع) تھا۔ بچوں کے تقاضا و ضرورت، مہمانوں کی خدمت اور بیوگان و یتامیٰ اور کمزور لوگوں کی دعوت کیلئے حضور پُر نور کے پاس عموماً مٹھائی اور خشک و تر پھلوں کا ذخیرہ رہا کرتا تھا۔ جو اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ

یاتیک من کلّ فجٍّ عمیق۔

کے ماتحت دور دراز سے تحائف بھجواتے۔ خدام مختلف قسم کے پھل اور شیرینیاں لاتے۔ بادام، کشمش، اخروٹ، خوبانی اور مخزیات اللہ تعالیٰ بھجواتا۔ ہر موسم کے میوے اور پھل حتیٰ کہ خشک پیلو کی بوریاں حضور کی خدمت میں آیا کرتیں۔ جن کو حضور بڑی فراخدلی سے بانٹ دیا کرتے۔ عطاء و سخا میں حضور ایک ابرِ بہار تھے۔ اپنے بیگانے اور چھوٹے بڑے سبھی کو سیراب فرمایا کرتے۔ دریا دلی کا یہ حال تھا کہ بعض اوقات لانیوالے ہی کو اس چیز کا اکثر حصہ عطا فرما دیا کرتے۔ مہمان اور غلام، خادم اور خادمات، سائل و فقیر سبھی کو حضور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں شریک فرمایا کرتے تھے ـــ اسی طرح ہم لوگ بھی مدتوں حضور کی توجہات کریمانہ کے مورد بنے رہے ـــ

ابتداءً میرے محترم بزرگ و محسن حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب بھائی شیخ عبد العزیز صاحب اور میرے ہمنوالہ و ہمپیالہ عزیز مکرم حافظ صوفی چوہدری غلام محمد صاحب بی اے۔ بعض اور دوست اور راقم الحروف اس خدمت پہرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ اپنا سکول کھل جانے پر بعض مخلص خاندانوں کے بچے جو

طلب علم کی غرض سے والدین نے قادیان بھجوائے ہمارے ساتھ ان خدمات میں محبت و اخلاص سے شریک ہوا کرتے تھے۔ مثلاً مکرم معظم مرزا افضل بیگ صاحب مرحوم آف قصور کے صاحبزادے عزیز مکرم مرزا محمد افضل بیگ صاحب - مرزا محمد جمیل بیگ صاحب - محترم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم - اے موجودہ ناظر اعلیٰ - مرزا سلطان احمد صاحب - عزیزان راجہ محمد اسمٰعیل - راجہ محمد اسحاق صاحبان - شیخ احمد الدین صاحب ڈنگوی - منشی کرم علی صاحب وغیرہ وغیرہ کئی شریف، سعید اور صالح نوجوان محبت بھرے دل کے ساتھ بصد شوق ان خدمات کو بجا لایا کرتے تھے۔

پہرہ کی راتوں میں ایک چیز جو میں نے دیکھی اس کا بیان بھی میرے ذمہ ہے - وہ یہ کہ دوران پہرہ میں اکثر ہم لوگ محسوس کیا کرتے تھے - کہ حضور پُر نور رات کا زیادہ حصہ ذکر و فکر اور دعا و نماز میں گذارا کرتے تھے - کیونکہ بالکل تھوڑے سے وقت کے سوا عموماً ہمارے کانوں میں گریہ و بکا اور اضطراب و الحاح کی آواز - کبھی کچھ پڑھنے اور گنگنانے کی گنگناہٹ - کبھی نرم اور دھیمی سی آواز میں سسکیاں لینے اور رقت و سوز سے بلبلانے کی آواز پڑتی رہا کرتی تھی - اور بارہا مجھے یاد ہے - کہ ایسے موقع پر ہم خود بھی کھڑے آمین - آمین از ما و جملہ جہان آمین باد کی صدائیں کرنے لگتے -

پہرہ کا ایک دوسرا طریق جو مکانات کی تکمیل کے بعد جاری ہوا، یہ تھا - کہ حضور پُر نور نے ہمیں اپنے مکانات کے بعض حصوں میں سو رہنے کا ارشاد فرمایا - جہاں محترم حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب اور یہ خاکسار اوّل اوّل دونوں ایک ہی جگہ عشاء کی نماز کے بعد جاتے اور صبح کی نماز کے وقت وہاں سے آجایا کرتے - بعد میں دونوں کو الگ الگ حصوں میں بھی رہ کر خدمت پہرہ کا موقعہ ملتا رہا - اور یہ تبدیلیاں مکانات کی شکست و ریخت اور ترمیم و تنسیخ کی بناء پر ہوا کرتی تھیں - اور حسب ضرورت ہم لوگ مختلف حصص مکان میں راتوں کو کچھ جاگ کر اور زیادہ سو کر ڈیوٹی دیتے رہے ---

پہرہ کا یہ سلسلہ کم و بیش دو تین سال متواتر جاری رہا - اور مختلف دوست اس خدمت کی سعادت پاتے رہے ---

میرے اس پہرہ کا آخری زمانہ وہ تھا جبکہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رہائشی دالان کی مرمت، صفائی اور پلستروں کا کام جاری ہوا - یہی وہ دالان ہے جو بیت الفکر کے شمالی جانب دیوار بدیوار واقع ہے - اور جس کے اندر بیت الدعاء کا دروازہ کھلتا ہے - بیت الدعاء در اصل اس دالان سے باہر جانب غرب کوچہ کی طرف بڑھا کر بعد میں بنایا گیا ہے --- مرمت وغیرہ کی وجہ سے حضور اس دالان کو خالی کر کے نچلے منزلے حصہ میں تشریف لے گئے جس کے لئے اسی دالان کی شمالی دیوار میں سے سیڑھی کھلتی تھی - اور نیچے کا یہ حصہ وہ کوٹھڑیاں اور دالان ہیں - جو سیدنا امیر المؤمنین حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے حرم اوّل کے موجودہ مکان کے صحن کے نیچے واقع ہیں - (۱۹۳۹ء) میں اس دالان میں لمبے عرصہ تک سوتا رہا - حضور نمازوں کیواسطے نیچے سے اوپر پہلے اسی دالان میں تشریف لاتے اور بیت الفکر میں سے ہو کر بیت الذکر یعنی مسجد مبارک میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

سردی کا موسم تھا اور بستر میرا ہلکا - اول اول تو گذر ہو جاتی رہی - مگر جب سردی بڑھ گئی، دوسرے طرف دالان میں گچ کا پلستر ہوا تو کمرہ زیادہ ٹھنڈا ہو گیا ایک رات کا ذکر ہے - کہ سردی کی شدت کے باعث مجھے رات بھر نیند نہ آئی - کروٹ لے لیکر یا بیٹھے رات گذاری - پچھلا پہرہ تھا - کوئی دو بجے کا وقت ہوگا جب تھک کر میں لیٹ گیا - ابھی چند ہی منٹ ہوئے کہ کھڑکی کھلی - اور سیدنا حضرت اقدس دالان میں داخل ہوئے - مگر میں خلاف معمول کھڑا ہو کر سلام عرض کرنے کی بجائے سُکڑا چارپائی پر پڑا رہا - پہلے عموماً میں کھڑکی کھلنے کی آہٹ پاتے ہی ہشیار ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا کرتا تھا - آج غیر معمولی کوتاہی کیوجہ سے حضور کو توجہ ہوئی - اور آپ نے میری چارپائی کے قریب ہو کر مجھے غور سے دیکھا - اور آہستگی سے اپنی پوستین جو میری چارپائی کے اوپر کھونٹی پر لٹک رہی تھی، اُتار کر میرے اوپر ڈال دی - میں مگن پڑا رہا - ہلا جُلا نہ بولا - حضور تشریف لے گئے - میں گرم ہوتے ہی گہری نیند سو گیا - اور پھر صبح کی اذان ہی سے جاگا - وضو کیا اور نماز کے لئے مسجد کو جانے کے لئے تیار تھا - کہ حضرت اقدس صبح کی نماز کے واسطے اُسی کھڑکی سے تشریف لے آئے - میں نے سلام عرض کیا - حضور مسکراتے ہوئے میری طرف بڑھے - اور فرمایا :-

میاں عبد الرحمٰن آپ نے تکلف کر کے تکلیف اٹھائی بستر کم تھا تو کیوں ہمیں اطلاع نہ دی؟ شرط موت کی لگانا، اور رنگ اجنبیت کا دکھانا ٹھیک نہیں - دو چار روز کی بات ہو تو اجنبیت انسان نباہ بھی سکتا ہے - مگر عمر کی بازی لگا کر تکلف و اجنبیت میں پڑے رہنا باعث تکلیف ہوتا ہے - جب آپ نے گھر بار چھوڑا - ماں باپ چھوڑے - وطن اور قبیلہ چھوڑ کر ہمارے پاس آگئے، آپ کی ضروریات ہمارے ذمہ ہیں - مگر جب تک ہمیں اطلاع نہ ہو ہم معذور ہیں کیا کر سکتے ہیں - (مفہوم بالفاظ راقم) میں نے ندامت سے گردن ڈال دی - سر جھکا لیا اور مجسم صورتِ سوال ہی بن کر رہ گیا ---

صبح کی نماز کے بعد سلام پھیرتے ہی حضرت نے حافظ حاجی حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کو یاد فرمایا، وہ حاضر ہوئے - حکم دیا کہ میاں عبد الرحمٰن کے پاس بستر نہیں - ان کو آج ہی بستر تیار کرا دیں - ان کو ساتھ لے جائیں، جیسا پسند کریں، ویسا ہی بنوا دیں - معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس پہننے کے کپڑے بھی کم ہیں ایک دو جوڑے بھی حسب ضرورت بنوا دیں - حکم کا ملنا تھا کہ حضرت حکیم صاحب نے مجھے بازو سے پکڑ لیا - اور ساتھ ساتھ لئے پھرے - موسم سرما کیوجہ سے دوکان کے کھلنے میں دیر تھی - خاص آدمی بھیج کر لالہ سُکھرام کو بلوایا - دوکان کھلوائی اور لگے مجھے کپڑے پسند کرانے --- عمر بھر میں میرے لئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ میرے لباس اور بستر کا بننا میری مرضی و پسند پر رکھا گیا - اس سے قبل ماں باپ اپنی مرضی و پسند کا بنواتے اور پہناتے تھے - اس لئے مجھے اپنی مرضی و پسند کا کوئی علم ہی نہ تھا - حضرت حکیم صاحب کو حکم تھا - اور اسی کی وہ تعمیل کرنا چاہتے تھے - کئی کپڑے میرے سامنے لائے گئے - اور ہر بار مجھ سے پوچھا گیا - مگر میں نے ایک ہی چُپ سادھ رکھی تھی - بار بار کے تقاضوں سے کچھ یاد آکر میرا دل بھر آیا - اور میں زار و قطار رونے لگا - یہ حال دیکھ کر حضرت حکیم صاحب موصوف نے مجبور ہو کر خود ہی بہترین کپڑے اور بہترین بستر کا انتظام کر کے فوری تیاری کی تاکید کر دی - اور میری دلجوئی کرتے ہوئے واپس ساتھ لے آئے --- شام سے پہلے نہایت اچھا بستر تیار ہو کر آگیا - جو رات کو حضرت نے بھی دیکھا اور بہت خوش ہوئے - کپڑے بھی دوسرے تیسرے دن مل گئے ---

سیدنا حضرت اقدس اکثر نصف رات کے بعد ڈیڑھ - دو یا اڑھائی بجے کے قریب نماز تہجد کے لئے آیا کرتے - اور اگرچہ حضور نہایت احتیاط کے ساتھ دبے پاؤں تشریف لاتے نہایت آہستگی سے کھڑکی کھولتے - مگر میں عموماً حضور کی تشریف آوری پر چوکس ہو جایا کرتا - چند مرتبہ ایسا بھی ہوا - کہ میں جاگنے کے بعد پھر سو گیا - اور اذان کی آواز بھی مجھے بیدار نہ کر سکی - تو حضرت نے صبح کی نماز کے واسطے آتے ہوئے مجھے بھی جگا دیا ---

اس زمانہ کی یاد سے میرے دل پر ایک نہایت گہرا اور پائیدار اثر یہ بھی ہے - کہ حضور پُر نور نہایت محنت کش واقع ہوئے تھے - علاوہ تحریر و تصنیف کے سخت دماغی کام کے عموماً حضور اپنے سارے ہی کام خود اپنے ہاتھوں کیا کرتے تھے - نہ صرف یہی بلکہ دوسروں کے کام بھی کر دیا کرتے تھے حضور بڑے

شب بیدار

تھے - عشاء کے بعد بہت دیر تک میں جاگتا - مجھے انتظار ہوتی تھی کہ حضور تشریف لائیں گے - کیونکہ حضرت کا معمول تھا، کہ دو ایک مرتبہ ضرور پہلے حصہ رات میں بھی اوپر تشریف لایا کرتے تھے - میں نیند سے مغلوب ہو کر سو جاتا اور حضور موم بتیاں جلا کر لکھنے میں مصروف رہتے - پھر میں ابھی غلبۂ نیند سے خراٹے بھرا کرتا تھا کہ حضور بیدار ہوتے تھے خدا ہی جانے کہ حضور سوتے کس وقت تھے - میں نے حضور کو اتنا قریب رہ کر بھی جب دیکھا، جاگتے ہی دیکھا - خدا کے پیارے مسیح اور مقرب رسول سیدنا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن و احسان کے واقعات - پیاری ادائیں اور دلربا روحانی باتیں بے شمار، بے انداز اور ان گنت ہیں - جو رہتی دنیا تک بیان ہوتی، لکھی اور پڑھی سُنی جاتی رہیں گی - ہر دوست، ہر مُرید اور ہر خادم و غلام کے ساتھ حضور کے ایسے گہرے روحانی تعلقات تھے - کہ ہم میں ہر ایک یہی سمجھتا کہ جتنا تعلق محبت و مروّت اور احسان و کرم حضور کو مجھ سے ہے، دنیا میں کسی دوسرے سے نہیں - یہی وجہ تھی کہ ہر عقیدت کیش آپ کے لئے انتہائی قربانی تک کیلئے ہر وقت تیار و کمر بستہ رہتا -

میں شامتِ اعمال سے اس مرحلہ پر اس مقدس دالان کے پہرہ کی ڈیوٹی کے دوران میں بیمار ہو گیا - بخار آنے لگا - کچھ عرصہ تو میں نے کسی سے ظاہر بھی نہ کیا - مگر جب حالت نازک ہو گئی اور میں چلنے پھرنے بلکہ اٹھنے بیٹھنے تک سے معذور ہو گیا - تو اس مقدس ڈیوٹی سے بھی محروم ہو گیا - یہی وہ سخت اور شدید بیماری تھی، جس کا ذکر میں اپنے ابتدائی حالات

کے دوران میں کر چکا ہوں، اور جن کو موقر اخبار الحکم نے شائع کر دیا تھا، جو مجھے موت کے مُنہ تک لے جا چکی تھی۔ زندگی کی کوئی رمق باقی نظر نہ آتی تھی۔ اور موت میرے سر پر منڈلاتی دکھائی دے رہی تھی۔ آخر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہات اور دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے

مُردے کو زندہ

کرنے کا معجزہ دکھایا تھا۔

خدا کے برگزیدہ نبی اور مقدس رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے خدا کی محبت میں ایسے فنا و گداز ہو جاتے، اسکی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنے آپ سے یوں کھوئے جاتے اور ایسے رنگ میں اس کی رضاء و تسلیم میں گم ہو جاتے ہیں۔ کہ ان کا اپنا کچھ باقی ہی نہیں رہتا۔ وہ الوہیت کی چادر کے نیچے آکر خدا میں محو اور اسی میں گم ہو جاتے اور خدا کے بُلائے بولتے، اسی کے چلائے چلتے اور پھرتے ہیں۔ اُن کی رضاء خدا کی رضاء۔ ان کا انکار خدا کا انکار اور ان کی اطاعت خدا کی اطاعت بن جاتی ہے۔

وہ خدا تو نہیں ہوتے

مگر سچ یہ ہے کہ خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے یہ فانی فی اللہ فنا میں اتنی ترقی کرتے ہیں کہ وہ **باقی باللہ** ہی ہو جاتے ہیں۔ ان کی ناراضگی خدا کی ناراضگی اور ان کا غضب خدا کا غضب ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ ان کا رحم خدا کا رحم ہوتا ہے۔ خدا سے اتنا گہرا اور مضبوط تعلق جوڑ لینے کے بعد وہ کامل محبت اور کامل پیروی کر کے فنا فی الرسول ہوتے اور محبت و اخلاص میں اتنے بڑھتے ہیں اور آئینۂ دل کو ایسا صاف کرتے ہیں۔ کہ کمالاتِ نبوتِ محمدیہ ان میں منعکس ہونے لگتے اور وہ آپ کے بروز کامل ہو جاتے ہیں۔ اور ان گہرے روحانی تعلقات کے نتیجہ میں ان کا ہر خلق کامل اور ہر ادا مقبول و پیاری ہو جاتی اور اس طرح وہ اخلاق کے لحاظ سے بھی ایسی

مضبوط چٹان پر کھڑے کئے جاتے

ہیں۔ کہ دنیا جہان کے لئے ایک اُسوہ اور ایسا نمونہ ہوتے ہیں۔ کہ اُنہی کے اخلاق صحیح اخلاق اور اُنہی کا نمونہ قابلِ تقلید اور واجب الاطاعت ہو جاتا ہے ؛

ہمارے امام و مقتداء سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ روحی نے اپنے خدا سے جو تعلق پیدا کیا۔ اس کی شہادت خود خدا کے کلام میں موجود و محفوظ ہے

"أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيدِي وَتَفْرِيدِي"

"أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ"

کے الہامات کمال تعلق اور مقام فنائیت کے انتہائی عروج و کمال کے مظہر و دلیل ہیں —— رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی عقیدت و محبت کا اندازہ آپ کا اردو، عربی اور فارسی کلام مطالعہ کرنے سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ آپ کو جو بے نظیر محبت سید الکونین سرور دو عالم سے تھی، اس کا اندازہ کرنا انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ آپ کے رگ و پے اور ہر بُنِ ریشہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو غیر مشکوک، غیر متزلزل اور غیر فانی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی، اس کا بیان ناممکن ہے۔ صاحبِ دل، صافی القلب اور صاحب حال اور صدق مقال کے سوا کوئی اس کا اندازہ تو در کنار اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور چونکہ یہی دو تعلقات سارے اخلاق کا سرچشمہ اور روحانی برکات و فیوض کا منبع ہیں۔ لہذا حضور کو اخلاق میں بھی وہ کمال حاصل تھا، کہ دوست تو در کنار اشد ترین معاند اور سخت ترین دشمن بھی اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

والفضل ما شهدت به الاعداء

آپکی بے داغ پاکیزہ زندگی اور ماموریت سے قبل کے غیر مشتبہ حالات زبان زد خاص و عام ہیں۔ دنیا میں شائع شدہ ہیں۔ سوچنے والے سوچیں اور غور کرنے والے غور کریں کہ

وَلَقَد لَبِثتُ فِيكُم عُمُراً مِن قَبلِهِ افلا تعقلون

کی نص صریح اور سچی کسوٹی پر ٹھیک اترتے ہیں یا نہیں؟ فماذا بعد الحق الا الضلال۔ ع

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

خدائے قدوس کے عشق و محبت کا نتیجہ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کامل محبت اور آپ کی کامل اطاعت و پیروی کا ثمرہ —— اور ان کے نتیجہ یعنی اخلاق فاضلہ میں عروج و کمال کا تقاضا

تزکیہ نفوس، خدمت خلق اور تبلیغ رسالت

کے فرائض تھے۔ جن کی ادائیگی کے لئے حضور پُر نور نے مختلف ذرائع اختیار کئے۔ مختلف وسائل جمع فرمائے۔ اور کوئی دقیقہ حق تبلیغ کا باقی نہ رہنے دیا۔ جہاں حضور پُر نور نے بیسیوں کتابیں لکھکر دنیا میں شائع فرمائیں، اور تحریر و تقریر کے ذریعہ فریضۂ تبلیغ کو ادا فرمایا، وہاں حضور نے کبھی فیض صحبت۔ انفاس قدسیہ اور توجہات عالیہ کے ذریعہ سے۔ کبھی تالیفِ قلوب حسن سلوک اور عطاء و سخا کے طریق سے اور کبھی اعلیٰ اخلاق، نیک نمونہ، اُسوۂ حسنہ اور حُسنِ معاشرت اور اپنی خلوت و جلوت کی زندگی سے طالبانِ حق اور تشنگانِ ہدایت کی پیاس بُجھائی۔ اور روحانی پانی کے آبحیات سے سیراب کر کے روحانی زندگی، بصیرت اور عرفان عطا فرمایا۔

دنیا گواہ ہے۔ اپنے اور بیگانے سبھی جانتے ہیں کہ:۔

۱۔ حضور پُر نور کو مہمانوں سے کس قدر محبت تھی۔ اور حضور کتنا چاہتے تھے کہ آئے ہوئے مہمان جلد واپس نہ جائیں بلکہ جس قدر زیادہ ممکن ہو ٹھہریں۔ اور صحبت میں رہیں۔

۲۔ حضور کو کتنی خواہش اور تڑپ تھی۔ کہ لوگ آئیں۔ حضور کی صحبت سے فیض پائیں۔ خدا کی باتیں سنیں۔ اور تازہ نشان دیکھیں۔ اور اس غرض کے لئے حضور نے ایک دعوت عام دے رکھی تھی۔ اخراجات سفر۔ اوقات کے حرجانے۔ اخراجات طعام و قیام کے برداشت کرنے کا بھی اعلان کر رکھا تھا۔ اور یہاں تک فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر کوئی نیک نیت، اخلاص اور صاف دلی سے ہماری صحبت میں چالیس دن ٹھہرے۔ تو ضرور وہ خدا کا زندہ نشان اور ہماری صداقت کی تازہ شہادت پائے گا۔ اگر نہ پائے تو وہ خدا کے حضور بری الذمہ ——

۳۔ حضور کے مکانات صحن اور کمرے کوٹھڑیاں، کس طرح صحابہ و خدام اور انکے بیوی بچوں سے بھری رہتی تھیں۔ اور کوئی کونہ بھی خالی دکھائی نہ دیا کرتا تھا۔ گھر کے اندر گنجائش نہ رہتی، تو کرایہ کے مکان مہیا فرماتے اور ان کی ضروریات پورے تعہد و التزام کے ساتھ وہیں پہنچانے کا انتظام فرماتے۔

یہ اور اس کے علاوہ اور کئی قسم کی کوششیں کیوں اور کس غرض و مقصد کے لئے تھیں؟ — اتنے بھاری اخراجات۔ اتنی لمبی و متواتر سر دردی۔ اتنا تعہد و اہتمام۔ اتنا انتظام و التزام کہ جس پر ذاتی آرام اور گھر کا سارا امن و چین قربان کیا جا رہا تھا۔ آخر یہ باتیں کیوں تھیں؟ ان کی غرض و غایت کیا تھی؟ اور ان سخت اور مشکل ترین کاموں کے پیچھے کونسا جذبہ اور کیا نیت کام کر رہی تھی؟

یہ ایک سوال ہے

جس کا جواب مختصر اور دو حرفہ جواب میری رائے اور ناقص علم میں

خدا نمائی

کا جذبہ۔ یہی غرض و غایت اور یہی نیت و مقصود تھا۔ دنیا اپنے حقیقی خدا کو چھوڑ کر بھٹکتی پھرتی تھی۔ اپنے مقصود اصلی کو بھول کر جیفہ دنیا پر ہی گر چکی تھی۔ اور اپنے خالق و مالک سے مونہہ پھیر کر اس سے دور جا پڑی اور خدا سے قطع تعلق کر کے طرح طرح کے فسق و فجور، گناہ و عصیان میں ڈوب رہی تھی۔

ظهر الفساد في البرّ والبحر

کا نظارہ پھر دنیا کے سامنے موجود ہو چکا تھا۔ خدا کی رحمت نے جوش مارا۔ محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ کے بروز کامل، فضائل و کمالات کے حامل سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھیج کر دنیا کی دستگیری و رستگاری کے سامان کر دئے۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی کا بے نظیر جذبہ آپ کے دل میں بھر دیا۔ جس کے ماتحت حضور پُر نور نے مخلوق کے ٹوٹے ہوئے پیوند کو جوڑنے اور برگشتہ و دور افتادہ لوگوں کو خدا سے ملانے کی کوششیں کیں۔

خدا کی ذات وراء الوراء **لیس کمثلہ شیٔ** اسکو مادی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ وہ اپنی قدرت نمائی اور صفات سے پہچانا اور شناخت کیا جاتا ہے ——

قدرت سے اپنی ذات کا حق دیتا ہے ثبوت

خدا کے مقدس بندے اس کی قدرت کے مظاہر اور اُن کا وجود خدا نما وجود ہوتا ہے ع

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں

اسی لئے تو فرمایا تھا کہ

ہمارا نام چھوڑ کر تم کیا چیز دنیا کے سامنے پیش کرو گے؟

القصہ یہی وہ غرض تھی اور یہی مقصود جس کے لئے حضور پُر نور نے نورِ دین سے محبت کی۔ اس کو گھر میں رکھا۔ اور اپنے قریب کیا۔ جس سے اس کے نور میں جلا پیدا ہوئی —— وہ عرفان میں بڑھا۔ اور آخر کار اس منبع نور میں غوطہ لگا کر فنا فی النور اور نورٌ علیٰ نور ہو گیا۔ اور پھر کبھی آپ سے جدا نہ ہوا ؛

عبد کریم کو اپنایا، نوازا اور مقام کریم پر اس کو جگہ دی تا مادی، سفلی اور نیچریانہ خیالات سے آزاد، خالی اور یک سُو ہو کر اپنی قیافہ شناس نظر اور دُور بین نگاہوں سے اس نورِ الٰہی، مظہر خدا اور حق نما وجود کے ظاہر و باطن اور حال و قال کا قریب ہو کر مشاہدہ کرے اور پھر شاہد ناطق بنے۔ و علیٰ ہذا اپنوں کو بھی، اور بیگانوں کو بھی، مسافروں کو بھی اور مہمانوں کو بھی کبھی اپنی خدا نما صحبت میں رکھنا چاہتے۔ کبھی اپنی خلوت اہلی اور پرائیویٹ زندگی اور کبھی اپنی جلوت۔ مجلسی اور پبلک زندگی کے حالات کے دیکھنے کے مواقع مہیا فرماتے رہتے۔ اپنی معاشرت کے پہلوؤں پر غور کرنے اور اپنے مختلف اخلاق پر نظرِ عمیق ڈال کر حقیقتِ حال تک پہنچنے کے سامان بہم پہنچاتے تھے۔ کیونکہ آپ کا وجود حقیقتاً خودی و دوئی سے دُور

ایک آلۂ خدا نمائی

تھا۔ اور خدا اپنے پورے جلال کے ساتھ حضور پُر نور پر سایہ فگن اور جلوہ کناں تھا ؎

آں خدائے کہ از و خلق و جہاں بے خبر اند
بر من اُو جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

ہمارا یہ پہرہ بھی حقیقتاً اُسی خدا نمائی کی کوششوں کی ایک کڑی تھی۔ جس کے ذریعہ بیسیوں نوجوانوں کو حضورؑ کے کمالات روحانی و اخلاقی اور حضور کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی روشنی میں تعلق باللہ اور زندہ اور گناہ سوز ایمان کے حصول کی سعادت نصیب ہوتی۔ ورنہ وہ

نورِ خدا جو ٹھیک وقت پر آسمان سے اُترا

اور خدا کی وہ آخری راہ جو خدا سے خلقِ خدا کو ملانے کے لئے پیدا کی گئی، اُس کا نہ صرف خود خدا حافظ تھا۔ بلکہ خدا نے اُس کے وجود کو

دنیا و مافیہا کی حفاظت کا موجب

اور ایک تعویذ بنا کر بھیجا تھا۔ اس کو ہم کمزور، نوجوان، ناتجربہ کار بچوں کی حفاظت اور پہرہ کی کیا ضرورت؟

حقیقت یہی ہے کہ حضور نے خدا نمائی کی مختلف راہوں کو اختیار کیا اور کوئی طریق نہ چھوڑا کہ دنیا محروم رہے۔ اپنوں کو قریب اور قریب سے قریب تر کیا۔ بیگانوں کو بھی بلایا۔ اور پُرزور دعوتیں دیں۔ اور اپنی طرف سے حق نمائی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ یہ سبھی کچھ کیا تا خلق خدا قریب سے قریب ہو کر خدائی نور اور قدرت و جلال، خدا کا تازہ کلام اور اس کے زندہ نشان دیکھے۔ اور زندہ ایمان حاصل کر سکے۔ جس کے بعد گناہ کی زندگی پر ابدی موت آتی اور انسان حیاتِ نو پا کر یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کا مورد ہو کر اپنے خدا میں گم ہو جاتا اور مقامِ رضاء حاصل کر کے ابدی زندگی کا وارث بن جاتا ہے ؛

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

از ما و جملہ جہان آمین باد

خاندانِ نبوت کی مسرت افزا تقریبیں

گذشتہ ماہ مئی میں چونکہ الحکم کا پرچہ ۷ رمئی کو شائع ہوا تھا اور اس کے بعد سیرت نمبر کی اشاعت کی وجہ سے الحکم شائع نہیں ہو سکا۔ اس عرصہ میں خاندان نبوت کی دو ایسی مسرت افزا تقریبیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا الحکم کے لئے ازبس ضروری ہے۔

(اول) ۷ رمئی ۳۹ء کو صاحبزادہ میرزا مظفر احمد صاحب آئی۔ سی۔ ایس اپنی دُلہن کو لینے کیلئے حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کے مکان سے بیتِ اُم طاہر میں تشریف لائے۔ برات میں بہت سے معزز افراد شامل تھے جن میں سے اکثر صحابہ مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ اور بعض معزز ہندو اصحاب بھی شریک تھے جن میں سے لالہ ملاوا مل صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریب شادی پر دہلی میں برات کے ساتھ شامل تھے اور اب پچاس سال کے بعد ان کو آپ کے ایک پوتے کی برات میں شامل ہونے کا بھی موقعہ ملا۔ برات میں کل ۶۵ اصحاب تھے۔ جن میں سے ۹ ہندو اصحاب تھے ۔۔۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے برات کا خود استقبال فرمایا۔ اور صاحبزادہ صاحب کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ براتیوں کے علاوہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بہت سے احباب کو دعا میں شامل ہونے کیلئے مدعو فرمایا تھا۔ برات کے آنے پر تمام اصحاب کی سوڈے لیمونیڈ برف پھلوں وغیرہ سے تواضع فرمائی۔

اس کے بعد حضور نے تمام مجمع سمیت لمبی دعا فرمائی۔ دعا کے وقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کی آنکھوں میں رقت کے آنسو تھے ۔۔۔ دعا کے بعد حضور نے ہندو اصحاب کے پاس جا کر ان سے مصافحہ فرمایا۔

۹۔ تاریخ کو دعوت ولیمہ ہوئی جسمیں کئی سو احباب قادیان سے شریک ہوئے۔ اور ڈیڑھ صد کے قریب ہندو اور سکھ صاحبان بھی شامل ہوئے جن کیلئے جداگانہ انتظام تھا۔ اور یہ سارا انتظام مقامی ہندو دوستوں کے ہاتھ میں تھا۔ ہندوؤں نے ہی ہندوؤں کے مذاق کا کھانا تیار کیا۔ اور ہندوؤں نے ہی کھانا کھلایا ۔۔۔ اس موقعہ پر صاحبزادہ عبد الوہاب صاحب عمر نے بہت سی تقریریں لاؤڈ سپیکر پر پڑھنے کے لئے لکھوائی تھیں۔ جن میں سے اکثر رہ گئیں۔ بعض ان میں سے الفضل میں شائع ہو گئی تھیں۔ ایک دو تقریریں الحکم میں شائع ہو جائینگی۔ یہ تقریب اسقدر پُر مسرت اور پُر لطف تھی کہ قادیان میں ایسی تقریبیں بہت کم دیکھنے کا موقعہ ملا ہے ؛

دوسری تقریب

صاحبزادہ میرزا ظفر احمد صاحب کا نکاح

۱۱ رمئی بروز جمعرات دوسری مبارک تقریب عمل میں آئی جبکہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے میرزا ظفر احمد صاحب بی۔ اے بار ایٹ لاء خلف الرشید حضرت میرزا شریف احمد صاحب کا نکاح صاحبزادی نصیرہ بیگم بنت جناب میرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ سی۔ ایس سے ایک ہزار روپیہ پر پڑھا ۔۔۔ ان دونوں مبارک تقریبوں پر الحکم حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ اور حضرت ام المومنین متعنا اللہ بطول حیاتہا۔ اور حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب اور صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب اور جناب میرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے۔ اور دیگر تمام ممبران خاندان نبوت کے حضور صد قلب سے مبارکباد عرض کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک خاندان کو تمام آسمانی اور زمینی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ اور برکتوں سے بھرپور کرے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

خاکسار محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم

پیداوار اور کفایت دو ایسے الفاظ ہیں جنھیں ہر ایک باخبر آدمی ہر روز سنتا رہتا ہے ہر ایک صنعتی اور کاروباری حلقے میں کفایت ایک ضروری چیز سمجھی گئی ہے اور تمام ہوشیار آدمی اپنی تجارت اور کاروبار کی پیداوار کو بڑھانے کیلئے اپنا تمام وقت خرچ کر رہے ہیں ۔۔۔ وقت بھی روپیہ ہے۔ اگر کسی کام میں ہر وقت بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی ہوتی رہے۔ تو اس طرح پیداوار گھٹ جاتی ہے اور روپیہ کا نقصان ہوتا ہے ۔۔۔ اسی طرح جب عملہ ہر روز پانچ منٹ بھی کم کام کرے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ ایک بڑے کارخانہ میں سینکڑوں پونڈ کا نقصان ہوگا ۔۔۔ لیکن ماسوا اس کے عملہ جو آئے دن کئی مرضوں کا شکار رہتا ہے۔ اس سے تو بہت ہی مالی نقصان ہوتا ہے ۔۔۔ ماہرین اقتصادیات نے حساب لگایا ہے کہ ان بیماریوں کی وجہ سے صرف برٹش انڈیا میں ۲۳ سے ۵۰ ملین پونڈ کا صرف ایک سال میں نقصان ہوتا ہے۔ یہ رقم بظاہر ناقابلِ یقین معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر لوگوں کو اس حقیقت کا پتہ لگ جائے۔ کہ ہر ایک منٹ کے اندر دنیا میں دو آدمی ملیریا سے مرجاتے۔ تو پھر ان کو اس رقم پر چنداں تعجب نہ ہوگا۔ اس حساب سے ۲۸۸۰ موتیں ہر روز ہوتی ہیں۔ اور اس کے علاوہ ایک سو ملین آدمی ملیریا کی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۲ دو جدید الفاظ

اس مرض کے خلاف کافی قوت کے ساتھ جنگ جاری ہے۔ خوش قسمتی سے قدرت نے انسان کو حفظ صحت اور صحت یابی کے لئے ایک نہایت اعلیٰ درجے کی چیز عطا کر رکھی ہے۔ اور وہ **کونین** ہے۔ جو کہ ملیریا بخار کو دور کرنے کے لئے بڑی نافع چیز ہے ۔۔۔ لیگ آف نیشنز کے کمیشن نے تجویز کیا ہے۔ کہ بخار کے موسم میں چھ گرین کونین روزانہ حفظ صحت کے لئے ضروری ہے۔ اور بخار ہو جانے پر ۱۵ سے ۲۰ گرین تک یومیہ ۵ سے ۷ دن تک استعمال ضروری ہے ۔۔۔ ملیریا کے خلاف جو جدوجہد جاری ہے۔ وہ دونوں لحاظ سے بہت مفید ہے۔ یعنی اس سے جانیں بھی بچتی ہیں۔ اور مال کا بھی بہت فائدہ ہوتا ہے ۔۔۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کے حلقے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کا خاندان

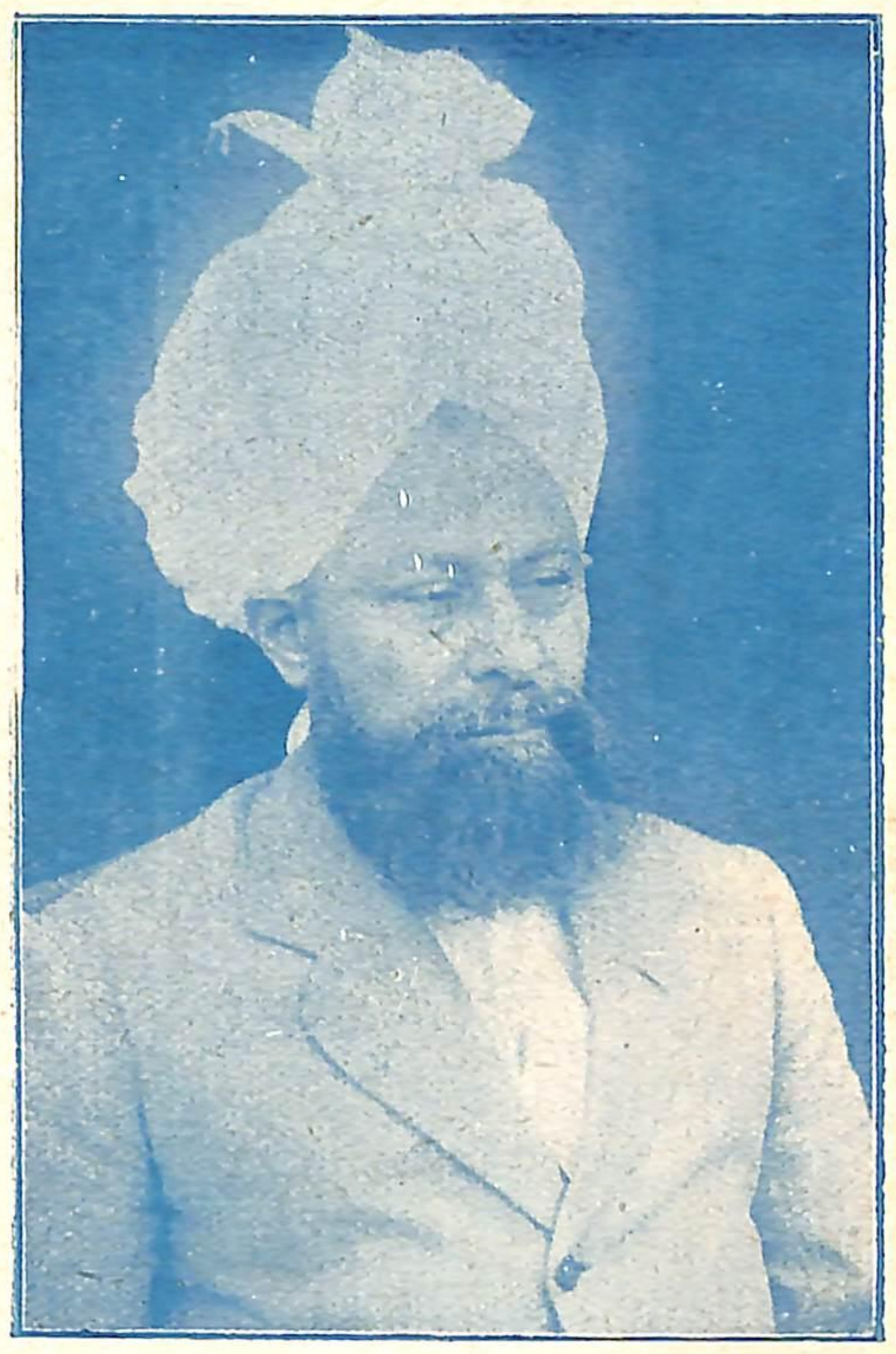

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ

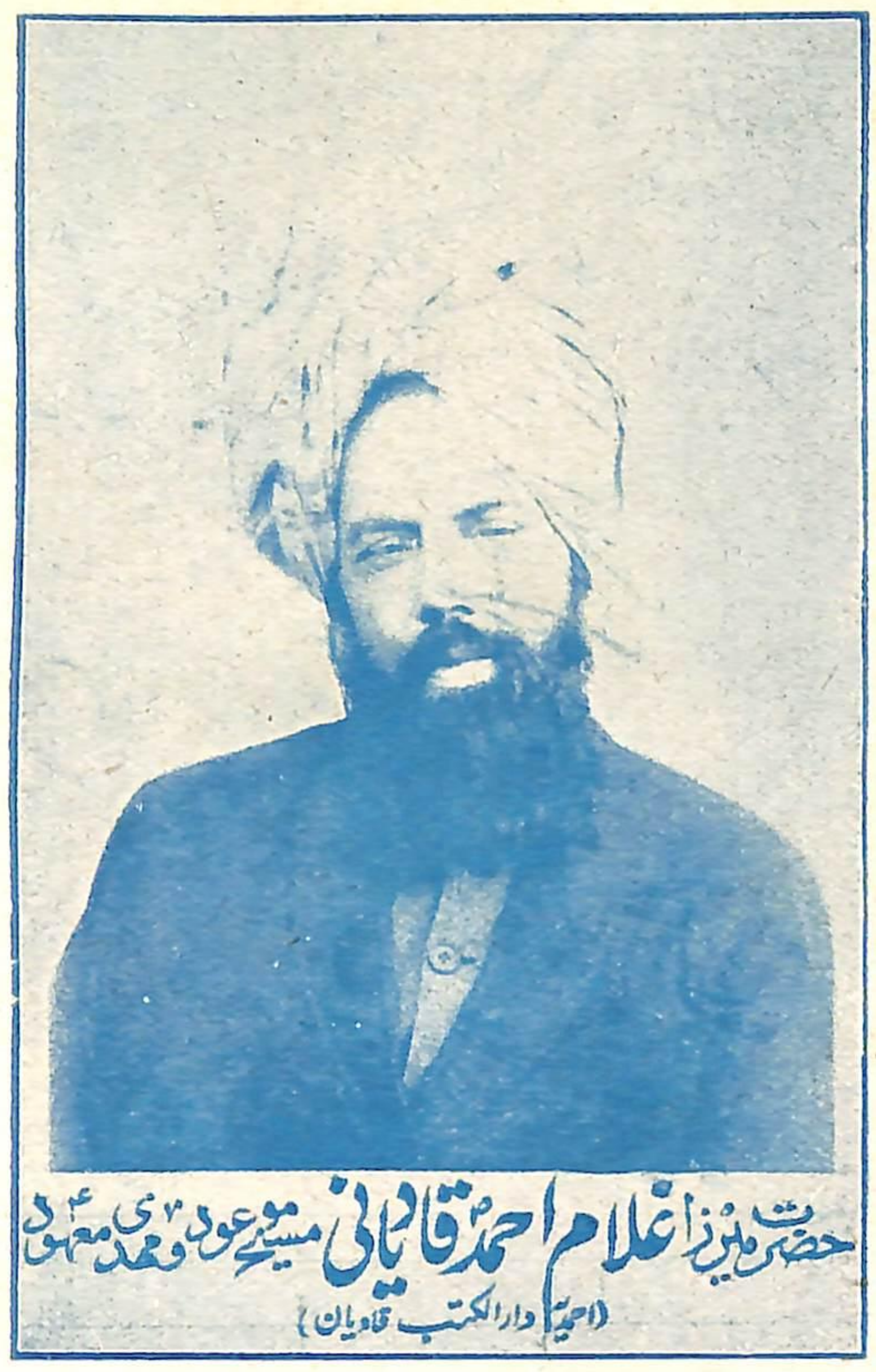

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود
(احمدیہ دار الکتب قادیان)

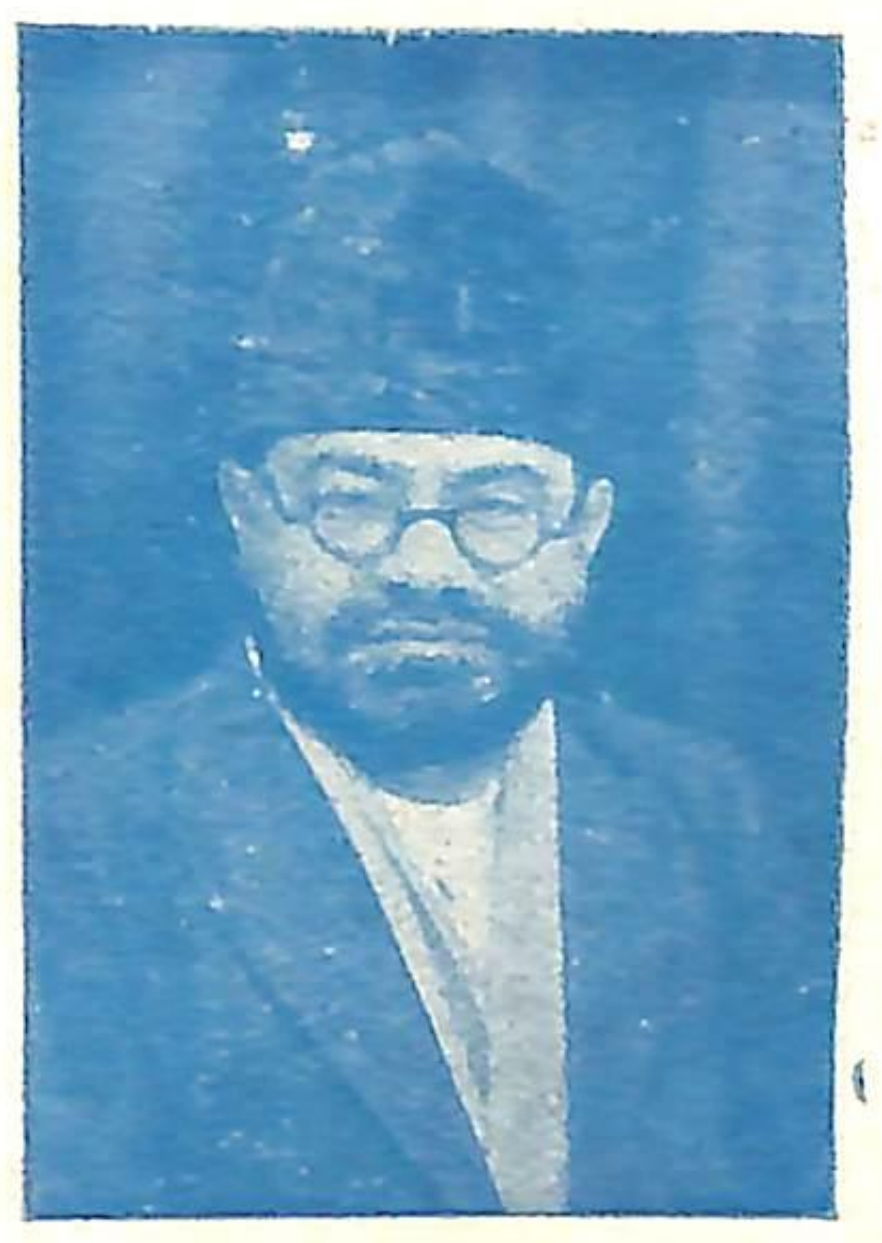

حضرت صاحبزادہ
مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے

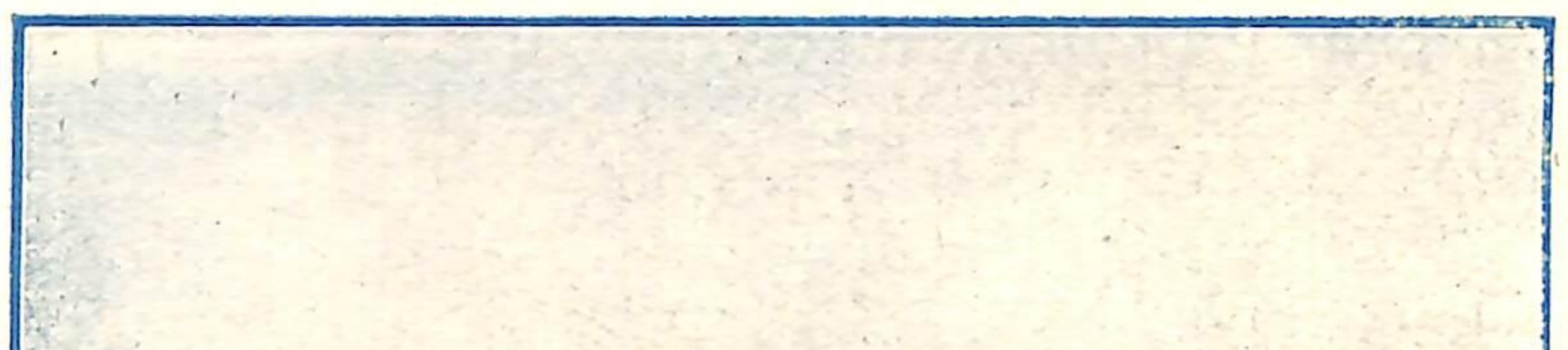

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب

Photos printed at the Ripon Printing Press, Bull Road, Lahore, by Mahmud Ahmad Irfani, "Alhakam" Qadian

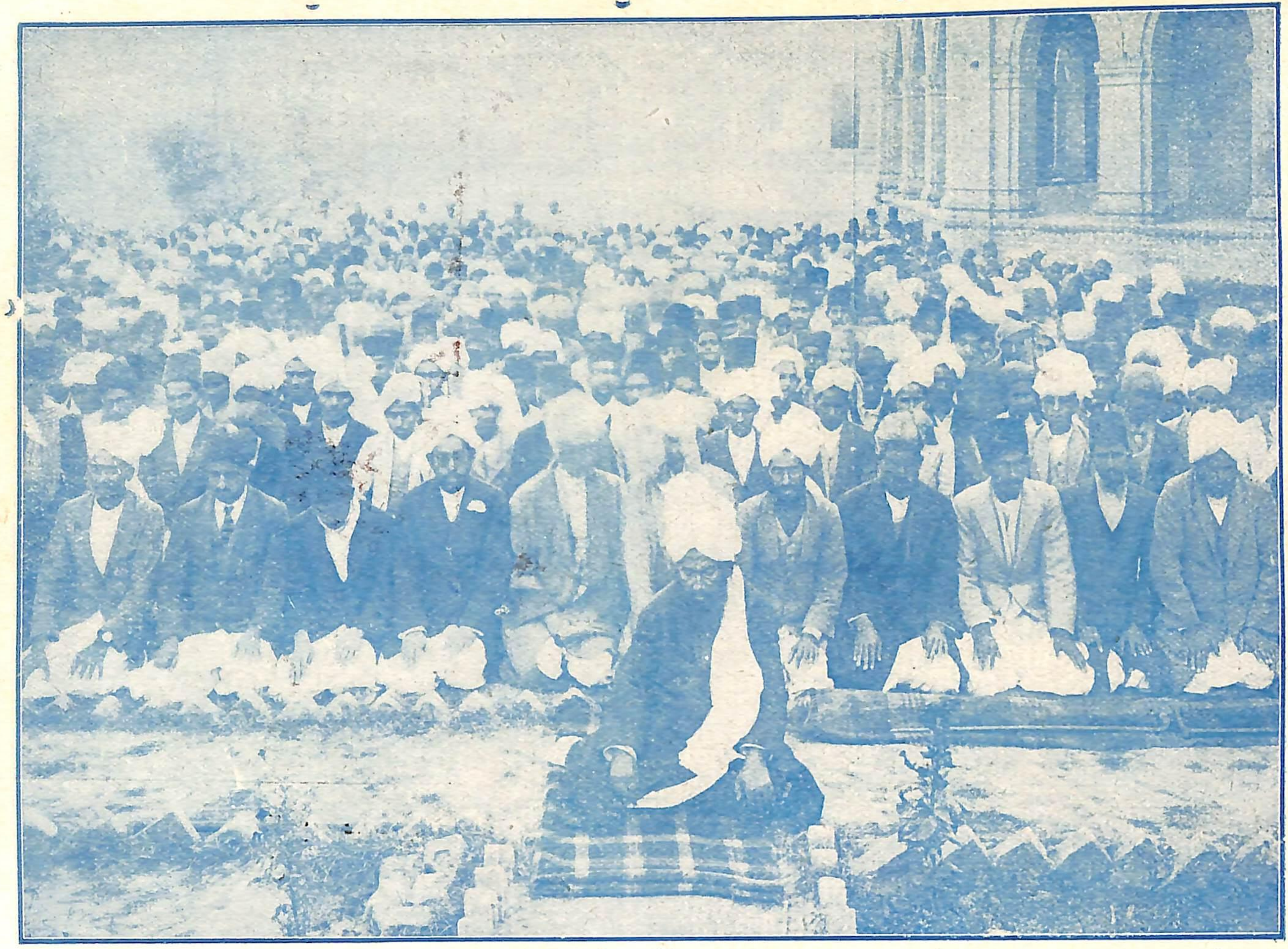

قادیان میں نماز کا ایک نظارہ

صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے
مولوی فاضل، پرنسپل جامعہ احمدیہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے

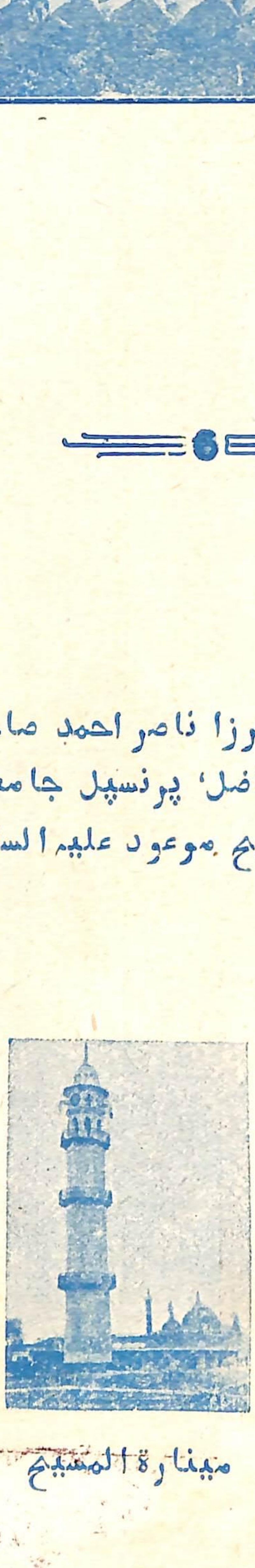

مینارۃ المسیح

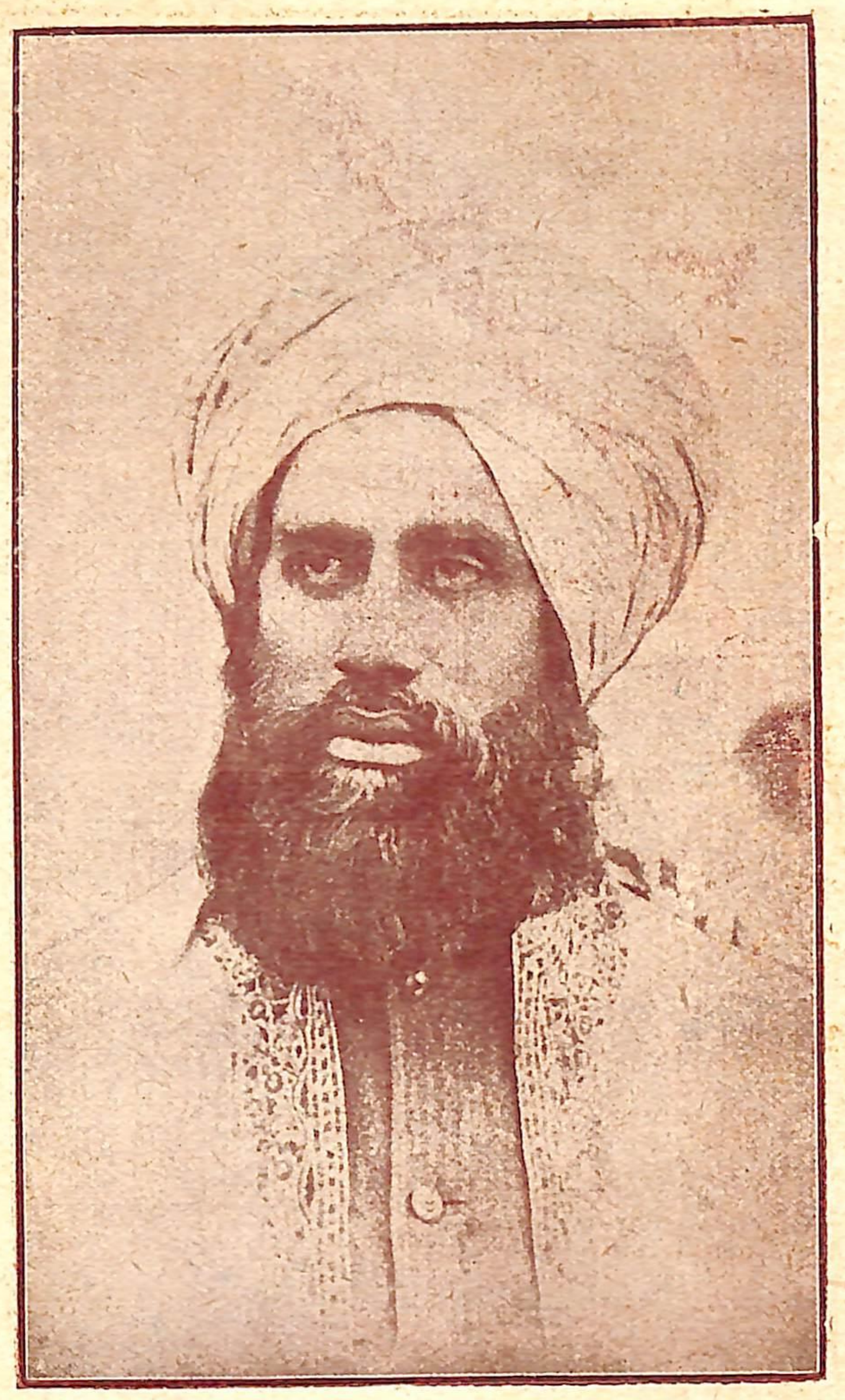

حضرت حاجی مولوی نور الدین صاحب
خلیفۃ المسیح اول

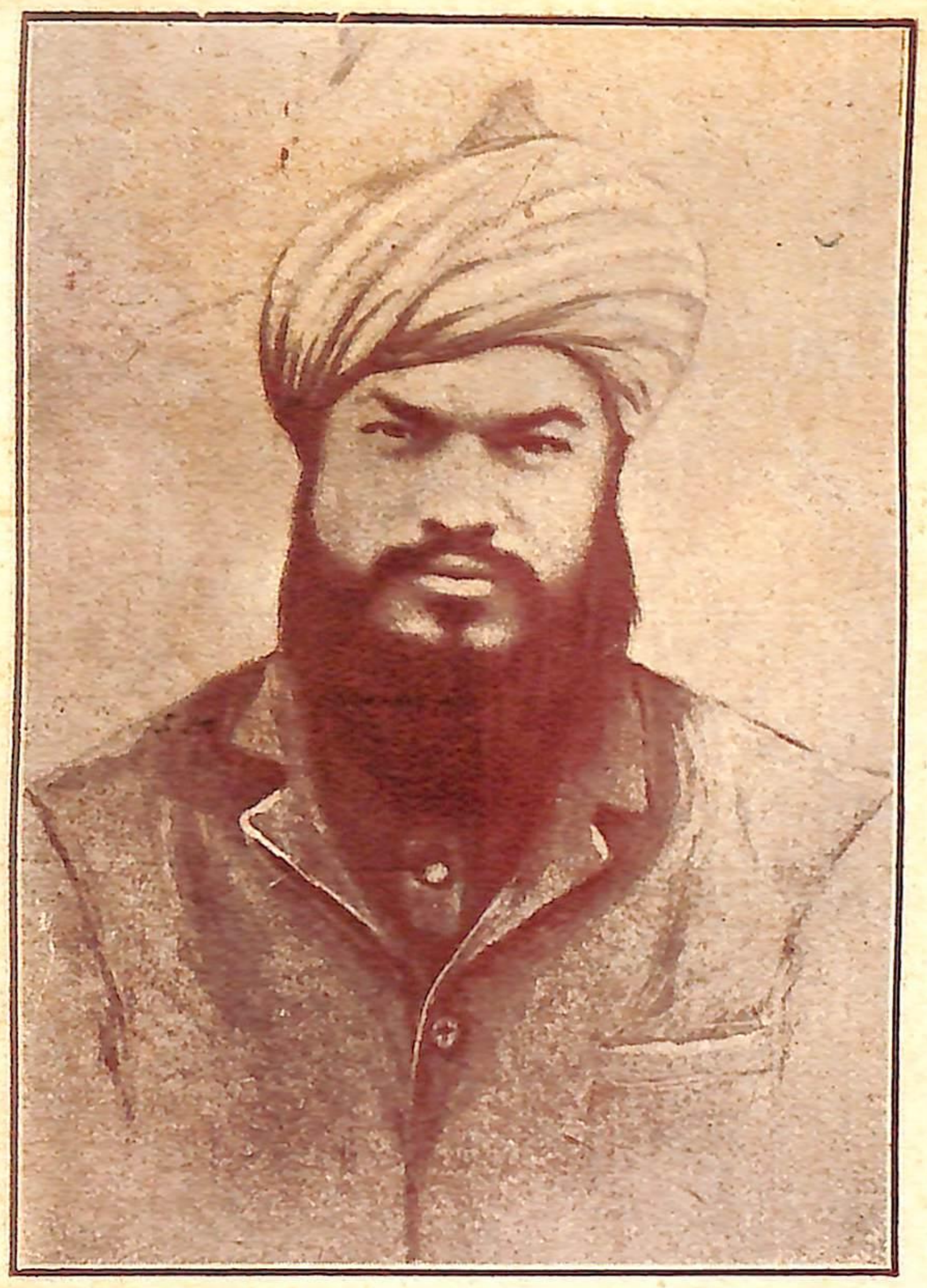

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب
مرحوم و مغفور

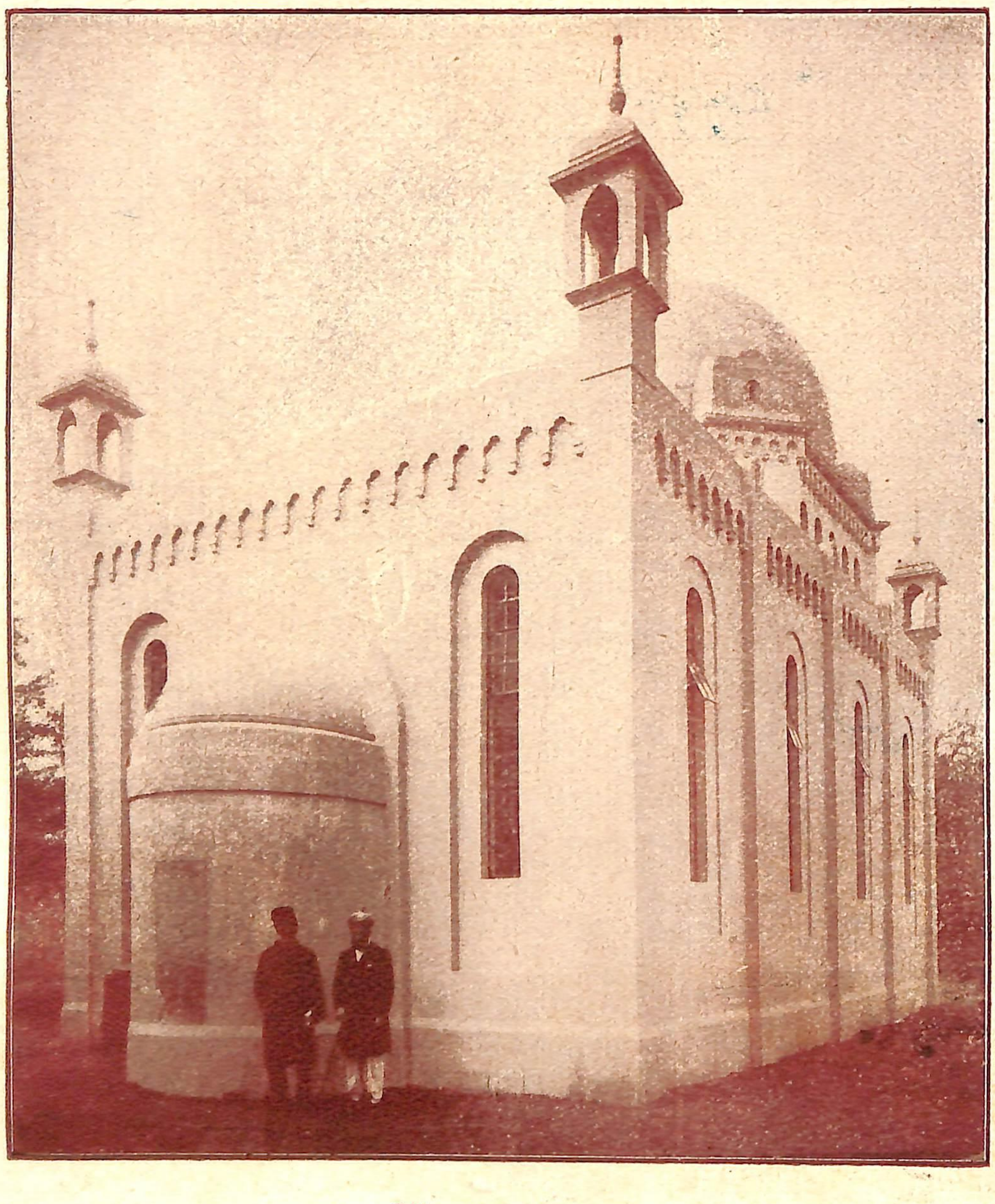

مسجد احمدیہ لنڈن

مسیحِ محمدیؐ کا آخری سفر

از چودھری نعمت اللہ خان صاحب گوہر۔ بی۔ اے

چودھری صاحب پہلے شخص ہیں۔ جو حضور کی شدید ترین بیماری کی خبر سن کر قادیان پہنچے تھے۔ اور اُن کے آنے کے ساتھ ہی حضور کی وفات کے متعلق تار بھی پہنچ گیا تھا۔ ایڈیٹر

ہاں اُٹھا اے ساحرِ ایام یہ جادو ذرا　　عہدِ گذشتہ پہ پانے دے مجھے قابو ذرا
خون رُلواتی ہے دل کو صحبتِ مرزا کی یاد　　آج مجنوں کو ہے تڑپاتی رُخِ لیلےٰ کی یاد
باتوں ہی باتوں میں قرنِ زندگی اک کٹ گیا　　سایہ اپنا بڑھ گیا۔ اور نورِ فطرت گھٹ گیا

وہ لوگ جنہوں نے دلّی کا غدر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ لڑکپن میں ہمیں غدر کے واقعات سناتے۔ تو ہم غدر کے زمانے کو بہت دور دراز کا زمانہ خیال کرتے تھے۔ حالانکہ سنانے والے کے نزدیک وہ کل کی سی بات ہوتی تھی۔ اب ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ فی الواقعہ سال و ماہ کا گذرنا ایک وہم ہے۔ زمانہ نہیں بدلتا بلکہ ہم خود بدلتے ہیں۔ اور ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنے لگتے ہیں، کہ زمانہ بدل گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا آخری زمانہ اور آپ کی وفات کے واقعات میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں۔ آج حضور کی وفات پر اکتیس سال اور تحریرِ وصیت پر ساڑھے تینتیس سال گذر چکے ہیں لیکن مجھے قطعاً یقین نہیں آتا۔ کہ فی الواقعہ اتنی مدت گذر چکی ہے میرے نزدیک وہ بالکل کل کی سی بات ہے۔

اپریل ۱۹۰۸ء کا آخری عشرہ تھا۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے قادیان سے لاہور جانے کا عزم فرمایا۔ اس سفر کیلئے یہ تقریب پیش آئی۔ کہ حضرت ام المومنینؓ کی طبیعت ناساز تھی۔ اور وہ بار بار لاہور جانے اور وہاں جا کر تبدیلی آب و ہوا کے ذریعہ صحتیاب ہونے پر زور دیتی تھیں۔ حضرت اقدس کو چونکہ اس سے پہلے اپنی وفات کے متعلق اطلاعیں مل چکی تھیں۔ اس لئے حضور قدرتاً سفر سے باز رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ میں ان دنوں قادیان ہی میں تھا۔ کیونکہ ۱۹۰۷ء میں بمعہ اپنے خویش و اقارب کے ہجرت کر کے قادیان میں آ رہا تھا۔ ایک دن سرِ شام یہ اطلاع ملی۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے لاہور جانے کا عزم فرمایا ہے۔ اس لئے ایک دو چھکڑے اور ایک آدھ بہلی اور شاید ایک دو یکے بھی شام ہی کو بٹالہ جانے کے لئے تیار کھڑے پائے گئے۔ حضور نے فجر دم روانہ ہونا تھا۔ میں اور دوسرے کئی احمدی تھوڑی رات رہے جبکہ لوگ تہجد کی نماز میں مشغول تھے۔ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر احمدی بازار میں آئے۔ تاکہ حضرت اقدس کی روانگی کے وقت کوئی خدمت بجا لائیں جب ہم مسجد مبارک کے قریب آئے۔ تو کسی نے بتایا۔ کہ حضرت اقدس نے اپنا سفر ملتوی کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ کو یہ الہام آج شب کو ہوا ہے :۔

مباش ایمن از بازیٔ روزگار

آپ خائف ہوتے اور اس روز سفر کو ملتوی کر دیا۔ ایک دو روز کے بعد حضرت ام المومنین نے پھر لاہور جانے پر زور دیا۔ تو آپ خدا کا نام لے کر چل ہی پڑے۔ اپنے ہاتھ سے مکان کو تالا لگایا۔ اور تمام اہل بیت کے ہمراہ عازم سفر ہوئے۔ اور بٹالہ پہنچ گئے۔ بٹالہ جا کر آپ نے فرمایا۔ کہ چند روز بٹالہ ہی میں قیام کرتے ہیں۔ لاہور جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ حضرت ام المومنین کی خاطر منظور تھی۔ لہذا لاہور کو روانہ ہو گئے اور اسی روز وہاں بخیر و عافیت پہنچ گئے۔

میں نے اس سال ٹریننگ کالج لاہور میں داخل ہونا تھا۔ چنانچہ ماہ مئی کے نصف کے قریب میں وہاں پہنچ گیا اس طرح مجھے غالباً دو ہفتے تک لاہور میں رہنے اور حضرت اقدس کے آخری حالات اور واردات کو بچشم خود دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور میں احمدیہ بلڈنگز میں خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے مکان پر فروکش ہوا تھا۔ حضرت اقدس کی تشریف آوری لاہور کی تقریب سے سینکڑوں احمدی احباب دور و نزدیک سے آ کر دن رات احمدیہ بلڈنگز میں ڈیرے ڈالے پڑے رہتے تھے۔ رات کو احمدیہ بلڈنگز کے وسیع میدان میں گھاس پر چٹائیاں بچھا کر سو رہتے تھے۔ حضور حسبِ معمول دن کے وقت نمازوں میں باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ خدام اور زائرین کا ان اوقات میں جمگھٹا ہوتا تھا۔ سائل اپنے سوالوں کا جواب تسلی بخش پاتے تھے۔ اور دیدار کے بھوکے حضور کے روشن چہرہ ہی کو دیکھ کر سیراب ہو جاتے۔ مفتی محمد صادق صاحب ان دنوں اخبار بدر کے ایڈیٹر تھے۔ ان کو حضرت اقدس نے لاہور میں بلوا کر حکم دیا تھا۔ کہ حضور کے قیام لاہور تک اخبار 'بدر' لاہور ہی سے شائع ہوا کرے۔ چنانچہ حضورؑ کی ڈائری اور تازہ الہامات لاہور ہی سے بذریعہ اخبار خریداروں کی خدمت میں ارسال ہوا کئے۔

غالباً ۱۹۔ یا ۲۰ مئی کو حضور پرانے مرض اسہال سے بیمار ہوئے۔ اور دو تین دن صاحب فراش رہے ۲۲ مئی کو جمعہ کا روز تھا۔ حضور کو افاقہ ہو گیا اور حضور جمعہ کی نماز میں شریک ہوئے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے خطبہ دیا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر حضور اپنے قیامگاہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ میں نے اور صوفی حافظ غلام محمد صاحب بی۔ اے نے لپک کر گلی کے اندر حضور سے مصافحہ کیا۔ میں نے حضور کے چہرہ کو دیکھا۔ تو گلاب کے پھول کی طرح کھلا ہوا پایا۔ بیماری کی کوئی علامت نہ تھی۔ اس سے اگلے دن حضور نے شہر کے بعض ہندو شرفاء کی درخواست پر ایک لیکچر لکھنا شروع کیا۔ جس کا نام "پیغام صلح" تجویز ہوا تھا۔ ایک کاتب نے ساتھ کے ساتھ کتابت بھی شروع کر رکھی تھی۔ اس لیکچر کا موضوع "ہندو مسلم اتحاد" تھا۔ اور آپ کی وفات کے بعد چھپ گیا تھا۔ اس میں "ہندو مسلم اتحاد" کا جو بنیادی اصل قائم کیا گیا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

باوجود اس وقتی صحت یابی کے حضور ہر وقت سفرِ آخرت کے لئے تیار نظر آتے تھے۔ وجہ یہ تھی۔ کہ حضور کو پچھلے دو سالوں میں پے در پے خبریں اپنی وفات کی ملتی رہی تھیں۔ اور اب دوران قیام لاہور میں ذیل کے تازہ الہامات ہوئے تھے :۔

(۱) مکن تکیہ بر عمر ناپائدار

(۲) الرّحیلُ ثمّ الرّحیلُ -

(۳) مت ڈرو مومنو -

(۴) خوشیاں منائیں گے -

یہ اخبار میرے سامنے اخبار بدر میں چھپکر شائع ہوئے - اس سے قریبًا ایک ماہ پیشتر جبکہ آپ لاہور جانے کی تیاری کر رہے تھے - اس وقت بھی آپ کو "الرحیل ثم الرحیل" کا الہام ہؤا تھا - لیکن اکثروں نے اس وقت یہ خیال کیا - کہ حضورؑ کوئی سفر کریں گے - سفرِ آخرت کا خیال شاید ہی کسی کو آیا ہو -

ایک دن کا ذکر ہے - کہ نماز عصر کے بعد حسب معمول آپ مصلّے پر بیٹھے تھے - احباب کا ایک گروہ جھُرمٹ ڈالے اردگرد بیٹھا ہؤا تھا - خواجہ کمال الدین صاحب بھی موجود تھے - "پیغام صلح" کا مضمون کاتب لکھ رہا تھا - اور خواجہ صاحب اپنی نگرانی میں اُسے لکھوا رہے تھے - حضورؑ نے پوچھا - کہ خواجہ صاحب! مضمون کا کیا حال ہے؟ خواجہ صاحب نے کہا - کہ حضورؑ کاتب لکھ رہا ہے - حضورؑ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب - جلدی کیجیئے - کیا آپ دیکھتے نہیں - کہ ہماری صحت کا کیا حال ہے؟

یہ مضمون ایک جلسہ عام میں پڑھا جانا تھا - ۲۵ مئی کو آپ اپنا مضمون ختم کر چکے تھے - شام کے وقت بعد غروب آفتاب حسب معمول ہوا خوری کو جانے لگے - تو فرمایا کہ "آج ہم اپنا کام ختم کر چکے ہیں" - فی الواقعہ آپ کا یہ آخری کام ہی ثابت ہؤا - یہ کہہ کر مستوراتِ اہل بیت کی معیت میں بند گاڑی میں بیٹھکر ہوا خوری کو حسب معمول تشریف لے گئے - وہاں سے واپس آکر کھانے پر بیٹھے - حضرت خلیفہ ثانی مرزا محمود احمد سلمہ اللہ کی روایت ہے - کہ حضور نے چند لقمے کھائے تھے - کہ جائے ضرور میں جانے کی حاجت محسوس ہوئی آپ فورًا کھانے سے ہاتھ اُٹھا کر جائے ضرور میں چلے گئے - وہاں سے لوٹ کر بستر پر دراز ہو گئے - تھوڑے وقفے کے بعد پھر حاجت ہوئی - اور اسہال آنے لگے - گویا وہی مرض جس میں حضورؑ ہفتہ گذشتہ میں مبتلا ہوئے تھے، تین دن کے افاقہ کے بعد عود کر آیا - جماعت کے لوگوں میں کھلبلی مچ گئی - سب مضطرب الحال تھے - مگر اس بات کا غالبًا کسی کو بھی یقین نہ تھا - کہ حضور اگلی صبح کو داغِ مفارقت دے جائیں گے - آدھی رات کے وقت اکثر جماعت کے لوگ اُٹھ کر نماز تہجد میں مصروف ہو گئے - میں نے بھی نماز تہجد پڑھی - اور دو نفل خاص حضور کی صحت کی دعا کے لئے پڑھے - اس وقت میر محمدؐ اسحٰق صاحب اتفاقًا باہر آئے - تو میں نے ان سے حضور کی طبیعت کا حال پوچھا - انہوں نے کہا - کہ حضور کو دست آتے رہے ہیں - میں نے پوچھا - کیا کوئی قے بھی آئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا - کہ ہاں قے بھی آئی ہے - سحری کے وقت یعنی نماز فجر کی اذان سے ذرا پہلے سید محمد احسن صاحب امروہی باہر تشریف لائے - میں نے ان سے حضور کا حال پوچھا - انہوں نے کہا - کہ تکلیف بہت ہے - اور حضور نے کچھ وصیت بھی کی ہے - یہ ان کا خیال صحیح نہ تھا - وصیت تو حضور ۲½ سال پہلے ہی کر چکے تھے - بات یہ تھی - کہ حضور سے بوجہ انتہائی ضعف بولا نہیں جاتا تھا - اس لئے حضور نے کاغذ پر لکھ کر بتائی - جو الفاظ حضور نے کاغذ پر لکھے وہ یہ تھے :-

"تکلیف یہ ہے کہ بولا نہیں جاتا - دوا دی جائے"

یہ الفاظ سوائے ایک شخص یعنی میر مہدی حسین صاحب کے اور کسی سے پڑھے نہیں جاتے تھے - میر صاحب نے پڑھ کر بتایا - کہ یہ فقرہ لکھا ہے -

بہت سے خدام خدمت میں حاضر تھے - ہر دو ڈاکٹر صاحبان یعنی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم اور ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ مرحوم - سید محمد احسن صاحب - خواجہ صاحب و حضرت خلیفہ اول و حضرت خلیفہ ثانی وغیرہم تمام شب خدمت میں حاضر رہے - کوئی سائیکل پر دوڑا جا رہا ہے - کوئی بھاگا بھاگ شہر سے احمدیہ بلڈنگز کو آ رہا ہے - اتنے میں فجر کی اذان ہوئی - میر مہدی حسین صاحب کی روایت ہے - کہ حضور نے اذان سنکر پوچھا کہ کیا فجر ہو گئی ہے - اور جب حضور کو جواب دیا گیا - کہ ہاں - حضور فجر ہو گئی ہے - تو حضور نے پلنگ پوش پر ہاتھ مار کر تیمم کیا - اور لیٹے لیٹے نماز پڑھی - اس کے بعد تکلیف بڑھتی چلی گئی - مجھے اسی روز ہیڈ ماسٹر صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول نے قادیان بلایا تھا - اس لئے مجبورًا ۹ بجے دن کے قریب میں احمدیہ بلڈنگز سے روانہ ہو کر ریلوے سٹیشن پر پہنچ گیا - دس بجے گاڑی روانہ ہونی تھی - میں نے بٹالہ کا ٹکٹ لیا اور گاڑی میں سوار ہو گیا - اُدھر ٹھیک دس بجے حضور کی روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی - انا للہ و انا الیہ راجعون -

حضور کی وفات کے بعد فورًا جماعتوں کے سکرٹریوں یا پریذیڈنٹوں کے نام - گورنمنٹ آف پنجاب اور انڈیا کے نام - مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے نام - قادیان میں مولوی محمد علی صاحب ایم - اے کے نام تاریں ارسال کی گئیں - قادیان میں تار خبر شام کے پانچ بجے کے قریب پہنچی - میں بھی لاہور سے چار بجے کے قریب قادیان پہنچ گیا تھا - ان دنوں بٹالہ سے قادیان تک بذریعہ کچی سڑک کے جو اب تک موجود ہے یکّوں میں بیٹھ کر سفر کرنا پڑتا تھا - چنانچہ بٹالہ پہنچ کر میں نے یکّہ لیا - میرا ہمسفر اس روز اتفاقًا لالہ شرمپت تھا - جو قادیان کا باشندہ اور حضرت اقدس کی بہت سی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا چشمدید گواہ تھا - انہوں نے مجھ سے حضرت صاحب کا حال دریافت کیا - میں نے کہا کہ میں حضور کو بہت تکلیف کی حالت میں چھوڑ کر چلا تھا - انہوں نے کہا - کہ وہ بیمار تو پہلے بھی رہتے ہیں - میں نے کہا - آج زیادہ بیمار تھے - اور ایمان کی بات تو یہ ہے - کہ مجھے بوجہ فرطِ محبت کے یہ یقین ہرگز نہ تھا - کہ حضور ضرور بالضرور آج ہی فوت ہو جائیں گے - اسی لئے میں نے بجز مولوی محمد علی صاحب کے اور کسی کے پاس فورًا اس کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا - لیکن ایک گھنٹہ شاید گذرا ہوگا کہ حضور کی وفات کی خبر قادیان میں پہنچ گئی - تمام قادیان شام کے وقت اسی طرح 'ماتم کدہ' بنا ہؤا تھا جس طرح صبح کے دس بجے احمدیہ بلڈنگز کی عمارات ماتم کدہ بنی ہوئی تھیں -

قادیان میں جب حضور کی وفات کی تار پہنچی - تو لوگوں کو یقین نہ آیا - کہ یہ خبر سچی ہے - بلکہ شبہ گذرا کہ شاید کسی دشمن نے تار دی ہو - اتنے میں جناب مولوی محمد علی صاحب نے شیخ یعقوب علی صاحب سے کہا - کہ گوہر صاحب (یہ خاکسار) ابھی ابھی لاہور سے آئے ہیں - اُن سے پوچھنا چاہیئے - نماز مغرب کا وقت قریب تھا - تمام مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی - میں مسجد میں پہنچا - میں نے حضور کی شدید علالت کا حال کھولکر بیان کیا اور جو الہامات حضور کو دو تین روز پیشتر ہوئے تھے - وہ بھی سنائے - تب لوگوں کو یقین آیا - کہ تار خبر سچی ہے - اور فی الواقعہ حضور رحلت فرما گئے ہیں -

اُدھر لاہور میں جب حضور کی وفات ہوئی - تو دن کے دس بجے کا وقت تھا - حضور کو غسل اور کفن دیا گیا - حضور کی وفات کی خبر سارے شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی تھی - جماعت کے لوگ دُور دراز محلوں سے آ آکر جمع ہوتے گئے - ظہر کے وقت نماز جنازہ پڑھی گئی - اور حضور کے جسد مبارک کو ایک تابوت میں رکھ کر اردگرد برف کے ڈلے احتیاطًا رکھے گئے - کیونکہ گرمی کا موسم تھا - ان دنوں ایک گاڑی ۱ بجے رات کے بٹالہ پہنچا کرتی تھی - اسی گاڑی میں حضور کی نعش مبارک بٹالہ لائی گئی - گاڑی کے ہمراہ بہت سے اصحاب تھے - لاہور میں حضور کی وفات پر مسلمانوں کے ایک گروہ نے یہودی مولویوں کے ایماء سے جو شرمناک مظاہرہ پیش کیا - وہ ان لوگوں کی روحانی اور اخلاقی موت پر گواہ ٹھہر گیا - ان لوگوں کو اتنی جرأت تو نہ ہوئی - کہ حضور کی نعش کے قریب آکر پھٹکیں - اور آج سے اُنیس سو برس پیشتر کے یہودیوں کی طرح مسیح وقت کی بیحرمتی پر قادر ہو سکیں - لیکن اس میں شک نہیں - کہ ان لوگوں نے ایک انوکھی کرتوت[ہ] کر کے دنیا جہان کو دکھا دیا - کہ وہ اپنے بھائیوں یعنی مسیح ناصری کے وقت کے یہودیوں سے کسی طرح رتبہ میں کم نہیں -

---

[ہ] اوباشوں کے ایک گروہ نے ایک مصنوعی جنازہ تیار کر کے اور ایک شخص کو چارپائی پر لٹا کر ایک جلوس نکالا - اور احمدیہ بلڈنگز کے پاس سے ماتم کرتے ہوئے گذرے - مرزا مویا منگلوار ہے تے - مرزا مویا منگلوار' وہ جاہل اور بیوقوف حضرت اقدس کے منگل کے دن فوت ہونے پر خوشیاں مناتے تھے - لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا - کہ ایک نبی یا اوتار کا منگل کے دن وفات پانا تو دنیا کی تباہی یا مصائب شدید کے نزول کا پیش خیمہ تھا - خود نبی کی ذات پر تو اس سے کچھ حرف نہ آسکتا تھا کیا اس سے پہلے کوئی نبی یا ولی منگل کے دن فوت نہیں ہؤا تھا؟ منگل کی حقیقت اور اثرات کا اثر یہ نام کے مسلمان کیا جانیں - کسی ہندو جوتشی یا فاضل پنڈت سے پوچھئے - وہ تم کو بتائیگا کہ منگل کے دن فوت ہونے والا نبی جھوٹا نہیں ہوسکتا - یہ بات میں نے اپنی ذاتی واقفیت اور ایک پنڈت کی شہادت کی بنا پر لکھی ہے - منہ

اگر خدا کا خاص فضل مسیح محمدی کے ساتھ شامل نہ ہوتا تو وہ ضرور اسی طرح کے کام کر کے دکھا دیتے۔ جو اہل یہودیوں نے یروشلم کے شہر میں کئے تھے۔ بلاشبہ ان کی نیت وہی ہوگی۔ جو آج سے ۱۹۰۰ برس پیشتر کے یہودیوں کی تھی۔ اور چونکہ اعمال کا بدلہ نیتوں پر موقوف ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ اس لئے ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ لوگ حشر کے روز اپنے اس عمل کا بدلہ اسی رنگ میں پائیں گے۔ جس رنگ میں مسیح ناصری کے دشمن۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ +

ادھر جب قادیان میں حضور کی وفات حسرت آیات کی خبر پہنچی۔ تو عشاء کی نماز کے بعد بے شمار اصحاب جن میں عاجز راقم بھی شامل تھا۔ پیدل یلغار کرتے ہوئے قادیان سے روانہ ہوئے۔ اور رات رہے وہاں پہنچ گئے۔ صبح کی نماز بٹالہ میں باجماعت پڑھی گئی۔ اس کے بعد یہ تجویز پاس ہوئی۔ کہ حضورؑ کی نعش مبارک کو چارپائی پر رکھ کر مخلصین جماعت ہاتھوں ہاتھ قادیان پہنچا دیں۔ چنانچہ اسی طریق پر سلسلے کے نوجوانوں نے جن میں خاکسار بھی شامل تھا، حضور کی نعش مبارک کو نہایت امن اور آرام کے ساتھ ۹ بجے کے قریب قادیان پہنچا دیا۔ حضور کی نعش حضور کی بارہ دری میں لے جا کر رکھی گئی۔ جو مقبرہ بہشتی کے ساتھ ملحق ہے۔ مرزا سلطان احمد صاحب کے آموں کے باغ میں حضرت خلیفہ اول نور الدین اعظم نے جو قبل ازیں منصب خلافت کے لئے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے منتخب ہو چکے تھے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور عصر کے وقت حضور کی نعش مبارک بہشتی مقبرہ میں دفن کی گئی ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گُل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

لاہور میں حضور کا قریباً ایک ماہ قیام رہا۔ اس عرصہ میں جو اہم واقعات پیش آئے۔ ناظرین کے استفادہ کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ اکابر ہنود اور مسلمین سے ملاقاتیں۔

مسلمانوں میں سر میاں فضل حسین صاحب مرحوم ایک خاص غرض لے کر حضور کی ملاقات کو آئے۔ اور حضور سے استدعا کی۔ کہ حضور اور حضور کی جماعت عام مسلمانوں کو کافر کے لقب سے یاد نہ کریں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اس بارہ میں ہم نے پہل نہیں کی۔ بلکہ اول مسلمان مولویوں نے مجھے کافر ٹھیرایا۔ اب حدیث کی رو سے ہمارا حق ہے کہ ہم انہیں کافر قرار دیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ اگر دوسرے مسلمان آپ کو کافر کہتے ہیں۔ تو کہیں۔ مگر آپ نہ کہیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ یہ بات تو شرع شریف کے خلاف ہے۔ یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ (ملخص بالفاظ خود)

۲۔ جلسۂ دعوت

حضور نے شہر کے اکابر مسلمین کو جنمیں شہزادہ محمد ابراہیم بھی شامل تھے، دعوت دی۔ اس دعوت کا اہتمام خواجہ کمال الدین صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب وغیرہم کے سپرد تھا۔ جب تمام معززین جمع ہو گئے۔ تو حضور نے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک ایک موثر تقریر فرمائی۔ جس میں مختلف اسلامی مسائل پر روشنی ڈالی۔ پردہ کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ اور مسئلہ نبوت اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پر بھی بحث کی۔ حضور نے فرمایا۔ کہ جس مذہب کی پیروی سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف اس کے متبعین کو حاصل نہ ہو۔ وہ مذہب مردہ ہے۔ اسی طرح خدا جس طرح پہلے زمانوں میں انسان کو مقام نبوت تک پہنچاتا تھا۔ کیا نعوذ باللہ اب وہ مر گیا ہے۔ کہ اب نبی نہیں بنا سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضور نے ختم نبوت کی بھی وضاحت فرما دی۔ کہ اب کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ اتنے میں کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حضور نے سامعین سے پوچھا۔ کہ کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ اگر آپ کہیں تو تقریر جاری رکھوں۔ نہیں تو تقریر کو بند کر دوں۔ اس پر حاضرین نے کہا کہ جسمانی غذا تو ہر روز کھاتے ہی ہیں۔ روحانی غذا تو کبھی کبھی ملتی ہے۔ لہذا حضور نے اپنی تقریر پھر جاری فرما دی۔

ابناء زمانہ کی عقلوں پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے کہ باوجود حضور کی پوری وضاحت کے پھر بھی انکو مسئلہ ختم نبوت کی سمجھ نہ آئی۔ کیونکہ تقریر سے دو یوم گذرنے پر اخباروں میں مسئلہ نبوت پر طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اخبار عام جس کا ایڈیٹر ایک سناتنی پنڈت تھا۔ اُس نے جلسہ دعوت کی تقریر کی بناء پر اپنے اخبار میں یہ رپورٹ شائع کی۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے دعوئ نبوت سے انکار کر دیا۔ لیکن آپ کی وفات پر ایک مسلمان مولوی نے ایک اسلامی اخبار میں یہ بیان دیا۔ کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب نے جلسۂ دعوت میں یہ گستاخانہ کلام کیا تھا۔ کہ کیا خدا اب مر گیا ہے کہ وہ نبی نہیں بنا سکتا۔ اس لئے آپ کو موت نے آ پکڑا۔ ان کوڑ مغزوں کو آج تک یہ سمجھ نہیں آئی۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی بھی اور کسی وقت بھی ایسی مستقل نبوت کا دعوی نہیں فرمایا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے الگ اور اُسے منسوخ کرنے والی ہو۔ آپکی نبوت نبی کریم کی نبوت تھی۔ اور آپ کا دعوئ نبوت نبی کریمؐ کے نام پر تھا

۳۔ مضمون لمبا ہوتا جاتا ہے۔ اور قابل بیان باتیں بہت ہیں۔ لہذا ایک دو ضروری امور بیان کر کے میں اپنا بیان ختم کر دوں گا۔

مئی ۱۹۰۸ء کا نصف آخر تھا۔ مولوی ابراہیم سیالکوٹی جو اہل حدیث ہیں۔ انہوں نے وفات مسیح کے بوسیدہ مضمون سے متعلق مباحثہ کرنا چاہا۔ اور اس بارہ میں حضور سے خط و کتابت شروع کی۔ حضور نے مولوی محمد احسن صاحب کو ان کے ساتھ خط و کتابت کرنے کا حکم دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد احسن صاحب کے جواب ہی نے سیالکوٹی اہل حدیث کو خاموش کر دیا۔ اور وہ آگے نہ چل سکے۔ انہی ایام میں مولویوں نے اپنا سکہ عوام کے دلوں پر جمانے کیلئے ایک تدبیر نکالی۔ عصر کی نماز کے بعد اسلامیہ کالج کی زمین میں وہ اپنا اڈا جماتے تھے۔ یہ زمین اسلامیہ کالج کی Play Ground سے جانب غرب لب سڑک واقع تھی۔ اور اس میں کسی شخص کا لکڑی کا ٹال بھی تھا۔ ایک دو لکڑی کے تخت جوڑ کر سٹیج بنایا جاتا تھا جس پر کھڑے ہو کر مولوی اور سجادہ نشین باری باری حضور کی مخالفت میں تقریریں کیا کرتے تھے۔ ان مخالفین میں مولوی جعفر زٹلی۔ مولوی روحی پروفیسر عربی اسلامیہ کالج۔ جماعت علی شاہ جن کو پنجابی پیر یا پنجابیوں کا پیر ہونے کا دعویٰ تھا۔ اور شاید اب بھی ہے۔ مولوی ابراہیم سیالکوٹی اور اسی نوع کے دو ایک اور مدعیانِ علم و فضل تھے۔ یہ لوگ اپنے مُنہ کی پھونکوں سے نور اللہ کو بجھانا چاہتے تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کے ایک سرسبز اور پھلدار درخت کو کاٹنا چاہتے تھے۔ ان سے بڑھ کر ظالم اور کوڑ مغز کون ہو سکتا تھا۔ ہم لوگ بھی اس اکھاڑے کو دیکھنے جاتے۔ یہ لوگ فخر کی مونچھوں پہ تاؤ دیکر سر میدان للکارتے اور شیخی بگھارتے تھے۔ کوئی حضور کی کتب میں صرف و نحو کی غلطیاں نکالتا۔ کوئی مباحثہ کا چیلنج دیتا۔ کوئی معراج کا مسئلہ بیان کر کے عوام الناس کو مخاطب کرتا۔ اور کہتا۔ کہ دیکھو مرزا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کا منکر ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے۔ کہ معراج کے معاملہ میں مَیں خود صاحب تجربہ ہوں۔ اس پر جہلا جو لبِ سڑک قطار باندھے کھڑے ہوتے تھے۔ وہ توبہ توبہ پکار اُٹھتے۔ غرضیکہ اسی قسم کی غلط بیانیاں کر کر کے ہر روز راہ گذروں اور لب سڑک کھڑے ہونے والے جاہلوں کو یہ لوگ سلسلہ احمدیہ سے بدظن کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ یزیدی فوجوں نے حضرت امام حسینؓ کے خیمہ کو گھیر رکھا ہے۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ امام الزمان ان کی مونہہ کی پھونکوں اور ان کی تعلیوں سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیں۔ مگر یہ بات تو کربلا کے میدان میں بھی یزیدیوں کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ جبکہ حضرت امام حسینؓ کے ہمراہ صرف ۷۲ آدمی تھے۔ اور یہاں تو خدا کے فضل سے علاوہ ہزارہا جانباز سپاہیوں کے جو حضرت امام الزمان کے ہمراہ تھے۔ ملائکہ کی فوجیں بہر امداد موجود تھیں۔ پس ایسے میدان میں ان یزیدیوں کی کیا دال گلتی؟ ہر روز بکواس بک بک کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کراتے اور شام کو اپنا سا مُنہ لے کر گھروں کو چلے جاتے تھے۔ اور بجائے کسی برکت کے حصول کے چند ہزار لعنتیں ان کے حصے میں آ جاتی تھیں۔

۴۔ انہی دنوں میں جبکہ حضور لاہور میں مقیم تھے۔ یا اس سے کچھ پیشتر ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی مُرتد نے حضور کی وفات کے متعلق ایک الہام شائع کیا تھا۔ کہ ۱۴ ساون تک مرزا فوت ہو جائیگا۔

حضور تو خود ہی اپنی وفات کی خبریں وقتاً فوقتاً بذریعہ الہام شائع کر رہے تھے۔ شیطان نے موقعہ پا کر ڈاکٹر عبدالحکیم کے کان میں ایک آواز ڈالی۔ اور استراق السمع کے ذریعہ مندرجہ بالا الہام ڈاکٹر مذکور کو سنایا۔ اب یہ کیسا نازک وقت تھا۔ ادھر اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کو الرحیل ثم الرحیل کا الہام کرتا ہے دوسری طرف شیطان ڈاکٹر مذکور کو کہتا ہے کہ تم اشتہار دیدو۔ کہ مرزا ۱۴ ساون تک فوت ہو جائیگا۔

چنانچہ ڈاکٹر مذکور نے ایسا ہی کیا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے چونکہ صادق اور کاذب میں فرق کرکے دکھلانا تھا۔ اس لئے شیطان نے چند روز کے بعد ڈاکٹر مذکور کو کہا۔ کہ اب تم پہلے الہام میں تھوڑی سی ترمیم کرکے اشتہار دو کہ "مرزا ۴ر ساون کو فوت ہو جائیگا"۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ ۴۔ ساون ماہ جولائی ۱۹۰۸ء کی کوئی تاریخ تھی۔ لیکن حضرت اقدس اپنے رحمانی الہام کے مطابق اور ڈاکٹر مذکور کی ناک کاٹنے کے لئے ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہو گئے۔ پس ڈاکٹر مذکور کو اس کے اپنے ہی الہام نے جھوٹا ثابت کر دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاتمہ

میں شروع میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ چونکہ حضرت اقدس مسیح موعود کو اپنی قریبی وفات کے متعلق بہت سے الہامات اور کشوف ہو چکے تھے۔ لہذا آپ قدرتاً ایسے وقت میں کسی سفر کے خواہشمند نہ ہو سکتے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کو یہ منظور تھا۔ کہ آپ کی وفات ایک مجاہد فی سبیل اللہ کی وفات ہو۔ اور آپ دشمنوں کے مقابلہ میں لڑتے لڑتے اسلام کی راہ میں شہید ہوں۔ تاکہ نبوت کے ساتھ آپ کو شہادتِ کبریٰ کا درجہ بھی حاصل ہو جاتے۔ اگر آپ ماہ اپریل ۱۹۰۸ء میں عازمِ لاہور نہ ہوتے۔ تو ان تجلیاتِ الٰہیہ کا ظہور کیسے ہوتا۔ جو آپ کے قیام لاہور کے دوران میں ظہور پذیر ہوئیں۔ مسئلہ النبوت فی الاسلام ختم نبوت کفر و اسلام۔ غیر احمدی کا جنازہ اور ہندو مسلم اتحاد کے دو ٹوک فیصلے کیونکر صادر ہوتے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بات کیونکر معلوم ہوتی۔ کہ لاہور شہر میں ایسے اوباش بھی ہیں۔ جو خدا کے فرستادوں کی نعشوں پر پتھر پھینک کر کسی وقت سارے شہر کی ہلاکت اور بربادی کا موجب ہو سکتے ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع المہدیٰ ؛

آپ کی وسعتِ قلبی

سیرت المہدی کی ایک روایت

سیٹھی غلام نبی صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک مرتبہ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے فرمایا۔ کہ لوگ حضرت صاحب کو تنگ کرتے ہیں۔ اور بار بار دعا کے لئے رقعہ لکھکر اوقات گرامی میں حارج ہوتے ہیں۔ میں نے خیال کیا۔ کہ میں ہی حضور کو بہت تنگ کرتا ہوں۔ شاید روئے سخن میری ہی طرف ہو۔ سو میں اسی وقت حضور کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ اگر حضور ہماری ان باتوں سے تنگ ہوتے ہوں۔ تو ہم انہیں چھوڑ دیں حضور نے فرمایا **نہیں نہیں بلکہ بار بار لکھو**۔ جتنا زیادہ یاد دہانی کراؤ گے۔ اتنا ہی بہتر ہوگا ؛

سیرت المہدی کا ایک پہلو

اپنے دوستوں کی بات ماننا

سردار مصلح الدین صاحب کے قلم سے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کان خلقہ القرآن۔ اسی طرح اگر مجھ سے کوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق کے متعلق سوال کرے۔ تو میں کہوں گا ؎

ز اخلاقِ کریم او چہ گویم
دریں ایواں نبیؐ را یادگارے

حضرت اقدس کے اوصاف اور ان کا بیان؟ یہ میرے جیسے کوتاہ قلم کو کہاں یارا ہے۔ کہ انہیں بیان کر سکے۔ اول تو ان کی حد بندی نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ جس کو بھی دیکھو۔ وہ ایسا جاذب اور دلکش ہے۔ کہ ایک سے گذر کر دوسرے تک پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا اینجاست

ماموران الٰہی تو کلمات اللہ ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً۔ پس مجھے کہاں مقدور کہ اس کلمۃ اللہ کی شبیہ مبارک کے کسی ایک رُخ کی کوئی تصویر بنا سکوں۔ اگر مانی و بہزاد بھی قلم کاری کریں تو ہمارے مسیحا کے کسی ایک حسن کے ایک رُخ کی تکمیلِ تصویر سے بھی اپنے آپ کو عاجز ہی پائیں۔ حضرت کی سیرت کے گلشن میں پھولوں کی اس قدر کثرت ہے۔ کہ میرے تنگ دامن میں بھلا وہ کیسے سما سکیں ؎

داماں نگہ تنگ گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

بہرحال میں ناظرین الحکم کے لئے صرف ایک نوع اور ایک رنگ و بُو کے چند پھولوں کا گلدستہ نذر لایا ہوں۔ کہ وہ ان کے مشامِ جان و ایمان کو تازہ کریگا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک وصفِ پاک قرآن کریم نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ یومن باللہ و یومن للمومنین و رحمۃ للذین اٰمنوا منکم (توبہ ع) اللہ پر ایمان لاتا ہے اور مومنوں کی بات مانتا ہے۔ اور جو تم میں سے ایمان لانیوالے ہیں۔ ان کے لئے رحمت ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یومن للمومنین کا خلق آپ کے ظلّ کے اندر پوری شان سے جلوہ فگن ہے۔ حضرت اقدس اس حد تک اپنے دوستوں کی بات مانتے تھے۔ کہ اگر حضرت کے اسی وصف پر ہی غور کیا جائے تو آپ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ برحق ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔

حضرت اقدس کے ایک دوست منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب اس طرح ہماری باتوں کو مانتے تھے۔ جس طرح کہ شفیق باپ اپنے لاڈلے بچوں کی بات مانتا ہے۔ منشی صاحب موصوف نے ایک واقعہ بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ صبح کے وقت میں اور منشی عبد اللہ صاحب سنوری حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے ہمیں ایک تازہ الہام سنایا۔ خدا کی حکمت وہ تھوڑی دیر کے بعد پورا بھی ہو گیا۔ ہم نے حضرت صاحب سے عرض کیا۔ کہ آپ ہمیں اس خوشی میں گوشت کھلائیں۔ آپ نے فرمایا کہ بہت اچھا۔ گھر میں گوشت پکنے کی ہدایت فرما دی۔ دوپہر کو جب کھانے کا وقت آیا۔ تو حضرت ام المومنین کو ایک مذاق سوجھا۔ آپ نے بوٹیاں تو سب الگ کر لیں۔ اور ایک قاب میں شوربہ ڈالکر حضرت کے ہاتھ باہر بھیجدیا۔ حضرت خوشی خوشی ہمارے ساتھ کھانے پر بیٹھ گئے اور کھانا شروع کر دیا۔ آخر مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے عرض کی۔ حضرت آپ نے تو ہمیں گوشت کھلانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اور یہ تو خالی شوربہ ہی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں منشی صاحب بے شک ہم نے تو گوشت کھلانے کا وعدہ کیا تھا۔ میں ابھی اندر سے گوشت لاتا ہوں۔ گھر میں جا کر کہا۔ کہ ہم نے تو گوشت کھلانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور آپ نے صرف شوربا ہی بھیجا ہے۔ تو حضرت ام المومنین نے کہا کہ بوٹیاں تو گھل گئی ہیں یہ سن کر حضرت باہر تشریف لائے اور حضرت ام المومنین کا جواب سنا کر پھر اسی طرح اطمینان سے بیٹھ گئے کہ گویا جیسے کہ حضرت ام المومنین نے کہا ہے واقعہ میں ویسا ہی ہوا ہے پھر مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں نے عرض کیا۔ حضرت بوٹیاں تو گھل گئیں۔ لیکن کیا ہڈیاں بھی گھل گئی ہیں۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا۔ کہ ہاں منشی صاحب آپ نے ٹھیک کہا۔ میں ابھی اندر جاتا ہوں۔ اور جا کر پوچھتا ہوں کہ کیا ہڈیاں بھی گھل گئی ہیں۔ حضرت

واجبی نرخ پر عمدہ کتابت کرانے کا پتہ:- قاضی نور محمد خوشنویس کاتب الحکم و المدینہ محلہ دارالفضل قاد

اندر تشریف لے گئے۔ اور میری بات گھر والوں کے سامنے دُہرا دی۔ توحضرت ام المومنین ہنس پڑیں۔ اور کہا۔ کہ میں نے تو مذاقاً ایسا کیا تھا۔ اور ایک اور قاب بوٹیوں سے بھر کر دے دیا۔

سبحان اللہ! کیا ہی ماننے والا دل تھا۔ کہ اگر ایک مومنہ نے مذاقاً یہ کہہ دیا۔ کہ بوٹیاں گھل گئی ہیں۔ تو اُسے ایسا ہی درست مان لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ کوئی مصری کی ڈلی کے متعلق کہے۔ کہ وہ پانی میں گھل گئی ہے ؛

منشی صاحب موصوف نے ایک اور واقعہ بیان کیا۔ کہ ابتدائے ایام کی بات ہے۔ کہ حضرت اقدس ایک دفعہ جالندھر تشریف لے گئے۔ ان ایام میں شہر میں ہیضہ کی شکایت پیدا ہو گئی۔ ایک روز محکمہ حفظان صحت کی طرف سے منادی کرائی گئی۔ کہ فلاں فلاں چیز نہ کھائی جائے۔ جب وہ منادی والا حضرت کی قیام گاہ سے گذرا۔ توحضرت نے خدام سے دریافت فرمایا۔ کہ کیا اعلان ہوا ہے۔ تو میں نے مذاقاً کہا۔ کہ حضرت اعلان یہ ہوا ہے۔ کہ چونکہ ہیضہ کے ایام ہیں اس لئے پوری کچوری خوب کھائیں۔ باوجودیکہ حضرت طبیب تھے اور جانتے تھے۔ کہ یہ چیزیں ایسے ایام میں مضر ہوتی ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت کا یؤمن للمومنین کا وصف اس قدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ جونہی آپ نے مجھ سے یہ سنا۔ فوراً جیب سے پیسے نکالے۔ کہ منشی صاحب جلدی جاؤ۔ پوریا کچوریاں لاؤ۔ کہ ہم اپنے دوستوں کو کھلائیں۔ تو میں نے کہا۔ حضرت ہیضے کے ایام میں پوری کچوری کا کیا جوڑ۔ میں نے تو ہنسی سے ایسا کہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے سمجھا۔ کہ چونکہ حفظان صحت والوں کی طرف سے اعلان ہوا ہے۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ ان کی تحقیق جدید میں یہ چیزیں مفید پائی گئی ہوں ؛

منشی صاحب موصوف نے ایک اور واقعہ بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت ام المومنین نے حافظ حامد علی صاحب کو ایک روپیہ دے کر کوئی سودا لانے کے لئے بازار بھیجا۔ حافظ صاحب سودا لائے۔ اور آکر دستک دی۔ توحضرت دروازے پر تشریف لائے۔ حافظ حامد علی صاحب نے حضرت کے ہاتھ میں سودا دے دیا۔ اور ساتھ ہی عرض کیا۔ کہ حضور اتنے کا یہ سودا ہے۔ اور باقی یہ پیسے پیش خدمت ہیں۔ حضرت نے اندر جا کر سودا بھی دے دیا۔ اور پیسے بھی دے دئے۔ توحضرت ام المومنین نے کہا۔ کہ جو حساب حافظ حامد علی نے بتلایا ہے وہ غلط ہے۔ باقی اتنے پیسے ہونے چاہیئے تھے۔ آپ نے فرمایا اچھا میں ابھی میاں حامد علی سے جا کر کہتا ہوں۔ حضرت پھر باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا میاں حامد علی۔ گھر والے کہتے ہیں۔ کہ باقی اتنے پیسے چاہیئے تھے۔ حافظ حامد علی صاحب طبعاً کچھ تیز طبیعت واقع ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ وہ (ام المومنین) کیا حساب جانیں۔ اتنے کا سودا اور باقی اتنے پیسے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میاں حامد علی۔ واقعی وہ کیا حساب جانیں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر اندر تشریف لے گئے اور جا کر حافظ حامد علی صاحب کا جواب سنا دیا۔ حضرت ام المومنین نے پھر اپنا حساب بتلایا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں! ہاں! آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ اور پھر باہر تشریف لائے۔ الغرض دو تین مرتبہ حضرت کو اندر اور اندر سے باہر آنا جانا پڑا۔ اور اپنے خادم اور اپنی اہلیہ مکرمہ دونوں کی بات صدق دلی سے صحیح مانتے رہے۔

ملک غلام حسین صاحب رہتاسی مہاجر نے سُنایا۔ کہ ایک دفعہ حضرت نے مجھے فرمایا۔ کہ غلام حسین ہمارا جُوتا ٹوٹ گیا ہے۔ بازار جاؤ اور اسے مرمت کرا لاؤ۔ اور اگر کوئی نیا جوتا ملے۔ تو وہ بھی لے آؤ۔ میں جوتا مرمت کروا لایا۔ جب حضرت نے اُسے پہنا۔ تو حضرت کے پاؤں کو چبھنے لگا۔ میں پھر بازار میں گیا۔ تو مجھے ایک قریب کے گاؤں کا موچی جوتا بیچتا ہوا مل گیا (ان دنوں بازار میں جوتا فروش کی دکان نہ ہوتی تھی) میں نے اس سے دام پوچھے۔ اس نے چودہ آنے بتلائے۔ میں نے گیارہ آنے کو لینا کر لیا۔ اُسے ساتھ لے کر میں حضرت کے گھر کی طرف آیا۔ اُسے میں نے مسجد کی سیڑھیوں کے نیچے کھڑا کر کے کہا۔ کہ تم یہاں ٹھہرو۔ میں اوپر سے پیسے لاتا ہوں۔ اُسے نیچے کھڑا کرنے سے میری یہ غرض تھی۔ کہ میں حضرت کی طبیعت کو جانتا تھا۔ کہ جو کچھ بھی آپ کو کوئی کہے۔ آپ فوراً مان لیتے تھے۔ تو میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ یہ موچی حضرت کے سامنے ہو کر جتنے پیسے مانگے گا۔ اُتنے ہی حضرت فوراً دے دینگے۔ میں نے اوپر جا کر دستک دی۔ حضرت تشریف لائے جوتا پہنا اور فرمایا۔ بہت اچھا ہے۔ قیمت دریافت فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ گیارہ آنے۔ آپ نے فرمایا۔ اتنی تھوڑی؟ آپ نے مجھے ایک روپیہ دیدیا۔ نیچے آکر اس میں سے میں نے گیارہ آنے موچی کو دے دئے اور باقی پانچ آنے لے کر پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ میاں یہ تم ہی رکھ لو۔

مولوی فضل الٰہی صاحب مہاجر قادیان نے سنایا۔ کہ غالباً سنہ ۹۶-۹۷ء کی بات ہے۔ حضرت اقدس شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کے مکان بمبئی ہوس لاہور میں قیام فرما تھے۔ اس کے قریب ہی ایک میدان تھا۔ اس میں ایک یورپین عورت شیشوں میں سے کچھ تصاویر دکھاتی تھی۔ بعض خدام نے عرض کیا۔ کہ حضرت یہ تصاویر دیکھنے کے قابل ہیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ جس شیشے پر کوئی دوست نگاہ رکھ کر کوئی منظر دیکھتا۔ اور اُسے وہ پسند آتا۔ وہ کہتا۔ حضرت یہ دیکھئے یہ بہت اچھا ہے۔ آپ فوراً اُسے دیکھتے اور فرماتے۔ واقعی یہ بہت اچھا ہے۔ اور دوسرا دوست اپنی پیش نظر تصویر کو دیکھ کر کہتا۔ کہ حضرت یہ بڑی اچھی ہے۔ اِسے دیکھئے۔ پھر آپ اُسے دیکھتے۔ اور فرماتے کہ ہاں یہ بہت اچھی ہے۔ الغرض حضرت ہر ایک دوست کی بات کو اس طرح مانتے جس طرح کہ ایک بچہ مانتا ہے ؛

مولوی صاحب موصوف نے ایک اور واقعہ بیان کیا۔ کہ بٹالے کے مہر نبی بخش صاحب نے ایک دفعہ عرض کیا۔ کہ حضرت ختم اللہ علیٰ قلوبھم کی مجھے بھی ایک تفسیر سوجھی ہے۔ کیا میں سناؤں۔ آپ نے فرمایا۔ سناؤ۔ تو اُس نے کہا۔ کہ حضرت اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ نے ان کے دلوں پر ختم پڑھ دیا۔ حضرت نے بصد شوق اس کی یہ تفسیر سن لی۔ اور حسب عادت مُنہ پر پگڑی کا شملہ رکھ کر صرف تبسم فرما دیا ؛

لاہور میں ایک دوست میاں احمد دین ڈوری باف تھے۔ غریب آدمی تھے۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ حضرت ہمارے گھر چل کر کھانا تناول فرمائیں۔ ان کا مکان تنگ و تاریک تھا۔ اور تنگ گلی کوچہ میں واقع تھا۔ لیکن حضرت نے بصد خوشی اپنے دوست کی بات کو منظور فرما لیا ؛

مخدومی مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ گورداسپور کا سفر درپیش تھا۔ سوال یہ درپیش تھا۔ کہ آیا سیدھے یکوں پر جائیں۔ یا بٹالہ سے ہو کر ریل کے ذریعہ جائیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ مفتی صاحب آپ کا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا۔ کہ حضرت ریل کے رستہ جانا بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں مفتی صاحب ریل کے رستہ جانا بہتر ہے۔ چنانچہ جب بٹالے پہنچکر ریل پر سوار ہوئے۔ تو گاڑی میں یہی تذکرہ فرماتے رہے۔ کہ ریل کی سواری بڑی اچھی ہے۔ اس میں بڑا آرام ملتا ہے۔ کسی دوسرے موقعہ پر پھر گورداسپور جانا تھا۔ تو پھر وہی ریل یا یکہ پر جانے کا سوال پیدا ہوا۔ ایک دوست نے کہا۔ کہ حضرت یکوں پر جانا اچھا ہے۔ گھر سے سوار ہونگے اور گھر میں جا اتریں گے۔ راستے میں تبدیلی وغیرہ کی زحمت نہ اُٹھانی پڑے گی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بہت اچھا ہے۔ پس حضرت یکے کے ذریعہ گورداسپور تشریف لے گئے ؛

حضرت سیر کو نکلتے۔ تو کوئی دوست عرض کرتا۔ کہ حضرت آج فلاں طرف چلیں گے۔ وہ بڑا اچھا رستہ ہے۔ آپ فرماتے ہاں! ہاں! وہ بڑا اچھا راستہ ہے۔ آپ اُدھر چل پڑتے۔ دوسرے روز دوسرا دوست کوئی اور رستہ تجویز کرتا۔ آپ فرماتے۔ ہاں! یہ بہت اچھا رستہ ہے۔ آج اِدھر ہی جائیں گے۔ رستے میں ہی چلتے چلتے کوئی دوست عرض کرتا۔ حضرت میں نے نظم سنانی ہے۔ آپ فرماتے بہت اچھا۔ اور فوراً زمین پر بیٹھ جاتے۔ نظم خوانی کا یہ عالم تھا۔ کہ خواہ کسی کی نظم کیسی ہی بے جوڑ اور بے ربط ہوتی۔ اور کیسی ہی طول طویل ہوتی۔ آپ ایسے ذوق و شوق سے سنتے رہتے۔ گویا کہ حسان یا ملک الشعراء اخطل کا کلام پڑھا جا رہا ہے۔

کبھی حضرت بیمار ہو جاتے۔ تو اگرچہ آپ خود اعلیٰ درجے کے طبیب تھے۔ لیکن دیسی۔ انگریزی جو بھی دوائی کوئی تجویز کرتا۔ آپ فوراً اُسے استعمال فرماتے۔ اگر کوئی خواب بین یہ کہہ دیتا۔ کہ حضرت میں نے یہ خواب میں دیکھا ہے۔ کہ اس کے لئے فلاں چیز مفید ہے۔ تو آپ اسے بھی استعمال فرما لیتے۔

۲۶ مئی کا دن!

مولانا الحاج عبدالرحیم صاحب نیّر احمدیہ مشنری لنڈن و افریقہ کے قلم سے

یادِ حبیب:۔ ۲۶ مئی کا دن قریب آرہا ہے آج سے اکتیس سال پہلے ۲۶ مئی کے دن احمدی جماعت کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ اور زمین نے ایک ایسے عظیم الشان انسان کو آسمان کی طرف رخصت کیا تھا کہ جس کی نظیر دنیا میں شاذ ہوا کرتی ہے۔ یعنی اس دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا تھا۔ اور اسی مہینے میں میں نے یادِ حبیب میں ذیل کے اشعار کہے تھے :۔

راتیں کٹتی ہوں جس کی جاناں۔ کہ درد و غم میں
وہ جانتا ہے جاں کی عاشق۔ کی جاں کنی کو
دلبر تھا ایک اپنا دلدار تھا یگانہ
بھرتا ہوں سرد آہیں کر یاد میں اُسی کو
ہیہات از وصال مشکل گو ہے وصال جاناں
رؤیا میں آکے لیکن ملتے ہیں احمدی کو
زر ہے نہ پر ہے آخر کیا تحفہ ان کو بھیجوں
لے جا نسیم سحری اس میری بے بسی کو
آنکھوں کا میرے پانی باد صبا تو لے جا
اس گل کی جا کے دینا ہر ایک پنکھڑی کو
جاناں تمہارے مُنہ سے نیّر میں نور چمکا
کیا مُنہ تھا ورنہ اس کا پاتا جو روشنی کو

عصر کا وقت قیامت کا وقت کہا جاتا ہے اور میں نے ایک رؤیا میں دیکھا۔ کہ قیامت آرہی ہے۔ اور عصر کا وقت ہے۔ اور میں نے اپنی لائبریری سے کشتی نوح لے کر بغل میں تھام لی ہے۔ اور موت کے لئے تیار ہوں۔ ہم نے ماہ مئی کی ۲۵ تاریخ کو عصر کے وقت جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سنا۔ وہ قیامت کا نشان تھا۔ اور اس کے بعد ہم بروزِ مصطفےٰ کو جسم عنصری کے ساتھ اس زمین پر دوسری عصر کے وقت نہیں دیکھ سکے۔ اس علامت قیامت یعنی مسیح موعودؑ کے ساتھ آخری نماز عصر خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں ادا کرنے کے بعد حضرت نے لاہور میں فرمایا۔ "کئی دنوں سے دست آرہے ہیں۔ اندر سے کھوکھلا معلوم ہوتا ہوں"۔ اور فرمایا۔ "ہم اپنا کام ختم کر چکے ہیں"۔ مسیح موعود کے ان الفاظ نے اس عصر کے وقت واضح کر دیا تھا۔ کہ حضور کی وفات قریب ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا تھا۔ کہ اپنے کام کو کامیابی سے ختم کرنے کے بعد اسہال کی بیماری سے جو دو زرد چادروں میں سے ایک تھی۔ حضور کا وصال مبارک ہوا۔ پس ہماری جماعت نوٹ کر لے۔ کہ حضور کا وصال دستوں کی بیماری سے ہوا نہ کہ کسی اور مرض سے۔ میں ان الفاظ کو جو حضرت کی زبان مبارک سے سُنے تھے۔ اب تک اپنے کانوں میں گونجتا ہوا پاتا ہوں۔ اور جب کبھی دشمن کسی کمزور روایت کی بناء پر حضرت مسیح موعود کے وصال کو کسی اور بیماری کی طرف منسوب کرتا ہے۔ تو میرے خون میں جوش آجاتا ہے۔ اور مجھے ہمیشہ آخری عصر کے وقت کی آخری صحبت اور حضور کے کلمات طیبات کہ دستوں کی وجہ سے اندر سے کھوکھلا معلوم ہوتا ہوں۔ یاد آجاتے ہیں۔ اور کانوں میں وہ آواز جس کا اب سننا ناممکن ہے۔ گونجتی ہے۔

یہاں مت کھڑے ہو:۔ ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی نماز مغرب کا وقت تھا جبکہ ڈاکٹر محمد حسین شاہ کے مکان میں حضرت مسیح موعود ؑ کو حضرت ام المومنین کے ہمراہ گھوڑا گاڑی میں سیر کر کے واپس آنے پر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور اس کے بعد ہمارا سورج غروب ہو گیا۔ اور احمدیہ بلڈنگ میں مسیح موعود کی آواز دوبارہ سننے میں نہیں آئی۔ دوسرے دن چاشت کے وقت ٹریننگ کالج کے بورڈنگ ہوس میں جبکہ میں چارپائی پر لیٹ گیا۔ تو رؤیا میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود تشریف لائے۔ اور احمدیہ بلڈنگز جسے اب غیر مبائع کوارٹرز کہا جاتا ہے۔ اس کے قریب ایک جگہ ہے۔ جہاں مخالف تقریریں ہو رہی ہیں حضرت نے فرمایا "یہاں مت کھڑے ہو" میں سمجھتا ہوں۔ مجھے ارشاد تھا۔ کہ اس مقام کے قریب بھی کھڑے نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہاں میری مخالفت ہو رہی ہے۔ الحمد للہ کہ میں نے اس ارشاد کی ابتک تعمیل کی ہے:۔

سٹیشن پر:۔ جب نعش مبارک سٹیشن پر پہنچ گئی اور حضرت ام المومنین سٹیشن پر تشریف فرما تھیں اور ہم لوگ نہایت افسردگی کی حالت میں ایک طرف کو بیٹھے تھے۔ تب ایک آریہ سماجی نے آکر کہا۔ کیوں صاحب اب کیا ہوگا۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ مرزا صاحب تو فوت ہو گئے۔ اب تم کیا کرو گے۔ میں نے جوش سے جواب دیا۔ ایک مرزا صاحب فوت ہوتے ہیں۔ مگر وہ دشمن کا سر کچلنے کے لئے پانچ لاکھ مرزا پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ جس سے دشمن پر یہ واضح کرنا مقصود تھا۔ کہ مسیح موعود زندہ ہیں۔ اور ان کا کام جاری رہیگا۔

حضرت مولانا نورالدین:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے وقت لوگوں کے ہوش و حواس پر اثر تھا۔ اور جماعت احمدیہ کو بے انتہاء صدمہ تھا۔ لیکن جو شخص اس وقت صبر و وقار سے کام لیکر جماعت کی تسکین کا باعث تھا۔ وہ حضرت مولانا حافظ نورالدین رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت مولوی محمد سعید صاحب حیدر آبادی بھی ان دنوں لاہور میں موجود تھے۔ انہوں نے نیز خاکسار اور مولوی حافظ غلام محمد صاحب نے حضرت موصوف کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضور ہم سے بیعت لیں۔ مگر موصوف نے فرمایا۔ جاؤ اپنا اپنا کام بدستور کرو۔ اور بیعت کا فیصلہ قادیان جا کر ہوگا۔ چنانچہ قادیان آکر بیعت ہوئی۔ اور حضرت مولانا بالاتفاق کل جماعت اور اہل بیت کے اجماع سے خلیفۃ المسیح اول منتخب ہوئے۔

میری دیوانگی:۔ بعض باتیں ایک کیفیت ہوتی ہیں انکا بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر جو میرے ساتھ گذرا۔ اس کا ایک پہلو اب دیوانگی معلوم ہوتا ہے۔ میں فرط محبت سے اور دماغ پر اسوقت کے خاص تاثرات کی وجہ سے یقین کر رہا تھا۔ کہ حضور علیہ السلام قادیان جا کر تیسرے دن زندہ ہو جائیں گے۔ اور ہر وقت دیکھتا رہا کہ نعش مبارک میں حرکت پیدا ہو۔ مگر یہ انتظار مایوسی کے ساتھ اسوقت تک جاری رہا۔ جبتک کہ حضور کو دفن نہ کر دیا۔ اس کے بعد بھی میں قبر پر سے عالم ربودگی میں مٹھی بھر مٹی اٹھا لایا۔ اور اسکی طرف دیکھتا ہوا مقبرہ سے آرہا تھا۔ کہ راستے میں مولانا شیر علی صاحب ملے۔ انہوں نے فرمایا "یہ کیا ہے"؟ اور انکے اس سوال پر مجھے ہوش آئی۔ اور میں نے کہا حضرت کی قبر سے مٹی اٹھا لایا ہوں۔ مولانا موصوف نے فرمایا۔ "اگر تمہارے جیسے مخلصین مٹی اٹھانے لگیں پھر تو ہڈیوں کا بھی احترام نہ رہیگا"۔ اور میں نے مٹی کو زمین پر پھینک دیا:۔

خلاصہ:۔ ۲۶ مئی کا دن مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں ہم پر یہ واضح کرتا ہے۔ کہ (۱) مسیح موعود کا وصال اپنا کام ختم کر چکنے کے بعد ہوا۔ (۲) حضور کا وصال جیسا کہ میری شہادت اور ڈاکٹر کے سرٹیفکیٹ سے ظاہر ہے کسی متعدی مرض سے نہیں ہوا۔ (۳) مسیح موعود کی وفات پر پہلا اجماع اور قلوب کا قدرتی میلان اس طرف تھا کہ خلافت ہو۔ اور خلیفہ اول حضرت مولانا نورالدین ہوں۔ اسی پر اجماع ہوا اور اسی پر عمل۔ (۴) دشمنوں کو خیال تھا۔ کہ اب سلسلہ عالیہ احمدیہ نابود ہو جائیگا۔ مگر مومنین کو یقین تھا۔ کہ یہ پودا پھولیگا پھلیگا۔ اور دنیا کے کناروں تک پھیلیگا۔ اور کہ پانچ لاکھ احمدی مسیح موعود کی تعلیم کو پھیلانے کیلئے کمربستہ ہونگے۔ انتہائی محبت کے جذبات نے ثابت کر دیا۔ کہ پہلے مسیح کا مُردوں میں سے جی اٹھنا ایسی ہی محبت سے متاثر دیوانگی تھی۔ جیسی کہ مجھ پر عائد ہوئی تھی۔ مسیح موعود نے زندگی میں دلائل اور سنت نبوی سے اور ۲۶ مئی کو خود فوت ہو کر حضرت ابن مریم کی وفات کو ثابت کر دیا ؀ اللھم صل علی محمد و علی عبدک المسیح الموعود ؀

بقیہ صفحہ ۱۳

چائے اور لسی ایک ہی وقت میں اگر کوئی کہتا۔ تو اُسے استعمال فرما لیتے۔

سید امیر علی شاہ صاحب مرحوم یا ان جیسا کوئی اور ملہم اپنے الہامات سنانا چاہتا۔ تو حضرت نہایت اطمینان سے ان کے غیر متناہی سلسلہ الہامات کو سنتے رہتے۔

الغرض حضرت کو اللہ تعالےٰ نے ایسا ماننے والا دل عطا فرمایا تھا۔ کہ اُس کے اندر کسی دوست کی بات کو رد کرنے کا خانہ ہی نہیں بنا تھا۔ اس کیفیت کو اگر مثال سے بیان کیا جائے۔ تو یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ مستعدی کے لحاظ سے حضرت اتنی جلدی بات مانتے تھے جس طرح کوئی چست خادم اپنے آقا کا حکم مانتا ہے۔ اور کسی بات کو درست سمجھنے کے لحاظ سے اسی طرح مانتے تھے۔ جس طرح کوئی معصوم بچہ کسی کی بات بلا حیل و حجت مانتا چلا جاتا ہے ؀

اللھم بارک وسلم علی محمد و علی آل محمد و
علی خلفائہ

شاہنامۂ احمدیت کا ایک شہ پارہ

باب چہارم

حضرت خاتم الاولیاء فی حُلل الانبیاء

ولادت باسعادت

قسم اجنالوی

ازل سے اک مسیحائی کا دن مرقوم قسمت تھا
مسلمانانِ عالم کے لئے جو یوم رحمت تھا
مقدّر تھا کہ ختم المرسلیں تشریف لے جائیں
مشیت تھی کہ اُن کے بعد ختمِ اولیاء آئیں
زمانہ منتظر بیٹھا تھا ہے وقتِ مسیحانہ
کہ پھر آباد ہونا تھا خدا کا پاک میخانہ
بنے جاتے تھے دلکش سب گلستانوں کے نظّارے
ہوائیں عیش کی بھرتی تھیں طرّارے پہ طرّارے
زمیں پر ابرِ رحمت پھول بن بن کر برستا تھا
مگر ابلیس رحمت دیکھکر ڈرتا۔ لرزتا تھا
ہمالہ کی بلندی پر نشانِ حق جو لہرایا
یہ تھا رُعبِ جہانگیری جُھکا ہندوستاں سارا
یہ کس امید پر سارا جہاں قربان ہوتا تھا
یہ کس آمد پہ استقبال کا سامان ہوتا تھا
زمیں اُٹھ اُٹھ کے بنتی جا رہی تھی کس کے آنے پر
قمر جُھک جُھک کے سجدے کر رہا تھا آستانے پر

تھا سب کچھ ایک دن پیشِ جوان فاطمی[1] ہونا
مقدّر میں لکھا تھا نذرِ نسلِ فارسی ہونا

وہ دن آیا کہ جس کے واسطے بے تاب تھے ذرّے
وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے قرآن کے وعدے
وہ دن جس کے لئے قدسی فرشتے گیت گاتے تھے
وہ دن جس کو کہ سُنکر بدگماں سب کانپ جاتے تھے
وہ دن جس کے لئے بے تاب تھے عالم کے نظّارے
وہ دن جس کے لئے زندہ یہ جنّ و انس تھے سارے

وہ دن جس کو محمدؐ کی مناجاتوں نے پالا تھا
وہ دن جسکو کہ مل کر چاندنی راتوں نے پالا تھا

وہ دن جس کے لئے شمس و قمر حیران پھرتے تھے
وہ جس کے دیکھنے کے واسطے تارے چمکتے تھے
وہ دن جس کے لئے گذری تھیں تیرہ صدیاں بالآخر
وہ جس کی راہ تکتا آسماں پر مہر تھا آکر
وہ دن جس پر کہ یہ لیلائے شب قربان ہوتی تھی
وہ جس کے زیر سایہ ملکۂ ایمان سوتی تھی
وہ دن کہ دیکھنے کو جس کے کائنات تھی باقی
وہ جس کے فیض سے دنیا میں مخلوقات تھی باقی
وہ دن جس کے لئے تھی گردشِ ایام دنیا میں
بدلتے رنگ تھے جس کے لئے سب کام دنیا میں

---

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فاطمی اور فارسی خون کی آمیزش سے پیدا ہوئے تھے۔ حیاۃ النبی جلد اول ص۱۵)

وہ دن جس کے لئے مٹی گل افشاں ہوتی جاتی تھی
بہار جاوداں نذر گلستاں ہوتی جاتی تھی
وہ دن جس نے مسرت کے بجایا آکے باجوں کو
بچایا آکے جس نے ملتِ احمدؐ کی لاجوں کو
وہ دن تھی منحصر جس پر کہ تکمیلِ مسیحائی
ہوئی صبحِ صداقت اور مبارک وہ گھڑی آئی
اندھیری رات میں پردے اُٹھے صبحِ صداقت کے
نظارے خود کئے چشمِ فلک نے شانِ رحمت کے

ندا ہاتف نے دی ارضِ حرم کے رہنے والوں کو
پکارا جوش میں رنج و الم کے سہنے والوں کو
کہ اے انساں بسرنو بحر و بر آباد ہوتے ہیں
ترے اُجڑے ہوئے ویران گھر آباد ہوتے ہیں
تری قسمت پہ قسمت آسماں کی رشک کرتی ہے
تری بگڑی ہوئی تقدیر بنتی ہے، سنورتی ہے
پھلیں، پھولیں گے باغِ کُن میں کُن اب رحمان کے پودے
ہوئے جاتے ہیں تازہ آج پھر ایمان کے پودے
مبارک ہو یتیموں، غمگساروں، حق پسندوں کو
مبارک بےکسوں، آفت نصیبوں، دردمندوں کو
مبارک غم کے ماروں کو، غریبوں کو، ضعیفوں کو
زمیں کے بستروں پر لوٹنے والے مریضوں کو
مبارک ہو کہ اس دنیا میں پھر آرام آ پہونچا
مبارک میکشوں کو ساقیٔ اسلام آ پہونچا
مبارک ہو مسیحِ دوسرا تشریف لے آئے
لباسِ میرزا میں مصطفٰے تشریف لے آئے
سراپا رحمتِ باری مجسّم شانِ ربانی
کتابِ نور بن کر آگئے محبوبِ سبحانی

مسرّت سے تلاطم آگیا اک بحرِ ہستی میں
صداقت کی ہوائیں چل گئیں ہر ایک بستی میں
چلی بادِ بہاری گلشنِ عالم میں دوبارہ
طفیلِ جلوہ آرائی زمرّد بن گیا سبزہ
مسلّط شادمانی ہوگئی ایواں سراؤں میں
صداقت چھا گئی باطل کے دیوی دیوتاؤں میں
صدائے شادمانی آرہی تھی جوئباروں میں
نکلتے تھے یہ نغمے بربطِ انجم کی تاروں میں

مُبارک باد

تجھے اے مرتضیٰ! یہ نورِ یزدانی مبارک ہو
گلستانِ محمدؐ میں بہار آنی مبارک ہو
مبارک ہو کہ بزمِ کُن میں حق نے چن لیا تجھ کو
خدا کی مہربانی، طفلِ لاثانی مبارک ہو
بشارت دو شفایابی کی اب دیں کے مریضوں کو
شفا کے میکدے کا جامِ عرفانی مبارک ہو
اسی سے ہوں گے دنیا میں ترے اب مرتبے بالے
بصد فضل و کرم یہ ظلِّ رحمانی مبارک ہو
نسیمِ روح زا چلنے لگی پھر باغِ عالم میں
مسلمانوں میں بھی آئی مسلمانی مبارک ہو
مبارک ہو مسیحِ وقت کی تشریف ارزانی
مبارک ہو مسلمانوں میں تجدیدِ مسلمانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایک پیشگوئی

پانچسو سال قبل کی قلمی کتاب سے جو بھوج پتر پر لکھی ہے

مولانا مولوی محمد سلیم صاحب احمدیہ مشنری بلاد عربیہ کے قلم سے

گذشتہ سال اوائل موسم گرما میں بہ تقریب جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ بھاگلپور (بہار) مجھے بھاگلپور جانے کا موقع ملا۔ مکرم مولوی عبد الغفور صاحب فاضل مبلّغ جماعت احمدیہ جوان دنوں موسیٰ نبی متعین تھے۔ بشمولیتِ جلسہ مذکورہ میرے پہنچنے سے قبل بھاگلپور تشریف فرما تھے۔ ایام جلسہ میں نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے مجھے اطلاع ملی۔ کہ بھاگلپور کے جلسہ سے فراغت کے بعد ٹاٹانگر جمشید پور چلا جاؤں۔ کیونکہ وہاں کے احمدی احباب اپنے ہاں تبلیغی جلسہ کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ اخویم مولوی عبد الغفور صاحب فاضل کو موسیٰ نبی جانا تھا۔ اس لئے ہم دونوں اکٹھے ٹاٹانگر پہنچ گئے۔ دو دن شہر میں تبلیغی جلسہ کے ذریعہ لوگوں تک پیغام حق پہنچایا گیا۔ ازاں بعد مولوی صاحب موصوف نے فرمایا۔ کہ آج کل موسیٰ نبی مائنز میں کام کرنے والوں نے عام ہڑتال کر رکھی ہے۔ اور صرف احمدی نوجوان جن کی تعداد پچاس ساٹھ کے قریب ہوگی، تمام کام چلا رہے ہیں۔ بلکہ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ فتنہ اندازی کے بغیر کارخانہ کے مالکوں اور مزدوروں میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔ اس لئے اگر ہم دونوں وہاں پہنچکر چند روز پوری سرگرمی سے کام کریں۔ تو حالات رو باصلاح ہو سکتے ہیں۔ نیز کارخانہ کے ارباب حل وعقد چونکہ انگریز عیسائی ہیں۔ اس لئے جب انہیں یہ معلوم ہوگا۔ کہ آپ حال ہی میں فلسطین میں موجودہ شورش و ہنگامہ آرائی کے باوجود۔ تبلیغ اسلام کرکے واپس آئے ہیں۔ تو ان پر ہماری دینی سرگرمیوں کا بہت عمدہ اثر ہوگا۔ اس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ لوگ تحریک احمدیت کے بارہ میں بیش از پیش دلچسپی ظاہر کریں۔ اور ہم کما حقہٗ انہیں پیغام حق پہنچانے میں کامیاب ہو سکیں۔

ٹاٹانگر سے موسیٰ نبی کچھ دور نہیں۔ اس لئے گو یہ جگہ میرے تبلیغی دورہ میں شامل نہ تھی۔ تاہم غیر معمولی حالات کے پیش نظر میں نے مناسب سمجھا۔ کہ ایک دو روز کے لئے وہاں چلا جاؤں۔ چنانچہ وہاں پہنچکر کمپنی کے مالکوں نیز دوسرے لوگوں سے مل کر تبلیغ احمدیت کی گئی۔ ہر رات عام جلسہ کرکے صلح و آشتی اور تقویٰ کی تلقین کی جاتی رہی۔ آخر دو تین روز کے بعد میں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ مگر احباب جماعت احمدیہ نیز مولوی صاحب موصوف کسی نہ کسی طرح ٹال دیتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک ہفتہ گذر گیا۔ چونکہ میرا تبلیغی پروگرام پہلے ہی بہت لمبا تھا۔ اس لئے میں نے موسیٰ نبی میں زیادہ ٹھہرنا غیر مناسب جانا۔ مگر وہاں کے دوست اور مولوی صاحب موصوف ہیں۔ کہ مجھے چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ میں نے ہر چند سمجھایا۔ اپنی معذوریاں اور مجبوریاں ان کے سامنے رکھیں، لیکن بے سود۔ اس انجماد کو دیکھکر میں نے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہو، مجھے کل ضرور واپس جانا ہوگا۔ چنانچہ جب وقت آیا۔ میں اپنا سامان وغیرہ چھوڑ چھاڑ وہاں سے چل دیا۔ اور یہ بھی پروا نہ کی۔ کہ ہزاروں ہڑتالی جو کارخانہ سے باہر گروہ در گروہ صرف اس انتظار میں بیٹھے رہتے۔ کہ کارخانہ میں جانے والے یا اس سے باہر نکلنے والے ہر شریف آدمی کی پگڑی اُچھال دیں۔ اور اس کی بے عزتی کر دیں، مجھ پر حملہ کر دیں گے نیز! میں کارخانہ سے نکلا، اور پیادہ پا سڑک پر چلنے لگا۔ اب ہمارے احمدی دوستوں کو یقین کرنا پڑا۔ کہ اب یہ نہیں رُک سکتا۔ اس لئے ایک صاحب کار لے کر میرے تعاقب میں روانہ ہو پڑے۔ اور قریباً ایک فرلانگ پر مجھے جا لیا۔ میں موٹر میں سوار ہوا۔ اور ایک آن کی آن میں موسیٰ نبی ریلوے سٹیشن پر پہنچ گیا۔ گاڑی آئی۔ سوار ہوا اور چند منٹوں کے اندر اندر ٹاٹانگر جمشید پور آ پہنچا۔ یہاں کے احمدی احباب نے ایک مذہبی کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ جس میں مختلف الخیال نمائندے اپنے اپنے مذہب کے رو سے کسی ایک ہی مضمون پر اظہار رائے کریں۔ تا کہ پبلک کو مختلف عقائد میں موازنہ کا موقعہ مل سکے۔ ابھی یہ تجاویز ہو ہی رہی تھیں۔ کہ مولوی عبد الغفور صاحب کا ایک پیامبر آ پہنچا۔ جس نے مولوی صاحب موصوف کا ایک خط بنام خاکسار اور ایک تار آمدہ از قادیان ہمارے ہاتھ میں دے دیا۔ "تار کا خلاصہ مضمون یہ تھا۔ کہ ہم دونوں (خاکسار اور مولوی عبد الغفور صاحب) کٹک احمدیہ کانفرنس میں ضرور شامل ہوں۔ اور مولوی صاحب کے خط کا خلاصہ مضمون یہ تھا۔ کہ ہم نے آپ کو موسیٰ نبی میں روکنے کی از حد کوشش کی، مگر آپ نہ ٹھیرے۔ اب مرکز کے تار کے مطابق ہمیں جلد از جلد کٹک پہنچنا ہے۔ چنانچہ میں آج ہی روانہ ہو رہا ہوں۔ آپ بھی بدیدن تار و خط چلے آئیں۔ میں کھڑگ پور میں آپ کا انتظار کرونگا۔ تا کہ وہاں سے اکٹھے کٹک جا سکیں:۔

میں نے کٹک کے لئے تیاری شروع کی۔ تو احباب جماعت نے فرمایا۔ آج جمعہ ہے، اس لئے آپ جمعہ پڑھا کر رات کی گاڑی سے روانہ ہو جائیں۔ میں نے ہر چند کوشش کی۔ کہ جمعہ کھڑگ پور پہنچکر پڑھوں، ورنہ مولوی صاحب موصوف کو پریشانی ہوگی۔ اور زحمتِ انتظار کھینچنا پڑے گی۔ مگر دوستوں نے اپنا اصرار جاری رکھا۔ اور کہا کہ جب آپ جمعہ سے پہلے کھڑگ پور نہ پہنچیں گے۔ تو مولوی صاحب ضرور رات کی گاڑی کا انتظار کریں گے۔

آخر جمعہ وہیں پڑھنا پڑا۔ اور جب قریباً دس بجے رات کا وقت ہوا۔ تو کھڑگ پور جانیوالی گاڑی میں سوار ہو کر عازم کٹک ہو گیا۔ مگر کھڑگ پور پہنچ کر معلوم ہوا۔ کہ مولوی عبد الغفور صاحب چونکہ جماعت احمدیہ کٹک کو تار دے چکے تھے۔ کہ آپ فلاں گاڑی سے وہاں پہنچیں گے۔ اس لئے وہ میری گاڑی کا انتظار نہ کر سکے۔ آخر میں نے گاڑی بدلی، اور اگلے روز دو تین بجے دن کے قریب کٹک پہنچ گیا۔

مولوی عبد الغفور صاحب نے مجھے دیکھا۔ تو ہنس کر فرمایا، کہ آپ تو ناراض ہو کر چلے گئے تھے لیکن آخر ہم نے آپ کو بُلا ہی لیا۔ میں نے کہا مرکز کی ہدایت کے مطابق تو میں ہر طرح حاضر ہوں۔ اور ہر جگہ جانے کے لئے تیار، مگر خود بخود کسی جگہ ہفتہ عشرہ ٹھہر جانا ہمیں زیبا نہیں۔ اگر آپ موسیٰ نبی قیام کے لئے مرکز سے ہدایت منگوا لیتے، تو مجھے وہاں ٹھیرنے میں کیا عذر ہو سکتا تھا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اصل میں آپ کو وہاں روکنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ مکرم جناب مولوی عبد الستار صاحب پراونشل امیر صوبہ اڑیسہ نے مجھے خط لکھا تھا۔ کہ چند روز تک کٹک میں احمدیہ کانفرنس ہونے والی ہے۔ جس میں میری شمولیت ضروری ہے۔ اس کے جواب میں میں نے انہیں خط لکھا۔ کہ موسیٰ نبی کے حالات نازک سے نازک تر ہو رہے ہیں۔ اس لئے میرا اسے چھوڑنا موزون نہیں۔ لیکن آپ مطلع رہیں۔ کہ آج کل محمد سلیم بسلسلہ تبلیغ میرے پاس مقیم ہے۔ اگر آپ مرکز میں تار دیکر اس کے لئے منظوری حاصل کر لیں، تو عین مفید ہوگا۔ چنانچہ امیر صاحب موصوف کی کوشش کے نتیجہ میں مرکز کا وہ تار پہنچ گیا، جس میں ہم دونوں کو کٹک کانفرنس میں شمولیت کی ہدایت دی گئی ہے۔ لیکن آپ اس تار کے پہنچنے سے پہلے پہلے ٹاٹانگر واپس ہو گئے۔

احمدیہ کانفرنس کے انعقاد میں ابھی تین چار روز باقی تھے۔ اس عرصہ میں جناب مولوی عبد الستار صاحب پراونشل امیر نے اپنے بڑے صاحبزادہ عبد المنان صاحب کی شادی کا انتظام فرمایا تھا۔

آپ نے ہم دونوں (مولوی عبدالغفور صاحب اور خاکسار) سے خواہش کی۔ کہ اس برات میں شامل ہوں۔ چنانچہ ہم دیگر مہمانوں کے ہمراہ براتی بن کٹک ریلوے سٹیشن سے بھبنیسر ریلوے سٹیشن کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچکر بیل گاڑیوں میں سوار ہو منزل مقصود کا رُخ کیا۔ رستہ اچھا نہ ہونے کی وجہ سے نیز اس وجہ سے کہ بیل زیادہ تیز نہیں چل سکتے، راستہ میں رات نے آلیا۔ اور جب بھوک نے خوب ستانا شروع کیا، تو ہم نے ایک جگہ ڈیرے ڈال دیئے۔ کوئی لکڑیاں لایا تو کوئی پانی۔ اور کوئی برتن صاف کرنے میں مشغول ہوا۔ تو کوئی آگ جلانے میں۔ چنانچہ خاکسار اور مولوی عبدالغفور صاحب نے چاول پکانا اپنے ذمہ لیا۔

کافی رات گئے سب لوگ کھانے پینے سے فارغ ہوئے۔ ازاں بعد بیل گاڑیوں میں سوار ہو آگے چلے۔ نصف شب کا وقت ہو گا۔ جبکہ ہم وسط جنگل میں پہنچے۔ سخت تاریکی تھی۔ اور سیلاب باد و باراں۔ تند ہوا ہماری گاڑیوں کو ہلا ہلا دیتی تھی۔ موسم گرما کے باوجود تیز بارش اور تند ہوا نے بے حد خنکی پیدا کر دی۔ سب ٹھٹھرے جا رہے تھے۔ مزید برآں زلزلہ کا جھٹکہ، سخت کیچڑ اور دلدل کے باعث بیل چلنے سے رہ گئے۔ گاڑیاں کھڑی ہیں اور سب سواریاں ان کے اندر دبکی ہوئیں۔ آخر خدا خدا کر کے طوفان تھما۔ بیلوں کو ہوش آیا، اور ہم آہستہ آہستہ آگے چلنے لگے۔ انجام کار گرتے پڑتے۔ اُٹھتے بیٹھتے اگلے روز ظہر کے قریب پدنپدہ جا پہنچے۔

سفر کے مارے، تھکے ماندے کچھ ستانے کے بعد نہانے دھونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ میں نہاکر فارغ ہوا تو دیکھا۔ کہ دو احمدی ذرا پرے کھڑے سرگوشیاں سی کر رہے ہیں۔ میں نے توجہ نہ دی۔ مگر جب مولوی عبدالغفور صاحب نے انہیں دیکھا۔ تو دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ پہلے تو انہوں نے ٹالنا چاہا۔ مگر آخر کہنے لگے۔ کہ ہم چاہتے ہیں۔ پہلے سب مہمانوں کو کھانا کھلا دیا جائے۔ اور بعد میں عقد پڑھا جائے۔ ورنہ اگر پہلے نکاح ہوا۔ تو تیاری اور خطبہ کے باعث بہت دیر ہو جائے گی۔ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور یوں بھی مہمانوں کو بہت دیر تک بھوکا رہنا پڑے گا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ جس کے لئے آپ پریشان ہیں آپ کو جس طرح سہولت ہو کام کریں۔ ہمیں آپ کی آسانی زیادہ مدنظر ہے۔

پہلے تو ہمیں معلوم نہ تھا۔ مگر براتیوں کی محفل پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان علاقوں میں عقد نکاح سے پہلے کھانا کھانا سخت معیوب ہے۔ چنانچہ بعض براتیوں نے صاف کہہ دیا۔ کہ عقد نکاح سے پہلے وہ کھانا نہیں کھا سکتے۔ ہم نے ہر چند انہیں سمجھایا۔ مولوی عبدالستار صاحب پراونشل امیر نے بھی نصیحت فرمائی۔ کہ منتظمین کی آسانی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ بلکہ ہمیں خود ان کی ہر طرح امداد کرنا چاہیئے۔ مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

کھانے کا انتظام ہو گیا۔ تو منتظمین نے فرمایا۔ کہ کھانا تیار ہے۔ اور ہم اُٹھ کر کھانے کے کمرے میں چلے گئے۔ مگر بعض براتی اپنی جگہ پر بدستور بیٹھے رہے۔ انہیں کھانے میں شریک کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش بروئے کار لائی گئی۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا۔

کھانے کے بعد مولوی عبدالغفور صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ اور اس سے متعلق جملہ کوائف ادا فرمائے مگر وہ لوگ جو ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اپنی اپنی جگہ غم و غصہ میں بھرے بیٹھے رہے۔ جبکہ پند و نصیحت کے مقابلہ میں بعض ایسی باتیں بھی کہہ گئے۔ جو ان کے لئے زیبا نہ تھیں۔ شام ہوئی تو شام کے کھانے میں بھی شریک نہ ہوئے۔ بلکہ اس کوشش میں لگے رہے۔ کہ انہیں کوئی بیل گاڑی میسر آ جائے۔ تو اسی وقت واپس چلے جائیں لیکن ان کی یہ سعی بار آور نہ ہوئی۔ البتہ دوسرے روز علی الصبح واپس روانہ ہو گئے۔

دوپہر کے قریب میزبانوں نے ہمیں فارغ کیا۔ اور ہم گاڑیوں میں سوار ہو واپس لوٹے۔ جس گاڑی پر خاکسار اور مولوی عبدالغفور صاحب سوار ہوئے۔ اس کا ایک بیل بار بار بیٹھ جاتا۔ آخر اس گاڑی کو سامان سے بالکل خالی کر دیا گیا۔ مگر پھر بھی وہ بیل چلنے کیلئے تیار نہ ہوا۔ ہوتے ہوتے راستہ میں پھر رات ہو گئی اور ہم نے حسب سابق مختلف کام مختلف لوگوں کے سپرد کر کے کھانا پکانے کی تیاری کی۔ کھانا پک رہا تھا۔ کہ گھٹا ٹوپ بادل چھا گیا۔ تیز و تند آندھی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ لیکن خدا تعالےٰ کے فضل سے ع
"رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت"۔ البتہ وہ لوگ جو ناراض ہو کر ہم سے پہلے جا چکے تھے۔ انہیں اس طوفان سے ضرور دو چار ہونا پڑا۔

کھانا کھانے کے بعد روانگی عمل میں آئی۔ رات بھر چلتے رہے۔ صبح صادق کے وقت ایک ندی پر پہنچے۔ جہاں غسل کیا اور نماز فجر ادا کی۔ صبح کا سہانا وقت تھا۔ ہم نے پیدل چلنا شروع کیا۔ مولوی عبدالستار صاحب موصوف کی بندوق ہمارے پاس تھی۔ نیز مولوی عبدالغفور صاحب فاضل کی غلیل بھی۔ مولوی عبدالغفور صاحب نے ایک فلائنگ شاٹ کیا جو نشانہ پر بیٹھا۔ چلتے چلتے ایک ایسی جگہ آ گئی۔ جہاں سے ایک راستہ ریلوے سٹیشن کو چلا گیا ہے۔ اور دوسرا شہر کو۔ ہماری رفاقت میں کیرنگ کے چند نوجوان انصاراللہ تھے۔ جنہوں نے اصرار کیا۔ کہ اس شہر کا تالاب جس کا نام تھا بندو ساگر۔ ضرور دیکھ لیا جائے۔ رجیس بیسرا کے بعد مولوی عبدالستار صاحب موصوف نیز دیگر چند احمدی مرد و زن بیل گاڑیوں میں سیدھے سٹیشن کی طرف چل دئے۔ اور ہم دونوں (خاکسار اور مولوی عبدالغفور صاحب) نے بھمراہی انصاراللہ تالاب کا رخ کیا۔ ہم دونوں سیڑھیوں سے اتر کر تالاب کے پانی تک گئے۔ اس وقت کوئی سات بجے کا عمل ہو گا۔ ہندو سورج پرستی کر رہے تھے۔ ہم ان کے ساتھیوں سے بحث و مباحثہ ایسی گفتگو کرتے ہوئے وہاں کا بڑا مندر دیکھنے چلے گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر سٹیشن پر پہنچے۔ تو دیکھا کہ مولوی عبدالستار صاحب موصوف مسافر خانہ سے باہر کھڑے ہمارے منتظر ہیں۔ ہمیں دیکھکر فرمانے لگے۔ مجھے فکر تھا۔ کہ گاڑی کا وقت قریب ہے اور آپ ابھی آئے نہیں۔ مبادا آپ رہ جائیں۔ اور آج ہی شام کو کٹک میں احمدیہ کانفرنس ہے۔

گاڑی آئی۔ ہم سب سوار ہوئے۔ اور کٹک پہنچ گئے۔ شام کے وقت کانفرنس ہوئی۔ جسمیں عہدیداران صوبائی کا انتخاب ہوا۔ اس کے دوران میں کچھ مقررین نے نسبتاً سخت زبانی سے بھی کام لیا۔ اس وقت خاکسار نے ایک تقریر کی۔ جس کے بعد احباب نے باہم صلح و محبت سے صوبائی عہدیداروں کا انتخاب کیا۔ سب دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ اور بعد ازاں دعا پر جلسہ برخاست ہوا۔

کٹک کانفرنس سے فراغت کے بعد میں نے واپسی کا عزم کیا۔ تو انصاراللہ کیرنگ بضد ہوئے۔ کہ میں کیرنگ ضرور چلوں۔ آخر ان کے اخلاص کے پیش نظر خاکسار بھمراہی مولوی عبدالغفور صاحب کیرنگ پہنچ گیا۔

یہ مسلسل واقعات اس لئے بیان کئے گئے ہیں۔ تاکہ ناظرین الحکم۔ اصل پیشگوئی کو بآسانی سمجھ سکیں اور اس کی مختلف شقیں سہولت کے ساتھ بیان کردہ واقعات پر چسپاں کر سکیں۔

یہ پیشگوئی بلاشبہ خدا تعالےٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا تازہ اور زندہ نشان ہے۔ مبارک ہیں وے جو اس سے فائدہ حاصل کریں۔

کیرنگ کے قریب ایک گاؤں میں ایک ہندو سے پانصد سالہ پرانی کتاب "مالیکا" نام دستیاب ہوئی۔ جو اڑیہ زبان میں بھوج پتر پر لکھی ہوئی ہے۔ اور ہندوؤں کے پاس ہے ہمیں کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ اس کے اندر کیا لکھا ہے اور کیا نہیں۔ ایک دوست نے پڑھنا شروع کیا۔ اور دوسرا اردو میں اس کا ترجمہ کرنے لگا۔ پہلے تو میں نے کچھ خیال نہ کیا۔ لیکن جب اس نے ایسا ترجمہ کیا۔ جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ نہہ کلنک اوتار مغل ہو گا۔ اور اڑیسہ کے شمال مغرب میں ہو گا۔ تو میں سب کام چھوڑ چھاڑ ہمہ تن گوش ہو گیا۔

۱۔ اس کتاب میں لکھا تھا۔ کہ کلجگ میں ایسا ہو گا ایسا ہو گا اور پھر اڑیسہ کے شمال مغرب میں نہہ کلنک اوتار ظاہر ہو گا۔

ہم نے نقشہ دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ قادیان کی بستی کٹک کے عین شمال مغرب میں واقع ہے۔

۲۔ نہہ کلنک اوتار کے شاگردان خاص میں سے دو بھائی اڑیسہ پہنچیں گے۔ جن کو خاص طور پر وہاں بھجوایا جائے گا۔

میں نے مولوی عبدالغفور صاحب کی طرف دیکھا۔

اور آپ نے میری طرف - اور ہماری روحیں خدا کی حمد و ثناء سے لبریز ہوگئیں۔ ہمیں نظارت متعلقہ نے بذریعہ تار کٹک بھجوایا تھا۔

۳۔ وہ دونوں بھائی مختلف سمتوں سے آکر اڑیسہ میں ملیں گے۔

اللہ اللہ! کس قدر بلند و بالا ہے خدا کی ہستی۔ ہم دونوں موسیٰ بنی میں تھے۔ اگر اس وقت تار مل جاتا یا میں ٹاٹانگر سے چل کر کھڑگ پور میں مولوی صاحب موصوف کو پا لیتا، تو ہم اکٹھے اڑیسہ میں داخل ہوتے۔ حالانکہ پیشگوئی میں لکھا تھا۔ کہ وہ دونوں شاگرد علیحدہ علیحدہ داخل اڑیسہ ہوں گے۔ اور وہاں پہنچ کر ان کی ملاقات ہوگی۔

۴۔ نہہ کلنک اوتار نے ان دونوں شاگردوں کو سات دن تک تعلیم دی ہوگی۔

خدا کی شان ہے کہ میں نے پورے سات سال میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا۔ اور اسی طرح مولوی عبد الغفور صاحب نے بھی۔ ورنہ بظاہر کورس ایسا ہے۔ کہ سات سال کے اندر مولوی فاضل کا امتحان پاس نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ ان کو ایسے رنگ میں تعلیم دی گئی ہوگی۔ کہ دنیا کا بڑے سے بڑا فلاسفر اعتراض کرکے دیکھ لے وہ کافی و شافی جواب دیں گے۔

بلا شبہ احمدیہ دلائل کا جواب کسی کے پاس نہیں۔

۶۔ ان کے ہاتھ میں ایک کمان ہوگی۔

مولوی عبد الغفور صاحب کی غلیل میرے پاس تھی۔

۷۔ نیز بارہ ہاتھ لمبی تلوار ان کے پاس ہوگی۔

اس سے مراد یقیناً وہ بندوق ہے۔ جو مولوی عبد الستار صاحب کی تھی۔ اور جس سے ہم نے شکار کیا اسے کہتے ہیں۔ ٹویل بور شارٹ گن

۸۔ ان کا کوئی نشانہ خطا نہ جائے گا۔

خدا تعالےٰ کے فضل سے ہمارا کوئی نشانہ خطا نہ گیا۔ حتیٰ کہ پانی میں تیرتے ہوئے سانپ پر مولوی عبد الغفور صاحب نے غلیل کا نشانہ لگایا۔ تو وہ بھی فوراً مر گیا۔

۹۔ وہ رتھوں میں سوار ہو کر بندو ساگر تالاب دیکھنے کے لئے جائیں گے۔ لیکن جب تالاب کی طرف روانہ ہوں گے پیدل ہوں گے۔

اس کے متعلق اوپر لکھا جا چکا ہے۔

۱۰۔ ان کے ہمراہ تیرہ ساتھی ہوں گے۔

خدا شاہد ہے۔ کہ ہمارے ساتھ صرف تیرہ ساتھی تھے۔ ہم خوش ہیں۔ کہ بعض براتی ناراض ہوکر ہم سے جدا ہو گئے تھے۔ ورنہ ہمارے ساتھی تیرہ سے بہت زیادہ ہو جاتے۔ نیز ایک تلوار کی بجائے دو تلواریں ہو جاتیں۔ کیونکہ ناراض ہونے والوں میں سے ایک صاحب کے پاس اپنی بندوق بھی تھی۔

۱۱۔ وہ جب بندو ساگر تالاب دیکھنے کے لئے جائیں گے۔ تب ان کے ہمراہ تیرہ ساتھی نہیں ہونگے۔ بلکہ تیرہ میں سے صرف ایک حصہ انکے ساتھ جائے گا۔

اس کے متعلق بھی اوپر لکھ چکا ہوں۔

۱۲۔ وہ سات بجے دن بندو ساگر تالاب پر پہنچیں گے۔

اللہ اللہ! کس قدر عظیم الشان ہے یہ نشان جو خدا نے اپنے مسیح موعود کی سچائی کے لئے ظاہر فرمایا۔

۱۳۔ جب وہ سٹیشن پر پہنچیں گے۔ تو وشوامتر ان کا انتظار کر رہا ہوگا۔ پھر وہ بارہ بجے کے قریب گھوڑے پر سوار ہوں گے۔

ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ جب ہم سٹیشن پر پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ مولوی عبد الستار صاحب پراونشل امیر ہمارے انتظار میں کھڑے ہیں۔ یقیناً آپ ہی کا نام وشوامتر رکھا گیا ہے۔ اور گھوڑے سے مراد ریل گاڑی۔ جو غالباً ساڑھے گیارہ بجے کٹک کیلئے بھنبیسر سے چھوٹتی ہے۔

۱۴۔ جب وہ کٹک میں پہنچیں گے تو پدم جنگل میں ٹھہریں گے۔ جہاں سارے صوبے کے بھگت ان کے پاس آئیں گے۔ ان سے ہاتھ ملائیں گے، اور ان سے سکھشا حاصل کریں گے۔

اس کے متعلق صرف اتنا بیان کرنا باقی ہے کہ احمدیہ دار التبلیغ کٹک کے متصل ایک جگہ ہے۔ جس کا نام ہے "قدم" بہت ممکن ہے۔ کہ کسی زمانہ میں اس کا نام "پدم" ہی ہو۔ مگر مرور زمانہ سے "قدم" مشہور ہو گیا ہو۔

نیز تحقیقات پر معلوم ہوا۔ کہ جہاں احمدیہ دار التبلیغ قائم ہے۔ وہاں بالکل ویرانہ اور جنگل ہوتا تھا۔ یاد رہے کہ احمدیہ دار التبلیغ کٹک شہر کے ایک سرے پر واقعہ ہے۔

اڑیسہ کے بھگتوں کا ہم سے ملنا اور تعلیم لینا وغیرہ کے متعلق اوپر بیان ہو چکا ہے۔

اس زمانہ میں "   " اڑیسہ کی راجدھانی ہوگا۔

چنانچہ اڑیسہ کونسل میں اسے راجدھانی بنانے کے لئے کوشش ہو رہی ہے۔ اور یہ بھی کوشش ہے۔ کہ کٹک دار السلطنت توڑ دیا جائے۔

۱۵۔ اس کتاب میں ایک سمت لکھا ہے جو سن چوالیس عیسوی میں ختم ہوتا ہے۔ لکھا ہے کہ اس عرصہ میں نہہ کلنک اوتار اڑیسہ فتح کرلے گا خدا جانے اس فتح سے کیا مراد ہے۔ اور اس کی نوعیت کیا ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے۔ کہ ۱۹۴۲ء تک دنیا میں عظیم الشان انقلابات رونما ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

درخواست دُعا

میرا لڑکا محمد ادریس بعارضہ درد نقرس بیمار ہے احباب اُس کی صحت کے لئے دعا فرما کر مجھے ممنون فرمادیں۔

خاکسار محمد رمضان انور۔ مدرس ونجواں سابق مدرس اٹھوال

مقولات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی گفتگو کے دوران میں اکثر احادیث اور بعض مقولات بکثرت استعمال فرمایا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض مقولے جو آپ کے استعمال میں آتے رہتے تھے درج ذیل کرتا ہوں۔ ان سے بھی آپ کی سیرت کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ (ایڈیٹر)

الدّعاء مخ العبادۃ۔

لایلدغ المومن من جحرٍ واحد مرّتین۔

بے حیا باش ہر چہ خواہی کُن۔

اتّقوا فراست المومن فانہٗ ینظر بنور اللّٰہ۔

خدا داری چہ غم داری۔

جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں

الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔

دست در کار دل بایار۔

الاعمال بالنّیات۔

انا عند ظن عبدی بی۔

آنچناں صیقل زند کہ آئینہ نماند۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔

ما لایدرک کلہ لایترک کلہ۔

الطریقۃ کلّہا اٰداب۔

ادب تاجیست از لطف الٰہی۔

بہ برسر برو ہر جا کہ خواہی۔

جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک معجزہ

مُردہ زندہ کیا گیا

یہ مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؔ کا ذاتی واقعہ ہے اور الحکم کے خاص نمبر کے لئے میری درخواست پر انہوں نے لکھا (ایڈیٹر)

مسیح موعود علیہ السلام کے حضور ایک بیمار کی درخواست

سیدی و مولائی ادام اللّٰہ فیضکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

افسوس کہ میری طبیعت اچھی ہو کر پھر بگڑ جاتی ہے ۔ کل کسی قدر بخار پھر ہو گیا ۔ اور کل تمام دن زور سے کھانسی آتی رہی ۔ رات ایک دفعہ کھانسی آئی ۔ اور پسینہ آیا ۔ صبح سے اب دس بجے تک بڑے زور سے تین دفعہ آ چکی ہے ۔ آنکھوں سے پانی نکل پڑتا ہے سخت تکلیف ہوتی ہے ۔ میرے لئے دعا فرماویں ۔ اور کوئی دوا بھی عنایت کریں ۔ شاید اللّٰہ اسی سے ہی شفا بخشے ۔

افسوس میں نے کچھ بھی نہیں کیا ۔ میری خواہش تھی ۔ کہ حضور کی مزید کامیابی دیکھوں ۔ خدا معلوم اب میسر آئے گی یا نہیں ۔ خیر میں دعا سے ناامید نہیں ۔ میرے لئے زور سے دعا فرماویں ۔

عاجز دعا کا سخت محتاج

عبدالرحیم دنیرؔ

بڑی شرم کے ساتھ چار آنے اس خط میں رکھتا ہوں ۔ اور امید ہے ۔ کہ آج اس غریب نادار بیمار کے لئے خاص توجہ سے دعا کی جائے گی ؎

مسیح پاک کا جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ ۔

انشاء اللّٰہ میں زور سے دعا کروں گا ۔ اور کوئی دوا بھی تجویز کروں گا ۔ دوسرے تیسرے دن یاد دلاتے رہیں ۔ والسلام

مرزا غلام احمد

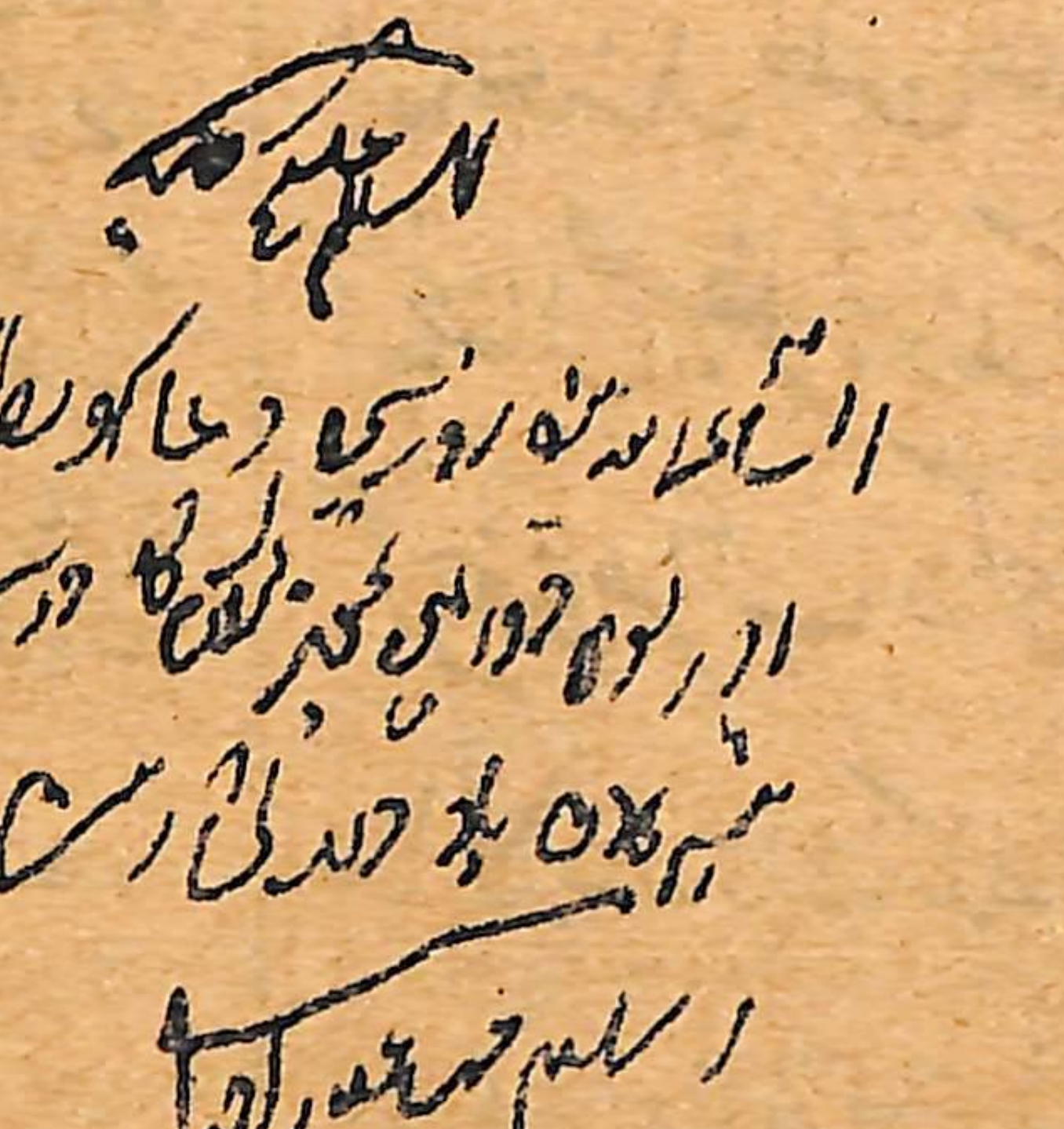

السلام علیکم

انشاء اللہ زور سے دعا کروں گا

اور کوئی دوا بھی تجویز کروں گا دوسرے

تیسرے روز یاد دلاتے رہیں

والسلام مرزا غلام احمد

مسیح کے حضور میں دوسرا خط

چند روز کی صحت کے بعد میں پھر بیمار ہو گیا ۔ زکام بخار خفیف کھانسی خشک اب پھر زور پر ہے ۔ سوائے دعا کے کوئی علاج نہیں ۔

سیدی اس سے قبل مجھے کوئی فکر نہیں تھا ۔ کیونکہ حضور کے قدموں میں آ چکا تھا ۔ اور سب سے قطع تعلق کر لیا تھا ۔ مگر اب شادی کرنے سے دو فکر ہو گئے ۔ ایک تو قرض دوسرا بیوی ۔ قرض کی بیباکی کی کوئی صورت ظاہراً سوائے زندگی کے کوئی نہیں دیکھتا ۔ اگرچہ میں ہجرت کے وقت سے ہی خدمات مفوضہ سے بڑھ کر خدا کے فضل سے ہی کام کرتا رہا ہوں ۔ ابھی میرے دل میں بہت امیدیں ہیں ۔ اور کچھ اور خدمت کرنا چاہتا ہوں ۔ اللّٰہ کرے ۔ میں حضور کی مزید کامیابی دیکھ سکوں ۔ میری صحت کے لئے دعا فرماویں ۔ مجھے سخت گھبراہٹ ہے ۔ متواتر دعا فرماویں ۔

عبدالرحیم (نیرؔ)

مسیح پاک کا جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ ۔

انشاء اللّٰہ میں بہت دعا کروں گا ۔ کبھی کبھی صحت تک یاد دلاتے رہیں ۔ کل سے میں بھی درد جگر سے بیمار ہوں ۔ والسلام

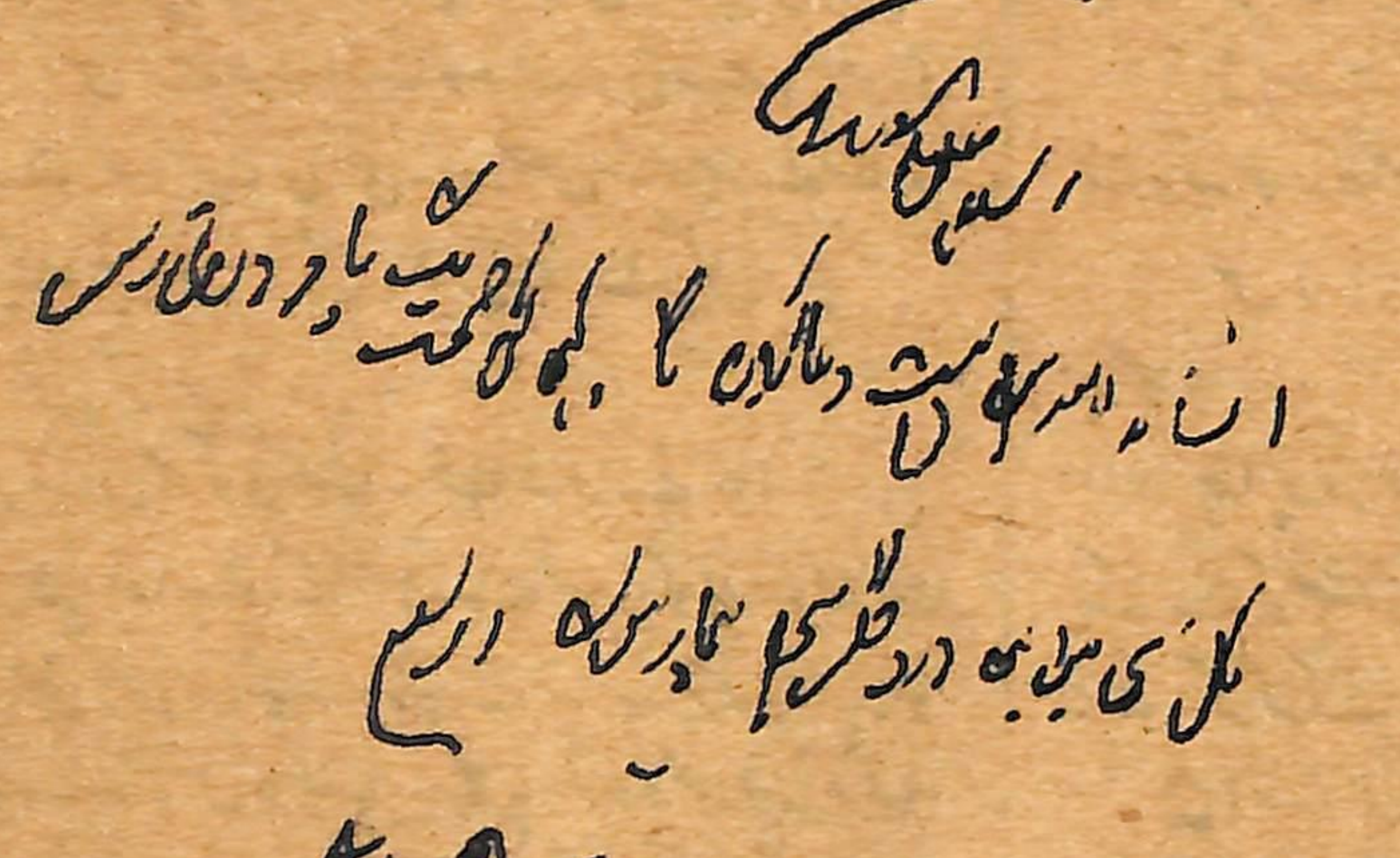

السلام علیکم

انشاء اللہ بہت دعا کروں گا کبھی کبھی صحت تک یاد دلاتے رہیں

کل سے میں بھی درد جگر سے بیمار ہوں والسلام

مرزا غلام احمد

معجزہ ——ناظرین وہ دق اور سل کا مریض جسکی نسبت کہا جاتا تھا ۔ کہ اس کے پھیپھڑے بالکل خراب ہو گئے ہیں ۔ اور جو ساٹھ روز میں اس دنیا سے رخصت ہو جائیگا ۔ اسکو خدا نے ہاں مسیح موعود کے خدا نے اپنے فرستادہ کی زور سے کی ہوئی بہت سی دعاؤں نے زندگی بخشی ۔ اور اسکے پھیپھڑوں کو وہ طاقت دی ۔ کہ لنڈن میں وہ بولا اور اونچا بولا اور مقابلے پر بولا اور برف پڑتے وقت بولا ۔ پھر وہ افریقہ میں بولا ۔ اور صحرائے اعظم کے کناروں پر گرم ہوائیں چلتے ہوئے اوقات میں بولا ۔ اور اب بولتا ہے اور اونچا بولتا ہے ۔ یہ کس کا اعجاز ۔ یہ کس کا معجزہ ہے ۔ کس نے مردہ کو زندہ کیا ؟ مسیح موعود نے مرزا غلام احمد قادیانی نے ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی عَبْدِکَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد !

مرا دم معجزہ ہے ان کے دم* ان کی توجہ کا
میں زندہ ہوں اگرچہ قصۂ لاذر ہے افسانہ

---

* مسیح موعود اور حضرت مولانا حکیم نور الدین ؓ

آہ دُنیا کسے کاذب قرار دیتی ہے؟

یہ اگر انسان کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار
پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
ورنہ اُٹھ جائے اماں پھر سچے ہوویں شرمسار

(مسیح موعود)

الحکم کے سیرت مسیح موعودؑ نمبر کے لئے

مولوی خواجہ خورشید احمد مجاہد سیالکوٹی کے قلم سے

میری حیرانگی کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جب میں دیکھتا ہوں۔ کہ دنیا کے کرم اس برگزیدہ خدا کی پاکیزہ زندگی پر جسے زمین و آسمان کے **مالک** نے اسی تاریکی زمانہ میں ہدایت کے لئے آج سے پچاس برس قبل قادیان کی مقدس بستی میں مبعوث فرمایا۔ شرافت اور تہذیب کو بالائے طاق رکھ کر بغیر سوچے سمجھے اعتراض ہی کرتے چلے جاتے ہیں۔

حالانکہ اگر وہ نیک نیتی سے اس **پاکباز انسان** کی معصومانہ زندگی پر غور کرتے۔ تو واللہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والاصفات پر کسی قسم کے اعتراض کا موقعہ نہ ملتا۔ وہ انسان جو ہر وقت خدا کی یاد میں گذارتا اور اس کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی **محبت اور عشق** کے کوچہ میں ہی اپنے آپ کو سرشار پاتا ہے۔ اس کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس میں فلاں عیب تھا، فلاں برائی تھی۔ انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ یقیناً ایسا خیال کرنے والے لوگ خدا تعالےٰ کے حضور جواب دِہ ہوں گے۔

سچی بات یہ ہے۔ کہ **قادیان کا بزرگ خود** راستباز تھا۔ اور دوسروں کو راستبازی کا لباس پہنانے آیا تھا۔ ہر آن اس کی یہی خواہش تھی۔ کہ دنیا والے کسی نہ کسی طرح آستانۂ اُلوہیت پر آ جائیں۔ تا راستی کا بول بالا اور جھوٹے معبودوں کی خدائی کا خاتمہ ہو۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے صادق غلام عدل و انصاف کے تخت پر حکومت کریں۔ اور مظلوموں کی مظلومیت کی پُر درد داستانیں سنکر ان کے دُکھے دل کے لئے موجب راحت ہوں۔

آج ہمارا مقدس آقا۔ زمانۂ حاضرہ کا راستباز نبی۔ معصوموں کے سردار اعظم آقائے دوجہاں۔ سرورِ کون و مکان، کملی پوش، صاحبِ لولاک، شاہِ مکی و مدنی حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صادق جانشین گو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ تاہم اسکی پاکیزہ زندگی کو مشاہدہ کرنے والے اور اسکی **صحبت پاک** میں بیٹھنے والے ابھی سینکڑوں لوگ موجود ہیں۔ جو خدا کے محبوب کے زمانہ کی پیاری باتیں سنانے میں ایک خاص لذت محسوس کرتے ہیں۔ جب ان سے عرض کیا جائے۔ کہ اے ہمارے **واجب الاحترام** بزرگو! ہم تو بچے ہیں۔ ہماری پیدائش سے کئی برس قبل خدا کا محبوب اس دارِ فانی سے رحلت فرما گیا۔ بتاؤ اس خدا کے پیارے کا چہرہ کیسا تھا۔ لباس کیسا تھا۔ کون سی باتیں اُس نے تمہارے گوش گزار فرمائیں۔ کیونکہ تم وہ خوش قسمت لوگ ہو۔ جنہوں نے خدا کے اس برگزیدہ نبی کا مبارک زمانہ پایا۔

تو خدا کی قسم ان کے چہروں سے خوشی کے آثار ٹپکتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور جب وہ کوئی اس **مبارک** زمانہ کی بات سنانے لگتے ہیں۔ تو ہمارے دلوں میں بھی خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا ہم خدا کے پیارے ہی کی زبانِ مبارک سے **عالم روحانیت** کی دلربا باتیں سن رہے ہیں۔

کچھ دن ہوئے۔ خاکسار بابا خیر الدین صاحب سراج لدھانوی حال دار الرحمت قادیان سے حضرت مسیح پاک کے زمانۂ مبارک کی باتیں سن رہا تھا۔ کہ مجھ پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی۔ اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ دل بے ساختہ پکار اُٹھا۔ کہ آہ دنیا والے ایسے اخلاق کریمہ کے مالک انسان کو کاذب قرار دیتے ہیں۔ کاش! میں حضور کے زمانہ میں ہوتا۔ تو کبھی بھی درِ اقدس سے جدا نہ ہوتا۔

حضرت بابا صاحب نے بیان فرمایا۔ غالباً ۱۹۰۶ء کا ذکر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس علاقہ کشمیر سے ایک شخص آیا جس نے حضور علیہ السلام کے سامنے ایک طرف پندرہ روپے اور دوسری طرف تین پیسے رکھ دئے۔ اور عرض کیا۔ حضور یہ پندرہ روپے میری طرف سے اور تین پیسے ایک بڑھیا عورت کی طرف سے ہیں۔ جب میں کشمیر سے آنے لگا۔ تو میں نے ایک احمدی بڑھیا سے کہا۔ اماں جان میرے لئے دعا فرمانا۔ میں اپنے آقا کے در پر جا رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ مجھے وہاں سلامتی سے پہنچا دے۔

یہ سنکر بڑھیا رونے لگی۔ اور کہا بیٹا میں ایک غریب اور بڑھیا عورت ہوں۔ مجھ سے تو وہاں تک پہنچا نہیں جا سکتا۔ البتہ یہ تین پیسے لے جاؤ، اور حضور کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دینا۔ اور کہنا اے خدا کے پیارے تیری ایک بڑھیا خادمہ نے یہ تین پیسے بھیجے ہیں۔ اور کہا ہے۔ کہ ہے آقا میرے لئے دعا کر۔ کہ اللہ تعالےٰ میرا خاتمہ بالخیر کرے۔ یہ سنتے ہی حضور علیہ السلام نے تین پیسے اٹھا لئے۔ اور دعا میں لگ گئے۔

اے وے لوگو! جو حضرت احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات بات پر اعتراض کرنے کے عادی ہو۔ للہ اس واقعہ پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے بتاؤ۔ کیا یہ کسی مفتری انسان کے اخلاق ہیں؟ نہیں۔ خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ یقیناً ایسا انسان کاذب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بدفطرت ہے وہ جو ایسے مقدس انسان کو جھوٹا قرار دیتا ہے۔

پھر حضرت مولوی محمد عبد اللہ صاحب بوتالوی سپرنٹنڈنٹ دار الصناعت قادیان نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ غالباً ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے۔ مجھے ایک کاغذ ملا۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ام المومنین سلمہا اللہ تعالےٰ نے کچھ تحریر فرمایا تھا۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ ایک دن حضور گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ حضرت ام المومنین سلمہا اللہ تعالےٰ سے باتوں باتوں میں فرمانے لگے۔ آؤ ہم آنکھیں بند کر کے کچھ لکھیں۔ آیا صحیح لکھا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس پر کاغذ لے کر حضرت اماں جان نے دو فقرے لکھے۔ ایک فقرہ تو یہ تھا۔ کہ "مبارک احمد بسکٹ مانگتا ہے"۔ اور دوسرا فقرہ یہ تھا کہ "محمود احمد میرا پیارا بچہ ہے۔ کوئی اسے کچھ نہ کہے"۔ اس کے بعد حضور نے کاغذ لیا۔ اور آنکھیں بند کر کے لکھا۔ **"انسان کو چاہیئے۔ کہ ہر وقت خدا سے ڈرتا رہے"**۔

اللہ اللہ! یہ فقرہ کیسا روحانیت سے پُر اور حضور کا خدا کے ساتھ جو تعلق ہے۔ اس کا اظہار کر رہا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کی بناوٹ اور تصنع نہیں۔ جو دل میں آیا۔ حضور علیہ السلام نے لکھدیا۔ کیا یہی فقرہ اس بات کا بیّن ثبوت نہیں۔ کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ حضرت کا ظاہر کچھ تھا اور باطن کچھ؟

اے خدا کے بندو! اگر یہی بات ہوتی۔ جو تم تحریراً اور تقریراً لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہو تو خدا کے لئے بتاؤ تو سہی۔ ایسا انسان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب ہو سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔

اے طالبان صداقت و متلاشیان حق! میں تمہیں اس خدائے جبار و قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ حضرت احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہرگز مفتری انسان نہ تھے۔

دیکھو ناصرہ کی بستی میں پیدا ہونے والا مسیح خدا کا راستباز نبی اپنی کتاب انجیل نامی میں فرماتا ہے۔ کہ "درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے"۔ جب تم لوگ اس بات کے خود معترف ہو۔ کہ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام پر ایمان لانیوالے لوگ پہلے کی نسبت بہت زیادہ شریف۔ خدا تعالےٰ سے ڈرنے والے۔ اس کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد پر عملی طور پر لبیک کہنے والے ہیں۔ تو آخر ایسا انقلاب عظیم پیدا کرنیوالا انسان مفتری تو نہیں ہوسکتا۔ لاریب خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق تھا۔ تبھی تو باوجود مخالفین کی اتنی کوششوں اور منصوبوں کے خدا کا وہ جری دن دُگنی رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ اور آج تمام دنیا کے ممالک میں اس کی آواز پر لبیک کہنے والے لوگ موجود ہیں۔ اور وہ اس وقت تک سوتے نہیں۔ جب تک خدا کے اس پیارے پر کئی کئی بار درود اور سلام نہ بھیج لیں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ہم اس کی جماعت کو بڑھاتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ تمام دنیا شیطان الرجیم کی غلامی ترک کر کے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ہار اپنے گلے میں نہ ڈال لے۔

مبارک ہیں وے جو اب بھی آنکھیں کھولیں۔ اور قادیان سے طلوع ہونیوالے نیّرِ صداقت کی روشنی سے منور ہوں ؎

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

بقیہ صہ ۲۳

اندر تشریف لیگئے۔ انگور میرے کرتے میں اور پونے پانچ روپیہ میرے ہاتھ میں رہ گئے۔ یہ نظارہ اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ہاں اس وقت میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ مگر اب غم کے آنسوؤں سے آنکھیں تر ہیں۔ سبحان اللہ! کیا اعلیٰ فقرہ فرمایا۔ کہ ہم اپنے دوستوں سے حساب نہیں رکھا کرتے۔ میں اس وقت ۱۴-۱۵ سال کا بچہ تھا۔ بھلا میری خدا کے نبی اور رسول سے کیا دوستی۔ یہ حضرت کی شفقت مہربانی اور عنایت تھی۔ کہ اپنے خدام کی عزت قدر اور حوصلہ افزائی فرماتے۔

اے خدا کے پیارے مسیح موعود۔ اللہ کی ہزاروں اور کروڑوں برکتیں اور رحمتیں ہوں تجھ پر اور تیری آل اولاد پر۔ افسوس کہ ہم نے تیری وہ قدر نہ کی۔ جو تیرے شان کے شایاں تھی۔ کیونکہ ہمیں تو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ تو اس طرح اور اتنا جلدی ہمیں چھوڑ کر چلا جائے گا۔ قلب پر رقت۔ آنکھوں میں آنسو۔ قلم رُک گیا ؎

اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ و علیٰ اٰلِ محمد
و علیٰ خلفاء محمدٍ و علیٰ عبدہ
المسیح الموعود۔ وبارک وسلم
انک حمیدٌ مجید

خاص الحکم سیرت نمبر کیلئے

"دارالامان"

نتیجۂ فکر جناب شیخ عبدالحکیم صاحب ضیا رائل ایر فورس شملہ

اے ارضِ کدعہ تیری عظمت میں کیا گماں ہے
تیری جبیں سے نورِ حسنِ ازل عیاں ہے
دریائے فیضِ رحمت تیرے لئے رواں ہے
اللہ رے رشکِ سینا کیا اوجِ عز و شاں ہے
علم و ھدیٰ سے تیرے معمور ہیں خزانے
فضلِ عمر سا رہبر تجھ کو دیا خدا نے

انوار تیرے ہر سُو عالم پہ چھا رہے ہیں
بچھڑے ہوئے دلوں کو تجھ سے ملا رہے ہیں
بھر بھر کے جام ساقی تیرے پلا رہے ہیں
سُرخ و سفید تیری محفل میں آ رہے ہیں
تو چشمۂ ھدیٰ ہے اور مرجعِ اُمم ہے
مسلم کیواسطے تو اک رحمتِ اتم ہے

سارے جہاں پہ جب تھا ظلمت کا دَور طاری
کی تُو نے شرق و غربِ عالم میں نور باری
وحیِ خدا سے روشن تیری زمیں تھی ساری
آباد تیرے دم سے اب ہوگی شہر یاری
عظمت کا تیری شہرہ عالم میں جا بجا ہے
"دارالامان" کا سہرا سر پر ترے بندھا ہے

تُو دَورِ خسروی کا مرکز ہے اس چمن میں
شمعِ ھدیٰ ہے روشن تیری ہر انجمن میں
آثارِ زندگی ہیں مسلم کے پیرہن میں
ٹھنڈی ہوا ہی تجھ سے اس وادیٔ فتن میں
گرد و غبار تیرا خلعت ہے میرے تن کو
مر کر بھی چاہتا ہوں مٹی تیری کفن کو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دوستوں سے حساب نہیں رکھا کرتے تھے

[illegible] مسیح موعود نمبر [illegible]

[illegible] مسیح موعود نمبر [illegible]

از خانصاحب سید غلام حسین صاحب اینمل ہزبنڈری آفیسر ریاست بھوپال

عاجز کو خدا کے محض فضل سے چودہ سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت نصیب ہوئی۔ مجھے اس بات کا از حد شوق تھا۔ کہ حضرت اپنی زبان مبارک سے مجھے کسی قسم کا بھی کام کرنے کا ارشاد فرمائیں۔ تاکہ میں اس کی تعمیل کرکے اپنی خواہش پوری کروں۔ غالباً ۱۸۹۶ء تھا۔ جبکہ ہم درجن بھر آدمی حضرت کے ساتھ گول کمرہ میں کھانا کھاتے اور چھوٹی مسجد میں جو کہ اب مسجد مبارک کہلاتی ہے۔ نماز پڑھا کرتے تھے۔ مجھے اکثر حضرت کے ہاتھ پاؤں دبانے اور حضور کو پنکھا جھلنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد حضرت مسجد میں ہی ڈاک پڑھا کرتے تھے۔ جو کہ ان ایام میں دوپہر کو آیا کرتی تھی۔

ایک دن میرے دل میں بڑا جوش اور شوق پیدا ہوا۔ کہ آج اگر حضرت مجھے کسی کام کا ارشاد فرمائیں۔ تو دل کی تمنا پوری ہو۔ حضرت تو ڈاک پڑھ رہے تھے اور میرا دل تڑپ رہا تھا کسی کام کے کرنے کے لئے۔ کہ اتنے میں حضرت صاحب نے خط پڑھتے پڑھتے گردن مبارک کو اوپر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ کہ یہ ایک بلٹی ہے۔ آپ بٹالہ سے جاکر لے آئیں۔ بس پھر کیا تھا میرا دل تو باغ باغ ہوگیا۔ بلٹی میرے ہاتھ میں دیکر فرمایا۔ ابھی ٹھیریئے اور حضور اندر تشریف لے گئے۔ چند منٹ میں باہر تشریف لاکر میرے ہاتھ میں پانچروپے دے کر فرمایا۔ کہ یہ اس کے اخراجات کے واسطے ہیں۔

روپے اور بلٹی لے کر خوشی سے اچھلتا ہوا میں مسجد سے نیچے اترا۔ یکے کے اڈے سے پتہ لگا۔ کہ اس وقت یہاں کوئی یکہ نہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں ایک یا دو یکے ہوتے تھے۔ اگر وہ بٹالہ چلے جاتے پھر قادیان سے بٹالہ تک جانے کیواسطے کوئی سواری نہ ہوتی۔ خیر میں پیدل چل پڑا۔ اور شام کو بٹالہ پہنچ گیا۔ اسٹیشن پر بابو جی کو بلٹی دکھائی۔ اس نے کہا کہ پارسل آیا ہوا ہے۔ تم صبح چھڑا لینا۔ اب رات کو کہاں رکھوگے۔ رات سرائے میں ٹھیرا۔ صبح کو میں بابو جی کے پاس گیا۔ اس نے ایک چھوٹی ٹوکری جس میں کہ پانچ سیر کے قریب وزن ہوگا۔ میرے سپرد کردی۔ اور کہا کہ فرستندہ نے اس کا محصول ادا کیا ہوا ہے۔ یعنی Paid پارسل ہے۔

میں جب ٹوکری لے کر اسٹیشن سے باہر نکلا۔ تو پتہ لگا۔ کہ جو یکہ رات کو قادیان سے بٹالہ آیا تھا۔ وہ سواریاں لے کر واپس قادیان چلا گیا ہے۔ چونکہ بٹالہ سے قادیان کی سڑک کچی اور بہت خراب اور ریتلی تھی۔ اس واسطے بٹالہ کے یکہ والے قادیان جانا پسند نہ کرتے تھے۔ اگر کوئی جاتا بھی تو بہت کرایہ چارج کرتا۔

میں سوچ ہی رہا تھا۔ کہ ایک شخص نے کہا۔ کہ آپ بہنگی والا کہار لے جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایک کہار کو وہ ٹوکری دے دی۔ اس نے بہنگی کے ایک پلڑا میں یہ ٹوکری رکھ دی۔ اور دوسرے پلڑا میں اتنا ہی پتھر کا وزن رکھ کر کندے پر اٹھا کر میرے ساتھ ہولیا۔ اور چار آنہ مزدوری قادیان تک طے ہوئی۔ ہم جلدی ہی قادیان پہنچ گئے۔ حضرت کے عطا کردہ پانچروپیہ میں سے چار آنہ میں نے کہار کو مزدوری دے دی۔ اور پونے پانچروپے جیب میں رکھ۔ ٹوکری ہاتھوں میں لے مسجد مبارک کی پرانی تنگ سیڑھیوں میں چڑھکر۔ سیڑھیوں کے خاتمہ سے قبل ہی جو دروازہ حضرت کے زنانخانہ میں جاتا ہے۔ وہاں ٹھیر کر حضرت صاحب کیخدمت میں اپنی آمد کی اطلاع کرائی۔ حضرت فوراً ہی باہر تشریف لائے۔ اور مجھے دیکھکر مسکراتے ہوئے فرمایا۔ کہ آپ آگئے۔ میں نے عرض کی حضرت آگیا۔ ٹوکری کو دیکھتے ہی یہ فرماتے ہوئے اندر تشریف لے گئے کہ آپ ٹھیریں۔ چند منٹ میں حضرت ہاتھ میں ایک بڑا چاقو لئے ہوئے تشریف لائے اور اس ٹوکری کے اوپر جو ٹاٹ سِلا ہوا تھا۔ اس کو چاقو سے ایک طرف سے کاٹ کر اپنے دونوں ہاتھ اس ٹاٹ کے اندر داخل کرکے باہر نکالتے ہی فرمایا۔ کہ یہ آپ کا حصہ ہے۔ میں نے جلدی میں اپنے کرتے میں ڈلوا لئے۔ (قبل ازیں مجھے علم نہ تھا کہ پارسل میں کیا ہے) میں نے دیکھا کہ وہ سبزی مائل انگور ہیں۔ اتنے میں میں نے وہ پونے پانچروپیہ جیب سے نکال کر پیش کئے۔ اور عرض کیا کہ حضور یہ بقایا رقم ہے صرف چار آنہ خرچ ہوئے ہیں۔ اس پر حضرت نے بڑی شفقت سے فرمایا۔ کہ

"ہم اپنے دوستوں سے حساب نہیں رکھا کرتے۔" اتنا فرمایا۔ اور ٹوکری اٹھا کر

(باقی صـ۲۲ پر)

مکتوبات احمدیہ

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم و مغفور کے نام ۱۸۹۳ء کے مکتوبات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس و بابرکت خطوط حضرت والد صاحب مرحوم و مغفور ڈاکٹر حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کے نام کی

دوسری قسط

خاکسار
خلیفہ صلاح الدین احمد عفی اللہ عنہ

خط نمبر ۶ (کارڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی

عزیزی محبی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب سلم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دوا مرسلہ آپ کی مجھ کو پہنچ گئی۔ اللہ جل شانہٗ آپ کو بہت بہت اجر بخشے۔ آمین ثم آمین۔ بخدمت اخویم میاں عبد الحکیم خاں صاحب السلام علیکم۔

خاکسار
غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان ۹۔ جنوری ۹۳ء

بمقام لاہور میڈیکل کالج۔ بخدمت اخویم عزیزی خلیفہ رشید الدین صاحب طالب علم۔

خط نمبر ۷ (کارڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱۲ اگست ۹۳ء

عزیزی مخلصی خلیفہ رشید الدین صاحب سلّم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم

عبد اللہ سے آپ نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور وہ آدمی غریب اور نیک چلن ہے مناسب ہے کہ اپنے وعدہ کے موافق اس کو اپنے پاس طلب کرلیں۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان۔

خط نمبر ۸ (کارڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی

محبی اخویم عزیزی خلیفہ رشید الدین صاحب سلم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پانچ روپیہ پہنچ گئے۔ باعث بیماری جواب نہیں لکھ سکا۔ امید کہ ہمیشہ خیر و عافیت سے مطلع فرماتے رہیں۔ والسلام

خاکسار غلام احمد (علیہ السلام)
۲۳۔ ستمبر ۹۳ء

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی شفا خانہ سندیلہ
بخدمت اخویم محبی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

خط نمبر ۹ (کارڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی
محبی عزیزی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

مبلغ روپیہ مرسلہ آپ کے پہنچ گئے صہ جزاکم اللہ خیر الجزاء ۔ امید کہ ہمیشہ اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں ۔ چند رسالے چھپ رہے ہیں ۔ امید کہ ایک ہفتہ تک چھپ جائیں گے ۔ باقی خیریت ہے ۔ والسلام

خاکسار غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان
۱۰ اکتوبر ۱۸۹۳ء

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی شفاخانہ سندیلہ
بخدمت محبی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر

خاکسار غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان

خط نمبر ۱۰ (کارڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
محبی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ عاجز ایک ہفتہ سے فیروزپور چھاؤنی میں ہے ۔ چھ سات روز کے بعد قادیان میں جاؤں گا ۔ میاں محمد یوسف ابھی میرے پاس نہیں آئے ۔ غالباً قادیان گئے ہوں گے ۔ والسلام

خاکسار غلام احمد (علیہ السلام) ۲۸ نومبر ۱۸۹۳ء

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی شفاخانہ سندیلہ
بخدمت اخویم محبی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

خط نمبر ۱۱ (خط)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی
محبی مخلصی عزیزی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

یہ عاجز علیل رہا ہے ۔ اس لئے خط نہیں لکھ سکا ۔ اب بھی کسی قدر علالت طبع باقی ہے ۔ غلبہ ریزش اور کھانسی ہے ۔ آپ کا ہدیہ مرسلہ پارچات یعنے

پہنچ گیا ۔	کھیس	ابرہ لحاف	سیاہ چوغہ
	یک	یک	یک

جزاکم اللہ خیراً ۔ ایک اور تکلیف دیتا ہوں ۔ کہ ایک مرتبہ قادیان میں آپ نے کونین کی گولیاں بنا دی تھیں ۔ اور وہ سخت اور مضبوط گولیاں تھیں ۔ بآسانی ثابت ہی حلق کے نیچے اتر جاتی تھیں ۔ اب وہ گولیاں ختم ہو چکی ہیں ۔ اور نرم گولی سے تلخی حلق میں پھیل جاتی ہے ۔ اور کوئی ایسی سخت گولیاں نہیں بنا سکتا ۔ اس لئے مکلّف ہوں ۔ کہ ایک عدد ۲ روپیہ کی کونین کی گولیاں ۔ مگر تین درجہ کی ایک میرے کھانے کے لائق اور ایک محمود کے کھانے کے لائق اور ایک بہت چھوٹی ہوں ۔ جن کو ایک بچہ چھ سات ماہ کا کھا سکتا ہو ۔ کیونکہ بشیر کو بھی بخار آتا ہے ۔ اگر گولیاں آ دیں ۔ تو ایک ایک گولی اس کو بھی دے دیا کروں گا ۔ فقط اور ہمیشہ اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں ۔ باقی خیریت ہے ۔ والسلام

خاکسار غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان ۔ ۲۲ دسمبر ۱۸۹۳ء

یہ یاد رہے کہ گولیاں سخت ہوں اور تین درجہ کی ہوں ۔ مم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی
خدّام سے شفقت کی کیفیّت

سردار مصباح الدین صاحب سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ کے قلم سے

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس زمانہ میں مبعوث نہ ہوتے ۔ تو قرآن کریم اور حدیث شریف کے کئی ایک حقائق ہم سے پوشیدہ ہی رہتے ۔ یا ان پر ایمان ایک حسنِ ظن کے درجہ پر ہوتا ۔ لیکن مشاہدہ کا ایمان حاصل نہ ہوتا ۔ لیکن چونکہ آپ کو الرحمٰن علّم القرآن کے ماتحت خدا تعالےٰ نے خود قرآن سکھایا ۔ اور کلّ برکۃٍ من محمدٍ صلے اللہ علیہ وسلّم فتبارک من علّم وتعلّم کے ماتحت آپ کی زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر تھی ۔ اس لئے آپ کے علم اور عمل سے بہت سے قرآن اور حدیث کے مسائل ہمیں اسی طرح حل ہو گئے ۔ جیسے صحابہ رضوان اللہ علیہم پر حل ہوتے تھے ۔

ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ۔ النبیّ اولی بالمومنین من انفسھم ۔ یعنی حقوق کے لحاظ سے مومنوں پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حق تمام اعزہ واقارب سے زیادہ ہے ۔ اور خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ لا یومن احدکم حتی اکون احبّ الیہ من والدہٖ وولدہ والناس اجمعین ۔ یعنی تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا ۔ جب تک میں اسے اس کے والد ۔ اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں ۔ جس قدر محبت والدین کو اپنی اولاد سے اور اولاد کو اپنے والدین سے اور دیگر خونی رشتہ داروں سے ہوتی ہے ۔ وہ غیروں سے نہیں ہو سکتی ۔ خواہ کسی وقت دو محبت کرنے والوں کا دلی میلان کس قدر بڑھا ہوا کیوں نہ ہو ۔ لیکن جس جماعت کے اندر قرآن کریم اپنے نزول کے وقت تلاوت کیا گیا ۔ اور جس گروہ کے اندر رحمۃ للعالمین بذات خود مبعوث ہوئے ۔ ان میں سے کسی ایک فرد کے لئے بھی یہ مسئلہ کبھی دُبدہ کا موجب نہ ہوا ۔ کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم کیوں ہو ۔ اور اس کا وجود تمام اعزاء واقارب سے احبّ الیہ کیوں ہو؟ وہ ہر روز بلکہ ہر آن اُس بالمومنین رؤف الرحیم کے ہاتھ سے ایسے لطف وعنایات کے جام پیتے تھے ۔ کہ کسی رشتہ دار کہلانے والے کی محبت وشفقت کو اس سے کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی ۔ وہ ایسی پُرحلاوت مے تھی ۔ کہ اس سے سرشار ہو کر صحابہ کرام کے لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود نہ صرف والدین اور نہ صرف دیگر خویش واقارب بلکہ تمام دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہو گیا ۔

میں اس موضوع سے متعلقہ مثالوں کو دُہرا نہیں سکتا ۔ کہ کسی اخبار کے کالم صحابہ رضؓ کی جان نثاری کی تاریخ کے لئے کہاں مکتفی ہو سکتے ہیں ۔ ہاں اتنا ہی کہتا ہوں ۔ کہ کون سی قربانی ہے جو کسی فرد نے کسی زمانے میں اپنے سردار کے لئے کی ہے ۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے سینکڑوں نہیں ہزاروں نے نہ کی ہو ۔ اور زیادہ شان سے نہ کی ہو ۔ وہ جنھوں نے پے درپے کئی نوکروں اور بالآخر بیٹے کو بھی خراج دینے سے انکار کر دیا ۔ جب مالک آیا ۔ تو نہ صرف انھوں نے سارا باغ ہی اس کے حوالے کر دیا ۔ بلکہ اپنا سب کچھ اس کی نذر کر دیا ۔ اور پھر بھی بصد حسرت یہی گاتے ہوئے رخصت ہوئے ؎

جان دی ۔ دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

پھر بھی دل میں یہی تمنا لے گئے ۔ کہ ہم پھر زندہ کئے جائیں ۔ اور پھر خدا کی راہ میں مارے جائیں ۔ پھر زندہ کئے جائیں اور پھر مارے جائیں اور یہ سلسلہ ختم نہ ہو ۔ اللّٰھم بارک وسلم علی محمدٍ وّعلی اصحاب محمدٍ ۔

جب یہ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نجوم اپنا طبعی وقت پورا کر کے مادی اُفق سے غروب ہو گئے ۔ تو وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ ایسے بندے مبعوث فرماتا رہا ۔ جو کہ عزیز علیہ ما عنتّم وبالمومنین رؤف الرحیم کی صفت سے علیٰ قدر مراتب متصف ہوتے تھے ۔

آج سے تیس سال قبل دنیا میں خدا کا ایک بندہ موجود تھا ۔ جس کو اپنے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس

خط نمبر ۱۲ (کارڈ)

مم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی
محبی مخلصی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید احمد صاحب سلّمہ تعالےٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل کی ڈاک میں گولیاں کونین کی پہنچی ۔ خدا تعالےٰ آپ کو جزائے خیر بخشے ۔ گولیاں نہایت عمدہ ہیں اور نہایت محبت اور اخلاص سے بنائی گئی ہیں ۔ امید کہ ہمیشہ اپنی خیر وعافیت سے مطمئن فرماتے رہیں ۔ زیادہ خیریت ہے ۔ والسلام

خاکسار غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان ضلع گورداسپور ۳۱ دسمبر ۱۸۹۳ء

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی ۔
خدمت میں محبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

صفت کا وافر حصہ ملا ہوا تھا۔ اور وہ حضرت مرزا **غلام احمد صاحب قادیانی** علیہ السلام تھے۔ آپ کو بھی اپنے آقا کی طرح اپنے خدام سے اس قدر بڑھی ہوئی شفقت تھی۔ کہ ماں باپ کی محبت و شفقت اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے ؎

بہ شفقت از پدر افزوں تر آمد
بمہرش مہر یادر ہیچ کارے

چونکہ اس آخرین کے گروہ کو بھی ساقی نے وہی مے پلا دی تھی۔ جس سے صحابہ کرام سرشار ہوئے تھے۔ اس لئے ایک پیمانہ پر اور ایک رنگ میں اس گروہ میں اولین جیسی قربانی۔ جاں نثاری۔ ایثار صدق و صفا۔ محبت و عشق کے نظائر بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اور جیسے میں نے صحابہ کی اس باب میں مثالوں کو چھوڑ کر صرف ایک اثر کا ذکر کیا ہے۔ ایسے ہی میں اس آخرین کی جماعت کی بھی کثیر مثالوں کو چھوڑ کر آج کی صحبت میں صرف ان کے متعلق ایک اثر کے بیان پر اکتفاء کروں گا۔

ابتداء ہی سے حضرت اقدس کے حلقہ انصار میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے۔ بدء الاسلام غریبًا و سیعود غریبًا فطوبیٰ للغرباء کی سنت کے ماتحت اگرچہ کثرت غرباء کی تھی لیکن زمانہ کی مسلّمہ اور متعارفہ عزتوں اور رتبوں والے بھی شامل جماعت تھے۔ اعلیٰ طبقہ کے تاجر بھی تھے۔ اعلیٰ زمیندار بھی تھے۔ اعلیٰ عہدہ دار سرکاری ملازم بھی تھے۔ اعلیٰ گریڈ کے ڈاکٹر بھی تھے وکیل بھی تھے۔ دینی علوم کے چوٹی کے علماء بھی تھے۔ اور علوم دنیوی کے منتہی ڈگری یافتہ بھی تھے۔ اور مخدومی نواب محمد علی خانصاحب آف مالیر کوٹلہ اور سردار امام بخش صاحب تمندار کوٹ قیصرانی جیسے رئیس اور جاگیردار بھی تھے۔ پھر انزلوا الناس علیٰ قدر منازلھم کے ماتحت حضرت ہر ایک کے ساتھ حسب حال امتیازی سلوک بھی فرماتے تھے۔ یہ امتیازی سلوک لوگوں کو نظر بھی آتا تھا۔ لیکن باوجود اس کے حضرت کی بڑھی ہوئی شفقت و محبت کا یہ عالم تھا۔ اور آپ کی شفقت کی پوشیدہ نہر اس طرح جاری تھی۔ کہ حضرت مولانا نورالدین اور مولانا عبدالکریم جیسے سلسلہ کے عمائد سے لے کر حافظ حامد علی صاحب اور پیرا پہاڑیا جیسے گھر کے خادموں تک ہر ایک دوست اس یقین سے معمور تھا۔ کہ سب سے زیادہ حضرت اس سے ہی پیار کرتے ہیں۔ ہر ایک کو حضرت کی محبت پر ناز تھا۔ اور وہ فخریہ اپنے اس اثر کو بیان کرتے تھے۔ سبحان اللہ! کیا رشک کا مقام ہے کہ یہ لوگ دنیا میں ہی جنت میں بستے تھے۔ وہاں نہ حسد تھا نہ رقابت۔ نہ بغض نہ کینہ۔ ونزعنا ما فی صدورھم من غلٍّ اخوانًا علیٰ سُرُرٍ متقٰبلین۔ کی حالت یہیں میسر ہو گئی۔ وہ سُرُر متقابل کیا تھے۔ وہ حضرت کی محبت کے تخت تھے۔ جس پر ہر دوست سرفراز ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک اُمی آدمی کو حضرت کی محبت کا ایسا تخت میسر تھا۔ کہ وہ ۴م

۴م حضرت مولانا نورالدین جیسے عالم کے متقابل اپنے تخت پر یوں سربلند ہو کر بیٹھتا تھا۔ کہ وہ سمجھتا تھا۔ کہ جس تخت پر وہ بیٹھا ہوا ہے وہ شاید حضرت مولانا کو بھی میسر نہیں۔ میں جب حضرت کی محبت و شفقت کی اس کیفیت کا تصور کرتا ہوں۔ تو میں حیران رہ جاتا ہوں۔ کہ جامہائے عنایات کے پینے والوں نے اپنے دلبر کی رحلت کے بعد پیچھے رہنا کیسے گوارا کر لیا۔ ساقی کے بغیر میخانہ میں کیا کیف باقی ہو سکتا ہے؟ یہ ایک نالذت آشنا متاخر کا خیال پریشان ہے۔ دیکھئے مخدومی شیخ عرفانی صاحب و مخدومی مفتی محمد صادق صاحب و مکرمی قاضی اکمل جیسے جام رساں اور مخدومی میر محمد اسمٰعیل صاحب جیسے میگسار اس پر اپنے تاثرات کا کیا اظہار کرتے ہیں۔

مسیح پاک کی پاک باتیں

شیخ مبارک احمد صاحب مبلغ مشرقی افریقہ کے قلم سے

(۱)

"جبکہ انسان ایک فنا ہونے والی ہستی ہے۔ اور موت کا کچھ بھی پتہ نہیں کہ کب آجاوے۔ اور عمر ایک ناپائدار شئے ہے۔ پھر کس قدر ضروری ہے۔ کہ اپنی اصلاح اور فلاح کی فکر میں لگ جاوے۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ دنیا اپنی دُھن میں ایسی لگی ہے۔ کہ اس کو آخرت کا کچھ فکر اور خیال ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ سے ایسے لاپرواہ ہو رہے ہیں۔ کہ گویا وہ کوئی ہستی ہی نہیں۔ ایسی حالت میں جبکہ دنیا کی ایمانی حالت اس حد تک کمزور ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کرکے بھیجا ہے۔ تاکہ میں زندہ ایمان زندہ خدا پر پیدا کرنے کی راہ بتلاؤں۔"

(۲)

"دنیا میں لوگ حکّام یا دوسرے لوگوں سے کسی قسم کا نفع اٹھانے کی ایک خیالی امید پر ان کو خوش کرنے کے واسطے کس کس قسم کی خوشامد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ادنیٰ ادنیٰ درجہ کے اردلیوں اور خدمتگاروں تک کو خوش کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ اگر وہ حاکم راضی اور خوش بھی ہو جائے۔ تو اس سے صرف چند روز تک یا کسی موقع مخصوص پر نفع پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے۔ اس خیالی اُمید پر انسان اس کے خدمتگاروں کی ایسی خوشامدیں کرتا ہے۔ کہ میں تو ایسی خوشامدوں کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہوں۔ اور میرا دل ایک رنج سے بھر جاتا ہے۔ کہ نادان انسان اپنے جیسے انسان کی ایک خیالی اور وہمی امید پر اسقدر خوشامد کرتا ہے۔ مگر اس معطی حقیقی (خدا تعالیٰ) کی جس نے بدوں کسی معاوضہ کے اور التجا کے اس پر بے انتہا فضل کئے ہیں۔ ذرا بھی پروا نہیں کرتا۔ حالانکہ اگر وہ انسان اس کو نفع پہنچانا بھی چاہے تو کیا؟ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ کوئی نفع خدا تعالیٰ کے بدوں پہنچ ہی نہیں سکتا...... پھر کس قدر بے حیائی ہے۔ کہ انسان غیروں کے دروازہ پر ناک رگڑتا پھرے۔ ایک خدا ترس مومن کی غیرت تقاضا نہیں کرتی۔ کہ وہ اپنے جیسے انسان کی ایسی خوشامد کرے جو اس کا حق نہیں ہے۔ متقی کے لئے خود اللہ تعالیٰ ہر قسم کی راہیں نکال دیتا ہے۔ اس کو ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے۔ کہ کسی دوسرے کو علم بھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا ولی اور مربّی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے جو دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں، ان کے ساتھ وہ رأفت و محبت کرتا ہے۔ چنانچہ خود فرماتا ہے۔ **واللّٰہ رؤف بالعباد**۔"

(۳)

"میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے۔ کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کر دی ہے۔ اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی ہے۔ مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کرکے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو۔ کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔ یاد رکھو! یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے۔ کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا۔ اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر ان کو اطلاع ملتی۔ کہ جو خدا کے لئے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے۔ کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اس للّٰہی وقف کا اجر ان کا رب دینے والا ہے۔ یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات و رہائی بخشنے والا ہے...... میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں۔ اور تجربہ کر چکا ہوں۔ اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے۔ کہ اگر مجھے یہ بھی کہ دیا جائے۔ کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائد نہیں ہے۔ بلکہ تکلیف اور دُکھ ہوگا۔ تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رُک نہیں سکتا۔ اس سے

میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں۔ کہ اگر کوئی حیات چاہتا ہے۔ اور حیات طیبہ اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے۔ تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے۔ اور ہر ایک اس کوشش و فکر میں لگ جائے۔ کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے۔ اور کہہ سکے۔ کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم کی طرح اس کی روح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

(۴)

"میں اپنی جماعت اور خود اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے یہی چاہتا اور پسند کرتا ہوں۔ کہ ظاہری قیل و قال جو لیکچروں میں ہوتی ہے۔ اسی کو ہی پسند نہ کیا جاوے۔ اور ساری غرض و غایت آکر اس پر ہی نہ ٹھہر جائے۔ کہ بولنے والا کیسی جادو بھری تقریر کر رہا ہے۔ الفاظ میں کیسا زور ہے۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوتا۔ میں تو یہی پسند کرتا ہوں۔ اور نہ بناوٹ اور تکلف سے بلکہ میری طبیعت اور فطرت کا ہی یہی اقتضاء ہے۔ کہ جو کام ہو اللہ کے لئے ہو۔ جو بات ہو خدا کے واسطے ہو۔ اگر اللہ کی رضاء اور اس کے احکام کی تعمیل میرا مقصد نہ ہوتا۔ تو اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ مجھے تقریریں کرنا اور وعظ سنانا تو ایک طرف میں تو ہمیشہ خلوت ہی کو پسند کرتا ہوں۔ اور تنہائی میں وہ لذت پاتا ہوں۔ جس کو بیان نہیں کر سکتا۔ مگر کیا کروں۔ بنی نوع کی ہمدردی کھینچ کھینچ کر باہر لے آتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ جس نے مجھے تبلیغ پر مامور کیا ہے۔ میں نے یہ بات کہ ظاہری قیل و قال ہی کو پسند نہ کیا جائے۔ اس لئے بیان کی ہے۔ کہ ہر خیر میں بھی شیطان کا حصہ رکھا ہوا ہوتا ہے۔ پس انسان جب وعظ کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو اس میں شک نہیں۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت ہی عمدہ کام ہے۔ مگر اس منصب پر کھڑے ہونے والے کو ڈرنا چاہیئے۔ کہ اس میں مخفی طور پر شیطان کا بھی حصہ ہے۔ کچھ تو واعظ کے بخرہ میں آتا ہے اور کچھ سننے والوں کے حصہ ہیں...... پس میں خدا تعالےٰ سے پناہ مانگتا ہوں۔ کہ وہ ہماری تقریر دں" ہمارے بولنے والوں اور سننے والوں میں سے اس ناپاک اور خبیث روح کے حصہ کو نکال کر محض للہیت بھر دے۔ ہم جو کچھ کہیں خدا کے لئے۔ اسکی رضا کے حاصل کرنے کے واسطے۔ اور جو کچھ سنیں خدا کی باتیں سمجھ کر سنیں۔ اور نیز عمل کرنے کے واسطے سنیں"

(۵)

جماعت کے باہمی اتحاد و اتفاق اور آپس میں محبت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں۔ کہ تم باہم اتفاق رکھو۔ اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو۔ ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر کھڑا ہونے کا حکم اسی لئے ہے۔ کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو۔ اور اتحاد نہ ہو۔ تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ آپس میں محبت کرو۔ اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے۔ تو فرشتہ کہتا ہے تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلےٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو، تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں۔ کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ۔ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ کنتم اعداءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخواناً۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو۔ کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلاء میں ہے۔ اس کا انجام اچھا نہیں"

مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ روح پرور باتیں حضور علیہ السلام کی سیرت طیبہ کی آئینہ دار ہیں۔ یہ خزانہ جو نہایت ہی قیمتی خزانہ ہے۔ الحکم کے پُرانے فائلوں میں محفوظ پڑا ہے۔ خاکسار نے ایک ذرہ کو احباب کی خاطر پیش کیا ہے۔ اور ان پاک باتوں کے انتخاب سے مقصد یہ ہے۔ کہ تا یہ عاجز نابکار اور دوسرے احباب اپنی کوتاہیوں کو محسوس کریں۔ اور ان اہم مقاصد کے لئے اس رنگ میں اپنے آپ کو تیار کریں۔ جس رنگ میں خدا کا مسیح پاک رنگین کرنا چاہتا ہے۔ کہ اس کے بغیر ہماری فلاح و صلاح کا کوئی اور ذریعہ نہیں ؛

نظم

نتیجہ فکر جناب ڈاکٹر منظور احمدؐ صاحب بھیروی۔

آنے والے کو بڑی شان سے آتے دیکھا
اپنی آمد کے نشانات دکھاتے دیکھا
کیوں نہ مانے گی اُسے دنیا مسیحائے زماں
اپنی آنکھوں سے جسے مُردے جلاتے دیکھا
حُسن و احسان کا ہے اُس کے زمانہ شاہد
ہر مصیبت میں اُسے ہاتھ بڑھاتے دیکھا
ہم رہے سنتے اُسے اُن کو دعائیں دیتے
جن کی جانب سے اُسے گالیاں کھاتے دیکھا
کوئی دشمن بھی پھرا اس سے نہ اُسکے خالی
خون کے پیاسوں کو تریاق پلاتے دیکھا
ایک آواز سے دنیا کو جگایا اُس نے
اِک زمانہ جسے صدیوں سے جگاتے دیکھا
آسماں پر وہی گاتے ہیں فرشتے بھی تمام
مدح میں اُس کی جو منظور کو گاتے دیکھا

ایک پُرانے مخلص صحابی کیلئے درخواستِ دُعا

شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی ایک بہت پُرانے مخلص احمدی اور سلسلہ کے خادم اور صحابی ہیں۔ وہ چند روز سے امرتسر میں بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے امرتسر سول ہسپتال میں موتیا بند کا اپریشن کرایا تھا۔ آنکھ میں اپریشن کے بعد زخم ہو گیا ہے۔ جس سے ان کو بہت تکلیف ہے۔ احباب سے درخواست ہے۔ کہ وہ ایک بُڈھے صحابی کی اس تکلیف میں اس کی مدد اپنی دعاؤں سے فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ انکو اس تکلیف سے نجات دے۔ وہ ایک بڑے کنبہ والے آدمی ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ان کے سارے کنبے کو انکی اس تکلیف کی وجہ سے سخت تکلیف ہے۔ اس لئے احباب خاص طور پر توجہ فرمادیں ؛

محمود احمد عرفانی
ایڈیٹر الحکم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے چند واقعات

ایک صحابیہ کی زبان سے

مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر مولوی فاضل
مدیر معاون "الفضل" کے
قلم سے

عظیم الشان سعادت

اللہ تعالےٰ نے اپنے بے انتہا فضل سے جن خوش قسمت وجودوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آپ پر ایمان لانے، آپ کا کلام سننے، آپ کے دیدار سے مشرف ہونے اور آپ کی صحبتِ پاک سے مستفیض ہونے کا موقع عطا فرمایا ہے۔ ان میں میری والدہ مکرمہ بھی جن کا اسم گرامی صاحب بیوی ہے، شریک ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کی عمر میں برکت ڈالے۔ اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر عرصہ دراز تک قائم رکھے۔

مہدئ آخر الزمان کی زیارت کیلئے دُعا

والدہ مکرمہ بیان فرمایا کرتی ہیں۔ کہ بچپن میں تمہارے نانا مجھے اور کتابوں کے علاوہ احوال الآخرۃ بھی پڑھایا کرتے تھے۔ جو مولوی محمد صاحب لکھوکے والوں کی تصنیف ہے۔ اس میں جب یہ ذکر آیا۔ کہ آخری زمانہ میں امام مہدی لوگوں کی ہدایت کے لئے آئیں گے۔ تو میرے دل سے بے اختیار یہ دعا نکلی۔ کہ خدایا تو مجھے امام مہدی کی زیارت کرا۔ اور مجھے توفیق عطا فرما۔ کہ میں آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوں۔ آپ فرماتی ہیں۔ ان دنوں اس دعا میں مجھے اس قدر انہماک ہوگیا۔ کہ چرخہ کاتتے۔ جھاڑو دیتے۔ برتن دھوتے اور گھر کا اور کاروبار کرتے یہی دعا وردِ زبان رہتی۔

ایک احمدی خاندان سے رشتہ داری تعلقات کا قیام

آخر اللہ تعالےٰ نے اس دعا کو سُنا۔ اور آپ کی شادی ۱۹۰۲ء میں ایک ایسے خاندان میں ہوگئی۔ جو احمدیت سے مخلصانہ تعلقات رکھتا تھا۔ والدہ مکرمہ کا وطنِ مالوف موضع گڑھی کالا۔ ڈاک خانہ ڈھہ رانجھا ضلع شاہ پور ہے۔ اور آپ کی شادی موضع گھوگھیاٹ ڈاک خانہ میانی ضلع شاہ پور میں ہوئی۔ آپ کے خُسر میاں قطب الدین صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ اور ہمارے والد ماجد مولوی فخر الدین صاحب پنشنر حال سکرٹری امانت فنڈ تحریک جدید بھی اس شادی سے کئی سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔ اگر آپ کی شادی کسی غیر احمدی خاندان میں ہوتی۔ تو نہ معلوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت آپ کو نصیب ہوتی یا نہ۔ مگر چونکہ اللہ تعالےٰ عرش پر آپ کی دعا کو قبول کر چکا تھا۔ اس لئے اُس نے اپنے فضل سے یہ تقریب پیدا کر دی۔ کہ باوجود غیر احمدی خاندان میں پیدا ہونے کے آپ کے رشتہ داری تعلقات ایک احمدی خاندان سے قائم گئے۔

قادیان میں آمد

والدہ مکرمہ بیان فرمایا کرتی ہیں۔ کہ اُن کی شادی پندرہ برس کی عمر میں ہوئی۔ اور وہ قادیان میں پہلی مرتبہ اپنی شادی کے قریباً تین سال بعد آئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت

اکتوبر یا نومبر ۱۹۰۵ء کے ایام تھے۔ جبکہ والدہ مکرمہ خدا تعالےٰ کے مسیح کی پاک بستی میں آئیں۔ میرے بڑے بھائی ماسٹر محمد اسحاق صاحب بی۔ ایس۔ سی جو اُس وقت سات آٹھ ماہ کے تھے، آپ کی گود میں تھے۔ آپ میاں نجم الدین صاحب مرحوم مہتمم لنگر خانہ کی بیوی کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنے کی غرض سے حضور کے گھر گئیں۔ آپ فرماتی ہیں۔ عشاء کا وقت تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادگان (محمود۔ بشیر شریف اور مبارک وغیرہ) موم بتیاں جلا جلا کر کرسیوں کے بازوؤں پر رکھ کر کھیل کود رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پاس ہی ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت ام المومنین مدظلہا العالی بھی موجود تھیں۔ حضرت ام المومنین نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ کہ کیسے آنا ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے میری یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گوش گزار کر دی۔ حضور اسی وقت اٹھ بیٹھے۔ اور از راہ کرم حضور نے میری بیعت قبول فرمائی۔

خیمہ میں رہائش

اس کے بعد وقتاً فوقتاً جب کبھی والد صاحب کو رخصت ملتی اور آپ قادیان آتے۔ تو والدہ مکرمہ کو بھی ہمراہ لاتے۔

فرماتی ہیں۔ ایک دفعہ ہم سب ماسٹر عبد الرحمن صاحب (سابق مہر سنگھ) کے کرایہ دار مکان واقعہ اندرونِ قصبہ میں ٹھہرے۔ مگر چونکہ پردہ دار مستورات کے قیام کے لئے ان کے کمروں میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس لئے ہم نے صحن میں ایک چھوٹا سا خیمہ لگا لیا۔ اور اسی میں ہم نے رہنا شروع کر دیا۔

موسم گرما میں پنکھا ہلانیکی سعادت

فرماتی ہیں۔ جتنے دن میں قادیان میں رہتی میرا یہ معمول تھا۔ کہ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر چلی جاتی۔ اور گرمیوں کے ایام میں حضور کو کئی کئی گھنٹے پنکھا کرتی رہتی۔ حضرت ام المومنین مدظلہا العالی بھی اس وقت حضور کے پاس تشریف فرما ہوا کرتی تھیں۔ میرے دریافت کرنے پر آپ نے بتایا۔ کہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چارپائی پر بیٹھا کرتے تھے۔ میں دروازہ کی چوکھٹ پر ہی بیٹھ جاتی اور پنکھا ہلانا شروع کر دیتی۔

تصنیف میں انہماک

فرماتی ہیں۔ ایک دفعہ میں دن کے بارہ بجے حضور کے گھر گئی۔ تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کھانا پڑا ہے۔ اور حضور کچھ لکھنے میں مصروف ہیں۔ مگر حضور پر اس قدر محویت کا عالم طاری تھا۔ کہ یوں معلوم ہوتا تھا۔ آپکو یہ علم ہی نہیں۔ کہ کھانا میرے سامنے پڑا ہے۔

خربوزوں پر کھانڈ ڈالکر کھانا

ایک دفعہ آپ کے گھر گئی۔ تو دیکھا کہ حضور کے

تمام بچے خربوزے کاٹ کاٹ کر ان کی پھانکیں کھا رہے ہیں۔ مجھ پر اثر یہ ہے۔ کہ وہ خربوزے کسی نے تحفۃً بھجوائے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بچوں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اوپر ذرا ذرا کھانڈ ڈال لو پھر خوب میٹھے ہو جائیں گے۔ چنانچہ سب بچوں نے میٹھا ڈال کر خربوزے کھائے۔

گرے ہوئے نوٹوں کی دستیابی اور حضور کی مسکراہٹ

فرماتی ہیں۔ ایک دفعہ موسم گرما میں ایک دو بجے بعد دوپہر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پنکھا کر رہی تھی۔ اور آپ ڈاک دیکھنے جا رہے تھے۔ کہ اچانک جلدی سے چارپائی سے اُٹھ کر آپ کمرہ سے باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا۔ کہ حضور اپنے ہاتھ میں بہت سے کرنسی نوٹ لئے واپس تشریف لے آتے ہیں۔ کمرہ کے اندر داخل ہو کر حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ یہ نوٹ غلطی سے باہر گر گئے تھے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے۔ منی آرڈروں کے ذریعہ اس روز جو روپیہ وصول ہوا۔ اس میں سے کچھ نوٹ غلطی سے باہر ہی گر گئے تھے۔ بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کا علم ہوا۔ تو حضور جلدی سے تلاش میں نکلے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے تمام نوٹ حضور کو دستیاب ہو گئے۔

قبولیتِ دُعا کا ایک عظیم الشان نشان

والدۂ مکرمہ فرماتی ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبولیت دعا کا بھی میں نے ایک بہت بڑا نشان دیکھا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم تین بہنیں تھیں۔ میں بڑی تھی اور دو بہنیں حاکم بیوی اور حیات بیگم مجھ سے چھوٹی تھیں۔ ان دونوں کے رشتوں کے متعلق گھر میں سخت اختلاف ہو گیا۔ میری والدہ یہ چاہتی تھیں۔ کہ یہ دونوں رشتے اپنے رشتہ داروں کو دیں۔ اور والد صاحب یہ چاہتے تھے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو یہ رشتے دیں۔ اس اختلاف نے اس قدر طول پکڑ لیا۔ کہ نہ صرف گھر میں بدمزگی پیدا ہو گئی۔ بلکہ والد صاحب نے اپنے رشتہ داروں سے کہہ بھی دیا۔ کہ میں نے اپنی لڑکیوں کا رشتہ تمہیں دے دیا ہے۔ والدہ کو جب یہ معلوم ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس قسم کی افواہیں انہوں نے سنیں۔ کہ فریق ثانی کا ارادہ ہے۔ کہ لٹھ بند ہو کر لڑکیوں کو اٹھا کر لے جائیں۔ تو انہیں سخت غصہ آیا۔ اور وہ ناراضگی کی حالت میں اپنی لڑکیوں کو لے کر میکے (موضع نواں کوٹ) چلی گئیں۔ اور انہوں نے کہا۔ میں دیکھوں گی۔ کہ کس طرح یہ رشتے میری مرضی کے خلاف کر لئے جاتے ہیں۔ آخر نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جن لوگوں کو والد صاحب رشتہ دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے عدالت میں والدہ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ کہ ہمارے لڑکوں کے اس کی لڑکیوں سے نکاح ہو چکے ہیں مگر یہ ان کو رخصت نہیں کرتی۔ والد صاحب چونکہ سادہ مزاج تھے۔ اس لئے ان سے بھی انہوں نے کچھ اس قسم کی گواہی لے لی جس سے ان کے مدعا کو تقویت پہنچ سکتی تھی۔ اور گاؤں کے بڑے بڑے لوگوں کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ گویا ایک طرف تمام گاؤں کے اکابر تھے۔ اور دوسری طرف صرف میری والدہ اور دو بہنیں۔ وہاں سے سرگودھا کئی میل دُور ہے۔ اور ان دنوں سواری کا بھی کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ ہر پیشی پر والدہ صاحبہ اپنی لڑکیوں کے ہمراہ اُونٹ پر کجاوں میں بیٹھکر عدالت میں جاتیں پردہ دار مستورات کا عدالتوں میں کھینچا جانا جس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے وہ کسی شخص سے مخفی نہیں۔ پھر ایسی صورت میں جبکہ تمام گاؤں مخالف ہو۔ اور کامیابی کی کوئی امید نہ ہو۔ جو کچھ انسانی قلب کی حالت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔

فرماتی ہیں میری والدہ صاحبہ اور بہنوں پر وہ ایام اس قدر تکلیف کے تھے۔ کہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی مقدمہ جاری ہی تھا۔ کہ مجھے کسی موقعہ پر خوش قسمتی سے قادیان آنا پڑا۔ اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کی غرض سے گئی۔ آٹھ نو بجے صبح کا وقت تھا۔ جب میں حضور کے گھر گئی۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ حضور بچوں سمیت سیر کیلئے باغ تشریف لے گئے ہیں۔ میں وہیں انتظار میں بیٹھ گئی تھوڑی دیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر سے واپس تشریف لے آئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب جو اس وقت چھوٹے بچے تھے، حضور کے ہمراہ تھے۔ حضور جب کمرہ میں داخل ہونے لگے۔ تو میں نے السلام علیکم کے بعد گذارش کی۔ کہ میں حضور کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں حضور اسی وقت کھڑے ہو گئے۔ اور دروازہ کی چوکھٹ کے اوپر کے حصہ کو حضور نے اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ میں نے یہ تمام سرگذشت اول سے آخر تک بیان کی۔ حضور نہایت توجہ کے ساتھ تمام باتیں سنتے رہے۔ جب میں نے اپنی بات ختم کر لی۔ تو حضور نے فرمایا اچھا ہم دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔

والدۂ مکرمہ بیان فرماتی ہیں۔ کہ حضور کی اس دعا کا یہ معجزانہ اثر ہوا۔ کہ باوجودیکہ مقدمہ کے حالات سخت خراب تھے۔ اور باوجودیکہ بعض لوگ برملا یہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر یہ لڑکیاں اور ان کی ماں ہمارے گاؤں موضع جالپ کے قریب سے بھی گذریں۔ تو ہم ان کو زندہ نہیں جانے دینگے اللہ تعالےٰ نے اسی پیشی میں جو اس دعا کے بعد ہوئی، ایسا فضل کیا کہ مجسٹریٹ نے مقدمہ کو بالکل جھوٹا پا کر خارج کر دیا۔ اور نہ صرف مقدمہ خارج ہو گیا۔ بلکہ لوگوں کی عداوت بھی جاتی رہی اور پھر دونوں لڑکیوں کے رشتے وہیں ہوئے جہاں والدہ صاحبہ کی خواہش تھی۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے نقشہ ہی پلٹ گیا۔ اور تین بیکس عورتیں تمام گاؤں والوں کے مخالفانہ ارادوں پر غالب آگئیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ترجمۂ قرآن جاننے کی خواہش

والدۂ مکرمہ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضور مجھے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کا بڑا شوق ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اگر ایک ایک سطر بھی پڑھو گی۔ تو سارا قرآن پڑھ لو گی۔

خشیتِ الٰہی اور مخلوق خدا سے شفقت

والدۂ مکرمہ فرماتی ہیں۔ کہ ایک دن میں علی الصبح ضروریات وغیرہ سے فارغ ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت اور حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی ملاقات کی غرض سے گئی۔ مگر جب گھر پہنچی۔ تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دیکھا۔ میں نے دادی (میاں شادی خاں صاحب مرحوم کی والدہ) سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پرانی خادمہ تھی دریافت کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں ہیں۔ وہ کہنے لگی حضور اس وقت سو رہے ہیں۔ میں نے کہا اس وقت آرام کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اُس نے کہا بات یہ ہے۔ کہ رات چونکہ آسمان پر بہت بادل تھے اور ہوا بڑے زور سے چلتی رہی ہے اور کچھ کچھ بارش بھی ہوتی رہی ہے۔ اس لئے حضور آج ساری رات جاگتے رہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور دعاؤں میں اس خیال سے مشغول رہے۔ کہ کہیں آج ہی رات زلزلہ نہ آ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا عذاب اہلِ عالم پر نازل نہ ہو جائے۔ غرض حضور چونکہ رات بھر نہیں سوئے۔ اس لئے نماز فجر پڑھکر سو گئے ہیں۔ والدہ صاحبہ بیان فرماتی ہیں۔ کہ اس رات واقعی آسمان پر بادل تھے۔ بار بار بجلی چمکتی اور کڑکتی تھی۔ کچھ کچھ بارش بھی ہوتی رہی۔ اور ہوا بھی بڑے زور سے چلتی رہی تھی۔ نیز یہ بھی کہا۔ کہ ہماری حالت تو یہ ہوتی ہے۔ کہ ٹھنڈی ہوا چلے یا بادل برسیں، تو ہم بڑے مزے سے وہ رات نیند میں گذارتے ہیں۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی کیا ہی عجیب شان ہوتی ہے۔ کہ وہ ہر وقت خدا تعالےٰ کے استغنار ذاتی سے ڈرتے ہیں۔ حضور کو بھی بجلی کی کڑک، رات کی تاریکی، ہوا کا شور اور آسمان کی ہیبت ناک حالت دیکھ کر فوراً یہ خیال آیا۔ کہ کہیں آج ہی زلزلہ نہ آ جائے۔ چنانچہ آپ ساری رات جاگتے رہے۔ اور نمازیں پڑھتے اور دعائیں کرتے رہے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے۔ اس سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے کسی زلزلہ کے متعلق پیشگوئی شائع ہو چکی تھی۔ تبھی آپ کا خیال آسمان کی حالت دیکھکر فوراً زلزلہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور بوجہ اس رحم اور محبت کے جو انبیاء علیہم السلام کے دل میں لوگوں کے متعلق

ودیعت کی ہوتی ہوتی ہے۔ آپ ساری رات لوگوں کے لئے دعائیں کرنے میں مشغول رہے۔ یہی وہ امر ہے۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شعر میں بیان فرمایا کہ ؎

جانم گداخت از غمِ ایمانت اے عزیز
دیں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم

نماز فجر کے بعد سونا

اس جگہ اس امر کا ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ عادت تھی۔ کہ نماز فجر کے بعد بالعموم تھوڑی دیر کے لئے سو جایا کرتے تھے۔ مگر اس رات چونکہ آپ بالکل نہیں سوئے۔ اس لئے نماز فجر کے بعد حضور نسبتاً کچھ زیادہ دیر سوتے رہے۔

پاکیزہ خلوت

نیز یہ روایت اس لحاظ سے بہت زیادہ معتبر ہے۔ کہ دادی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پرانی خادمہ تھی۔ اور اسے حضورؑ کی اندرونی زندگی دیکھنے کا بہت زیادہ موقع ملتا رہتا تھا۔ پس یہ واقعہ حضور کی پاکیزہ خلوت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔

خدام سے بے نظیر محبت

والدہ مکرمہ فرماتی ہیں۔ کہ محمد اسحاق جو میرا بڑا بیٹا ہے۔ اس کی عمر غالباً ڈیڑھ برس کے قریب ہوگی۔ کہ وہ مرض طاعون میں مبتلا ہوگیا۔ اور دو گلٹیاں نکل آئیں۔ جن میں سے ایک گلٹی بغل میں نکلی اور دوسری بُنِ ران میں۔ فرماتی ہیں اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال ہوا۔ اور عزیزم محمد اسحاق چند دنوں کے بعد تندرست ہوگیا۔ اس کے چند ماہ بعد میں قادیان آئی۔ ایک روز عصر کے بعد میں الدار میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب بیٹھ کر حضور کو پنکھا کر رہی تھی۔ بچہ میری گود میں تھا۔ اور حضور اپنی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ پاس ہی حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی اور بچے اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ کہ میں نے عرض کیا۔ حضور میرے اس چھوٹے بچے کو طاعون کی دو گلٹیاں نکلی تھیں۔ فرماتی ہیں۔ میں نے یہ کہا ہی تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یکدم بے چین ہو کر اٹھ بیٹھے اور حیرت اور تعجب سے دو تین دفعہ فرمایا۔ اس چھوٹے بچے کو دو گلٹیاں نکلی تھیں؟ میں نے عرض کیا۔ جی حضور۔ ایک بغل میں اور ایک بُنِ ران میں ؛

توجہ کا اثر

والدہ مکرمہ فرماتی ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس توجہ کا یہ اثر ہے کہ آج تک تمہارے بھائی کو کبھی ان مقامات پر درد نہیں ہوا۔ جہاں طاعون کی گلٹیاں نکلی تھیں۔ آپ فرماتی ہیں۔ وہ دونوں گلٹیاں نکل کر دب گئی تھیں یہ نہیں ہوا تھا۔ کہ پھوٹی ہوں اور موادِ فاسد انہیں سے خارج ہوگیا ہو۔ اور آپ یہ بھی فرمایا کرتی ہیں۔ کہ جن کی گلٹیاں اندر ہی دب جائیں۔ انہیں وبائی ایام میں ہمیشہ خطرہ رہتا ہے۔ اور عموماً ان مقامات پر درد شروع ہو جاتا ہے۔ جہاں گلٹیاں دب کر بیٹھ گئی ہوں۔ مگر حضور کی اس توجہ کا یہ اثر ہے کہ اسے کبھی ان مقامات پر درد وغیرہ کی شکایت نہیں ہوئی۔ نہ وبائی ایام میں اور نہ دوسرے دنوں میں۔

محبت بھرا دل

یہ تو وہ نتیجہ ہے جو والدہ مکرمہ نے نکالا۔ مگر میں کہتا ہوں۔ اس واقعہ پر غور کرو۔ اور سوچو کہ انبیاء علیہم السلام اپنے دل میں مخلوقِ خدا کی کس قدر شفقت اور محبت رکھتے ہیں۔ اور کس طرح دوسرے کا دکھ انہیں بے چین کر دیتا اور دوسرے کا غم انہیں مغموم بنا دیتا ہے۔ ایک چھوٹے سے بچے کی کیا حیثیت ہوتی ہے پھر اس وقت وہ طاعون سے بالکل اچھا ہوچکا تھا۔ اور برسبیلِ تذکرہ والدہ صاحبہ نے طاعونی گلٹیاں نکلنے کا ذکر کر دیا تھا۔ مگر حضور پر اس قدر اثر ہوا۔ کہ باوجودیکہ حضور لیٹے ہوئے تھے یکدم بے چین ہو کر اٹھ بیٹھے۔ اور بڑی توجہ مگر حیرت سے بار بار کہا۔ کہ کیا اس چھوٹے بچے کو دو گلٹیاں طاعون کی نکلی تھیں؟

اخلاق فاضلہ کی امتیازی شان

یہی وہ اخلاق ہیں۔ جو اپنی امتیازی شان کی وجہ سے اپنے اندر غیر معمولی تاثیر رکھتے ہیں۔ چنانچہ والدہ مکرمہ اب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب نام لیتی ہیں۔ تو فرطِ محبت سے بے چین ہو جاتی ہیں۔ اور اس زمانہ کو یاد کر کے حسرت و اندوہ سے کہا کرتی ہیں۔ کہ افسوس مجھے معلوم نہ تھا۔ یہ پاک زمانہ اس قدر جلد گذرنے والا ہے ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

مومن ایسی پختہ بات کرتا ہے چاہے ہمالیہ پہاڑ اُڑ جائے اسکی بات نہیں بدلتی

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں "مومن کی نیت بہت بڑی چیز ہے۔ اگر تم مومن ہو۔ تو ایک پختہ عزم اور ارادہ اپنے اندر پیدا کرو۔ پھر دیکھو گے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسا فضل نازل ہوگا۔ کہ تمام خود بخود دور ہو جائیں گی۔

تمہارے ارادوں کو پختہ کرنے کے لئے یا تو وہ نئے سامان پیدا کر دے گا۔ یا پھر تمہارے حوصلہ بڑھا دے گا۔ تمہارا مقصد دونوں طرح حل ہو جائیگا

ایک بھوکے شخص کی تکلیف دور کرنے کے دو ہی علاج ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کی بھوک اڑا دی جائے دوسرے یہ کہ اسے کھانا دیدیا جائے۔ پس اپنے اندر ایک پختہ عزم کر لو۔ اور جھوٹے وعدوں سے بچو۔ کہ یہ یا تو روحانی بڑھاپے کی یا پھر بچپن کی علامت ہوتے ہیں۔ روحانی جوانی کے وقت انسان کے اندر انکسار، توکل فروتنی اور معرفت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ کبھی منہ سے ایسی بات نہیں نکالتا جس کے پورا کرنے کا اس کے دل میں عزم نہ ہو۔ اور جب وہ کوئی بات کر دیتا تو ایسی پختہ کرتا ہے کہ چاہے ہمالیہ پہاڑ اڑ جائے اسکی بات نہیں بدلتی"

پس ہر وہ شخص جس نے تحریک جدید میں حصہ لیا۔ اور وعدے کے وقت ادائیگی دورانِ سال لکھدی۔ اور کوئی مہینہ مقرر نہیں کیا ایسے احباب کو چاہیئے۔ کہ چونکہ دوران سال شروع ہے۔ اور انہوں نے کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔ اور سات مہینے گذر چکے ہیں۔ اس لئے وہ اپنا وعدہ سو فی صدی اسی مہینہ میں پورا کر دیں لیکن اگر ان کی نیت آخری مہینہ میں دینے کی ہے۔ تو وہ سمجھ لیں۔ کہ آخری وقت میں ادا کرنے کا خیال رکھنے والے اکثر فیل ہو جایا کرتے ہیں۔ پس اگر وہ قسطوار ادا نہیں کر سکتے تو اطلاع کریں کہ کس مہینہ میں ادا کریں گے۔ اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ تحریک جدید کا وعدہ کرنے والے احباب کے وعدے اٹل اور حتمی ہیں۔ کیونکہ مومن کی شان یہی ہے۔ مگر اس وجہ سے کہ تحریک جدید کو معلوم ہو جائے کہ کس کس مہینہ کتنا کتنا روپیہ آتا ہے۔ تا اسکے مطابق اخراجات کا پروگرام بنایا جائے، دوران سال کے وعدہ کرنیوالے احباب سے درخواست ہے کہ اگر وہ اپنا وعدہ اس مہینہ میں پورا نہیں کر سکتے تو بتائیں کس مہینہ میں ادا کرینگے۔ (فنانشل سکرٹری تحریک جدید)

حضرت مسیح موعود علیہ و آلہ السلام کا سلوک اپنے مخالفوں کے ساتھ

—— اور ——

آپ کی استقامت اور استقلال مخالفوں کے مقابلہ میں

مولانا ظہور حسین صاحب مولوی فاضل سابق مبلغ روس کے قلم سے

کسی شخص کے اخلاق کا موازنہ پورے طور پر اُسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب وہ اپنے مخالف سے بدلہ لینے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اور اس کو نقصان پہنچا سکتا ہو۔ پھر وہ اپنے کریمانہ اخلاق سے کام لے کر اگر کچھ نہیں کہتا۔ تو ہر ایک کے نزدیک وہ بااخلاق سمجھا جائے گا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ و آلہ السلام کی سیرت کو جب اس پہلو سے دیکھا جاتا ہے۔ تو سینکڑوں مثالیں ہم کو ایسی مل جاتی ہیں۔ جن میں آپ اپنے مخالفوں سے بدلہ لے سکنے کے باوجود ان پر رحم کرتے رہے۔ اور اپنے اعلیٰ اخلاق کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کامل بروز ہونے کا ثبوت دیتے رہے۔ چنانچہ میں احباب کے آگے چند ایک مثالیں اس کی پیش کرتا ہوں۔

(۱) جن دنوں ڈاکٹر مارٹن کلارک کی طرف سے حضرت اقدس علیہ السلام پر اقدام قتل کا مقدمہ تھا۔ اس وقت عیسائیوں کی پوری کوشش تھی۔ کہ آپ کو ملزم ثابت کریں۔ جس کے لئے انہوں نے ہر ناجائز طریق سے کام لیا۔ چنانچہ انہوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو بھی عدالت میں بطور گواہ پیش کرنا چاہا۔ اور مولوی محمد حسین بٹالوی پورے جوش کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف گواہی دینے پر آمادہ تھے۔ حضرت اقدس کے وکیل مولوی فضل الدین صاحب نے حضرت اقدس سے بڑے خوش ہو کر کہا۔ کہ مولوی محمد حسین بٹالوی آپ کے خلاف گواہی دینا چاہتا ہے۔ اس کی گواہی کی اہمیت گرانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ عدالت میں ایسے سوالات اس کے متعلق اس سے کئے جائیں۔ جن سے عدالت کو پتہ لگ جائے کہ یہ شخص کیسا ہے۔ چنانچہ آپ کے وکیل نے آپ کو بتایا۔ کہ مجھ کو اس کے والدین کے چال چلن وغیرہ کے متعلق بعض ایسی باتوں کا علم ہوا ہے۔ کہ اگر ان کو ظاہر کیا گیا۔ تو یہ عدالت کی نظروں سے یقیناً گر جائے گا۔ اور انکی گواہی کا کچھ اثر نہ ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سنتے ہی فرمایا۔ کہ میں اس قسم کے سوال کرنے کی آپ کو اجازت نہیں دے سکتا جس سے ان کی اس قسم کی پردہ دری ہو۔ اور نہ ہی میرا یہ کام ہے۔ اس لئے آپ ایسا سوال ان کے متعلق نہ کریں۔ آپ کے وکیل نے بارہا آپ کو کہا۔ کہ اس طرح ہم کو مقدمہ میں تقویت پہنچ جائے گی۔ اور ان کی گواہی کمزور ہو جائے گی۔ مگر باوجود اس کے حضرت اقدس علیہ السلام نے ایسا کرنے کی مطلقاً اجازت نہ دی۔

اللہ! اللہ!! کیا حلم اور کیسی ستاری کی صفت خدا تعالیٰ نے آپ کے اندر ودیعت کی ہوئی تھی۔ کہ باوجود اس کے کہ قانونی لحاظ سے آپ کے وکیل کو حق پہنچتا تھا۔ کہ ایسا سوال کرے۔ مگر آپ نے محض اس لئے اجازت نہیں دی۔ کہ اس سے مولوی محمد حسین اور اس کے خاندان کے ناموس پر زد پڑیگی۔ اور ان کی خفت ہوگی۔ اس لئے آپ نے پسند نہ کیا۔ کہ آپ کے ذریعہ ایسا ہو۔ چنانچہ آپ کے وکیل پر آپکی اس بات کا آخر تک اثر رہا۔ باوجودیکہ وہ غیر احمدی تھے۔ مگر جب کبھی مخالفوں کی مجلس میں حضرت مسیح موعود علیہ و آلہ السلام ذکر آ جاتا۔ تو وہ بڑے جوش سے اس امر کا اظہار کرتے۔ کہ میں نے تمام ہندوستان میں حضرت مرزا صاحب جیسے اعلیٰ اخلاق کوئی انسان نہیں دیکھا۔

(۲) اسی مقدمہ میں جب اللہ تعالیٰ نے آپکو بری کیا۔ اور مجسٹریٹ نے جن کا نام کرنل ڈگلس تھا آپ کو بری کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر آپ چاہیں۔ تو آپ ان پر جھوٹا الزام لگانے کے باعث نیز ہتک عزت کا ان پر دعوے کر سکتے ہیں۔ باوجودیکہ ڈاکٹر مارٹن کلارک اور ان کے ساتھی آپ کے سخت مخالف اور خون کے پیاسے تھے۔ آپ نے سنتے ہی فرمایا۔ کہ میرا مقدمہ آسمان پر خدا کے سامنے ہے۔

کیا عجیب بات ہے۔ آپ کے مخالف ہر ناجائز طریق سے کام لے کر آپ کے خلاف مقدمہ کرتے ہیں اور آپ جائز طریق سے قانون کے اندر رہ کر مخالفوں کو سزا دلا سکتے ہیں۔ اور حاکم اعلیٰ نے کہا بھی ہے۔ کہ آپ کو ایسا کرنے کا حق ہے۔ مگر آپ خدا پر معاملہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور پسند نہیں فرماتے۔ کہ ان کے خلاف مقدمہ دائر کر دیں۔ اور ذاتی انتقام کے لئے قانونی چارہ جوئی کریں۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچازاد بھائی مرزا نظام الدین صاحب اور مرزا امام الدین صاحب وغیرہ آپ کے سخت مخالف ہیں۔ اور ہر وقت رات اور دن آپ کے خلاف منصوبے کرتے۔ اور آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو تکلیفیں پہنچاتے۔ آپ کو سخت گالیاں دیتے اور ہر طرح کی اذیت پہنچاتے ہیں۔ مگر پھر انہی لوگوں کو جب امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت اقدس کے ذریعہ ہمارا کام ہو سکتا ہے۔ تو وہ آپ کے پاس آتے ہیں۔ اور آپ نہایت شرح صدر سے ان کا کام کر دیتے ہیں۔ اور کسی قسم کا انقباض آپ کے اندر پیدا نہیں ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک دفعہ مرزا نظام الدین صاحب کے عزیزوں نے حضرت صاحب کو اطلاع دی۔ کہ مرزا نظام الدین صاحب کو سخت بخار ہوا ہے۔ جس کا دماغ پر بھی اثر تھا۔ حضرت اقدس وہاں فوراً تشریف لے گئے۔ اور مناسب علاج کیا۔ جس سے ان کو فائدہ ہو گیا۔

اسی طرح مرزا امام الدین صاحب کے پاس ایک اعلیٰ سواری کے قابل گھوڑا تھا۔ وہ اسکو بیچنا چاہتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفہ اول رضؓ کو جو ان دنوں جموں تھے، خط لکھا۔ جس میں سفارش کی۔ کہ ان کا گھوڑا جو خوش رفتار اور راجوں اور رئیسوں کی سواری کے لائق ہے۔ اب وہ اس کو بیچنا چاہتے ہیں۔ آپ جموں میں کسی رئیس کے پاس تذکرہ کر کے مناسب قیمت سے وہ گھوڑا بکوا دیں۔ اگر کسی کے خریدنے کا ارادہ پختہ ہو جائے۔ تو گھوڑا جموں بھیجدیا جائیگا۔

اسی طرح قادیان میں ایک غیر مذہب کا آدمی سخت مخالف تھا۔ اتفاقاً اس کو دوائی کیلئے کستوری کی ضرورت

پیش آئی۔ تو اس نے آپ کے دروازہ پر آ کر آواز دی۔ آپ تشریف لے آئے۔ اور اس نے کستوری کے لئے درخواست کی۔ آپ فوراً گھر میں تشریف لے گئے۔ اور کافی مقدار میں کستوری لا کر اس کے حوالہ کر دی۔

الغرض ایک مثال نہیں دو نہیں۔ ہزاروں ایسے واقعات آپ کی زندگی میں ہوئے۔ کہ مخالفوں نے آپ کے قتل کے منصوبے کئے۔ قید کرانے کی کوششیں کیں۔ آپ کو ہر طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ مگر باایں ہمہ آپ نے ان کے مقابلہ پر اُن اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ جن کی نظیر آج سے تیرہ سو سال قبل سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ لوگوں نے آپ کو مارنے کے منصوبے کئے۔ جبکہ آپ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر ان کی روحانی زندگی کے لئے اپنے مولیٰ کے حضور رو رو کر دعائیں کرتے۔ لوگوں نے آپ کو گالیاں دیں۔ مگر آپ نے ان کو دعائیں دیں۔ الغرض آپ کی ساری زندگی اس شعر کا مصداق تھی ؎

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

نیز مسلمانوں کی طرف سے خطرناک مصائب دیکھ کر آپ کے اندر سے یہ آواز آتی ؎

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کاخر کنند دعوئے حُبِّ پیمبرم

پس نہ صرف آپ مخالفین کے حملوں کو دیکھ برداشت کرتے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی خاطر تکالیف جھیلنے کو خوشی اور بہادری سے قبول کرنے کے لئے تیار رہتے۔ جیسا کہ ذیل کے دو واقعات اس پر نمایاں طور پر روشنی ڈالتے ہیں۔

(۱) ایک دفعہ جبکہ آپ گورداسپور تشریف فرما تھے۔ اور مقدمہ ایک ہندو مجسٹریٹ کے سپرد تھا۔ اور اُس نے آریوں کی سازش سے متاثر ہو کر فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ ایک دفعہ تو میں آپ کو ضرور قید میں بھجواؤنگا۔ خواہ تھوڑے ہی وقت کے لئے کیوں نہ ہی۔

جب جماعت کے بعض افراد کو اس کا علم ہوا اور حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے سخت گھبرا کر حضرت اقدس کے حضور یہ واقعہ سنایا۔ تو حضور اس وقت چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے جب آپ نے یہ سنا۔ کہ وہ مجسٹریٹ کہتا ہے۔ کہ شکار میرے ہاتھ میں ہے۔ تو حضور نے نہایت جوش فرمایا۔ کہ وہ خدا کے شیر پر ہاتھ تو ڈال کر دیکھے۔ نیز آپ نے فرمایا۔ کہ ہم نے تو بارہا خدا کے حضور دعا کی۔ کہ مولیٰ تیری خاطر میں ہر طرح کی تکلیف برداشت کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تیری راہ میں مجھ کو بیڑیاں اور ہتھکڑیاں پڑیں۔ تو میں خوشی سے اِس حالت کیلئے تیار ہوں۔ مگر ہر بار مجھ کو میرے خدا نے تسلی دی اور کہا کہ تیرے ساتھ میں یہ معاملہ نہ کرونگا۔

(۲) اسی طرح ایک دفعہ کے متعلق حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سیالکوٹی سیرت مسیح موعودؑ کے صفحہ ۴۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”مجھے خوب یاد ہے کہ جس روز ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب قادیان میں حضرت کے مکان کی تلاشی کیلئے آئے تھے اور قبل از وقت اس کا کوئی پتہ اور خبر نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی۔ اگلی صبح کو کہیں سے ہمارے میر صاحب نے سن لیا۔ کہ آج وارنٹ ہتھکڑی سمیت آئیگا۔ میر صاحب حواس باختہ سراز پا نشناختہ حضرت کو اسکی خبر کرنے اندر دوڑ گئے۔ اور غلبۂ رقت کی وجہ سے بصد مشکل اس ناگوار خبر کے مُنہ سے بُرقعہ اتارا۔ حضرت اس وقت ”نور القرآن“ لکھ رہے تھے۔ اور بڑا ہی لطیف اور نازک مضمون درپیش تھا۔ سر اُٹھا کر اور مسکرا کر فرمایا۔ کہ میر صاحب لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی اور سونے کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں۔ ہم سمجھ لینگے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔ پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا۔ مگر ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں۔ وہ اپنے خلفاء و مامورین کی ایسی رُسوائی پسند نہیں کرتا۔“

الغرض آپ خدا کی راہ میں اس کے نام کو پھیلانے کیلئے تکلیفوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے۔ اور مصیبت کے پہاڑ کے پہاڑ آپ پر ٹکراتے۔ مگر آپ کے پائے اثبات میں ذرا لغزش نہیں آتی تھی۔ بلکہ اور بہادری کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کھڑے ہو جاتے ⁂

مومن جو کچھ منہ سے کہتا ہی اُس سے زیادہ کرکے دکھاتا ہے

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم نے جن احباب کو تحریک جدید کی شاندار قربانیوں میں شمولیت کا فخر حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ انہوں نے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا خطبہ ۷ اپریل اور ۵ مئی پڑھکر معلوم کر لیا ہوگا۔ کہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہر مومن مخلص سے مطالبہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ جلد سے جلد اپنے وعدے کو پورا کر دے۔ کیونکہ جس قدر جلد کوئی شخص اپنی رقم میعاد سے پہلے ادا کرتا ہے۔ اسی قدر زیادہ وہ پہلے ادائیگی کی وجہ سے ثواب بھی زیادہ حاصل کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ خیال کرتا ہو۔ کہ آج نہیں کل دے دیا جائے گا۔ ایسے لوگ سال کے آخر تک بھی ادا کرنے کی توفیق نہیں پاتے۔

پس وہ لوگ جو تحریک جدید کی قربانی میں شامل ہو چکے ہیں۔ اور وہ جنہوں نے اپنے گذشتہ سالوں میں بھی اضافہ کر لیا ہے۔ یا وہ جنہوں نے صرف پانچویں سال میں شمولیت اختیار کی ہے۔ ایسے تمام احباب کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے وعدوں کو سو فیصدی پورا کرنے کے لئے پوری توجہ فرمائیں۔ اور ہر وعدہ کرنا والا حضور کے اس ارشاد کو یاد رکھے۔ تا اس میں عملی قوت پیدا ہو ⁂ فرمایا:-

(۱) ”مومن کو ہمیشہ جھوٹے وعدوں سے بچنا چاہیئے۔ کہ یہ قوم کی تباہی کا موجب ہوتے ہیں (۲) جس کے اندر زندگی موجود ہو۔ وہ کام کیا کرتا ہے زبانی دعویٰ نہیں کیا کرتا۔ (۳) زبانی دعویٰ کرنے والے دراصل اپنی کمزوری کا اظہار کرتے ہیں مومن جو کچھ مُنہ سے کہتا ہے اس سے زیادہ کر کے دکھاتا ہے (۴) میں نے دیکھا مجلس شوریٰ یا تحریک جدید میں بعض لوگ بڑی بڑی باتیں بناتے ہیں۔ مگر بعد میں ایسے خاموش ہو جاتے ہیں۔ کہ کوئی وجہ بھی سمجھ میں نہیں آتی بعض تو بے شک اخلاص سے جو قربانی کرنی ہوتی ہے کر دیتے ہیں۔ اور وہ جو وعدے کرتے ہیں۔ اس کے ایسے پابند ہوتے ہیں۔ کہ انہیں یاددہانی کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن بعض زبانی دعوے تو بہت کرتے ہیں مگر پورے نہیں کرتے۔ (۵) پس مومن کو چاہیئے۔ کہ اپنے نفس کا مطالعہ کرتا رہے۔ اگر تو اس کے زبانی دعوے زیادہ اور عمل سُست ہے۔ تو سمجھ لے۔ کہ روحانی بڑھاپا شروع ہو چکا ہے۔ یا جوانی آئی ہی نہیں۔ ایسے لوگ یاد رکھیں۔ وہ جماعت کی طاقت کا موجب نہیں ہوتے۔ بلکہ اس کی کمزوری کا موجب ہوتے ہیں۔“

پس تحریک جدید کے سال پنجم اور گذشتہ سالوں کے وعدہ کرنے والے احباب کو عملاً اس بے مثال محبت کا ثبوت دینا چاہیئے۔ جو ان کو اپنے پاک امام سے ہے۔ اور اس کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے۔ کہ احباب اپنے وعدوں کو کوشش کر کے اس مہینہ کے اندر اندر سو فیصدی پورا کر دیں۔ والسلام

(خاکسار برکت علی خان فنانشل سکرٹری تحریک جدید قادیان)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ورق

متحدّیانہ دعوت اور صحابہ مسیح موعودؑ کی زندگی پر نظر

جناب مولانا مولوی ابوالعطاء مولوی فاضل و سابق مبلّغ بلاد اسلامیہ عربیہ کے قلم سے

ایک لمبے زمانہ کے بعد خدا کا ایک عظیم الشان نبی دنیا میں ظاہر ہؤا۔ صدہا برس انتظار میں گذرے۔ اور بیسیوں نسلیں اس کی راہ تکتی چل بسیں۔ کیا ہی خوش بخت وہ لوگ تھے۔ جن کے درمیان وہ فرستادہ حق کھڑا ہؤا۔ اور اپنے مسیحائی نفس سے سینکڑوں ہزاروں مُردوں کو چشم زدن میں زندہ کر دیا۔ کیا پُر لطف ایام تھے۔ جب خدا کی جلی وحی آسمان سے زمین پر اُترتی تھی۔ خدا خود حضرت احمدؑ علیہ السلام سے ہمکلام ہوتا تھا۔ وہ مقدس اپنے حلقہ بگوشوں کے قلوب کو پاکیزہ انفاس اور زندگی بخش کلام سے صیقل کرتا تھا۔ ان دنوں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ فرمایا۔ زمین پر ایک عجیب ماجرا ظاہر ہؤا۔ ہزاروں اندھے بینا ہو گئے۔ اور ہزاروں لاکھوں گونگے گویا ہوئے۔ مُردوں میں حرکتِ حیات پیدا ہو گئی۔ ہاں انہی مقدس ایام میں ایک بڑا گروہ معاندین و مکذبین کا بھی تھا۔ وہ اپنے مُنہ کی پھونکوں سے اس چراغ ایزدی کو گُل کرنا چاہتے تھے۔ مگر انکی قسمت میں ناکامی و نامرادی ہی مقدر تھی۔ سچ یہی ہے۔ کہ وہ تکذیب و تکفیر، بوستانِ احمدیت کے لئے بمنزلہ کھاد ثابت ہوئی۔ اور آہستہ آہستہ احمدی ترقی کرتے گئے۔ آج اگرچہ صفحۂ زمین پر لاکھوں کروڑوں آدمزاد موجود ہیں مگر شمعِ احمدیت کے پروانوں کی شان بالکل نرالی ہے۔ انہوں نے احمد کے وجود میں خدائی قدرتوں کا مشاہدہ کیا۔ اور اس کے ذریعہ سے اس کی تجلیات کو دیکھا۔ وہ دنیا سے کھوئے گئے۔ اور اسی دروازہ پر دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ دنوں کے بعد دن، ہفتوں کے ہفتے، مہینوں کے بعد مہینے، اور سالوں کے بعد سال گزرتے گئے۔ ان کا عشق و اخلاص روز بروز بڑھتا ہی گیا، اور وہ پیکرِ وفا ثابت ہوئے۔ صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیوی طور پر بڑے لوگوں میں سے نہ تھے۔ مگر جس آسمانی امانت کے وہ حامل ہوئے۔ اور جس عظیم الشان ذمہ واری کا جوّا اُن کے کندھوں پر رکھا گیا۔ اور جس صدق و اخلاص سے انہوں نے اس کو ادا کیا۔ یہ وہ باتیں ہیں۔ جنہوں نے انہیں دنیا کے دورِ حاضر کے سب سے بڑے اور ہمیشہ زندہ رہنے والے لوگ بنا دیا ہے۔ محبتِ الٰہی کی آگ کی چنگاری نے اُنہیں رہتی دنیا تک مشعلِ راہ قرار دیا ہے۔ اب وہ لازوال زندگی کے وارث ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی برکات ان پر نازل ہوں۔

محترم جناب ایڈیٹر الحکم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ سیرت مسیح موعودؑ نمبر کے لئے میں بھی کوئی مضمون لکھوں۔ مگر میں حیران ہوں۔ کہ میں کیا لکھوں۔ میں صحابی نہیں ہوں۔ میری آنکھوں نے اُس روئے انور کو دیکھا نہیں۔ میرے کانوں نے اس شیریں آواز کو سنا نہیں۔ میرا دل حسرت زدہ ہے۔ اور مجھے رہ رہ کر ان خوش نصیب بزرگوں پر رشک آتا ہے۔ جنہوں نے موسم بہار میں گلہائے رنگا رنگ کی گلچینی کی اور آج بھی اُن کے پاس اس عطرِ بے مثال کی خوشبو موجود ہے۔ اور وہ ایک عالم کو مہکا رہے ہیں۔ میں نے تو سیدنا نور الدین اعظم رضؓ کا پُر کیف زمانہ بھی نہیں پایا۔ اس تصویر بے نفسی کو بھی نہیں دیکھا۔ اس بناء پر سیرت کے موضوع پر میرا کچھ لکھنا سیرت کے بیان کی حقیقی غرض کو پورا نہیں کر سکتا۔ یقیناً عہدِ مبارک، عہد مسیح موعود علیہ السلام سے محرومی کا افسوس ہوتا ہے۔ لیکن آئندہ پر نگاہ کر کے میں اپنے آپ میں خوشی اور مسرت محسوس کرتا ہوں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے۔ کہ اس نے اس بابرکات خلافت میں اس ذرہ بے مقدار کو نوازا۔ اور معرفت حق کی توفیق بخشی۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے ان عظیم الشان فضلوں سے متمتع فرمائے جو دورِ فاروقی کے اس زمانہ سے وابستہ ہیں۔

میں اگرچہ صحابی نہیں ہوں۔ مگر سیرت کے باب میں دو ۲ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اوّل یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں بکثرت یہ دعوت دی ہے۔ کہ لوگ میرے پاس آ کر رہیں۔ اور میری صحبت میں بیٹھیں۔ یہ دعوت بڑے زور دار اور متحدیانہ الفاظ میں بار بار دی گئی ہے۔ اور بسا اوقات اس کے اخراجات بھی حضور علیہ السلام نے اپنے ذمہ لئے ہیں۔ یہ نفسِ دعوت ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکبازی اور اعلیٰ سیرت کا زبردست ثبوت ہے۔ مفتری کو کب یہ جرأت ہو سکتی ہے۔ کہ لوگوں کو بُلائے۔ کہ آؤ اور میری صحبت میں رہ کر آسمانی نشان دیکھو۔ جس طریق پر اور جس زور سے یہ دعوت دی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ دعوت دینے والا اپنی صداقت اور تائید ایزدی پر کامل یقین رکھتا ہے۔ اور واقعہ بھی یہ ہے۔ کہ جو لوگ اس دعوت پر قادیان آئے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے انوار کے عینی گواہ بن گئے۔ اور بجز شقی ازلی کوئی ایسا شخص نہیں تھا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں حاضر ہؤا۔ اور اُسے آسمانی مائدہ سے غذا کھانے کا موقعہ نہ ملا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا یہ دلکش اور دلربا پہلو بہت بڑی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اور اس کے ہزاروں چشمدید گواہ ہیں۔ یہ علیحدہ امر ہے۔ کہ کوئی شخص اپنی کمزوری کے باعث سلسلہ احمدیہ کے کڑے امتحانوں میں کامیاب ہونے کی جرأت نہ کرتے ہوئے اس سعادت سے محروم رہا ہو۔ مگر اس میں قطعاً کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ کہ جو نظر بھی بے لوث طور پر اس معصوم چہرہ پر پڑی۔ اور جس کان نے بحضور قلب اس دہن مبارک کے کلمات طیبہ کو سنا۔ وہ یہ پکارنے پر مجبور تھا۔

واجبی اُجرت پر عمدہ کتابت کرانے کا پتہ:- قاضی نور محمد خوشنویس کاتب الحکم محلہ دار الفضل قادیان

"ان وجهه لیس بوجه کذاب"۔ کہ یقیناً یہ منہ کسی کاذب کا منہ نہیں ہوسکتا۔

دوم ۔ دوسری بات سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں مَیں ایک تابعی ہونے کی حیثیت میں صحابہ مسیح موعودؑ کی زندگیوں کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بزرگ اس درخت کے پھل ہیں۔ اور اس مقدّس مسیحا کے تربیت یافتہ شاگرد۔ یہ لوگ بھی احمدیت سے پیشتر عوام الناس میں سے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے انفاس طیبہ سے انہیں کندن بنا دیا۔ وہ بیمار تھے۔ اور حضرت احمد علیہ السلام کے دست شفا بخش پر شفایاب ہوئے۔ بلکہ پھر وہ دنیا کے لئے شفا دہندہ ثابت ہوئے۔ انہی لوگوں کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا ؎

وقد اقتضت زفرات مرضی مقدمی
فحضرت حمّالاً ککوش شفاء

صحابۂ حضرت مسیح موعودؑ وہ وجود ہیں۔ جو بعد کے لوگوں کے لئے انوار مسیحائی کے حامل اور خُلقِ احمدی کا نمونہ ہیں۔ ان کی ذمہ واری نہایت اہم ہے۔ مگر ان کا اجر بہت بڑا ہے۔

میں سینکڑوں صحابہ سے ملا ہوں۔ انکی زندگیوں کو دیکھا ہے۔ ان پر تنگی اور عُسر کے زمانہ کو بھی آزمایا ہے۔ ان کی دوسری پاکیزہ شمائل کے علاوہ ان کی ایک بڑی خوبی ان کا قضا و قدر پر راضی ہونا ہے۔ اس ضمن میں بھی سینکڑوں واقعات ہیں۔ سب کا اثر اور نتیجہ یہی تھا اور ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ اس کی تقدیر سے ناخوش نہیں۔ مصائب اور مشکلات کا نہ آنا صادقوں کی علامت نہیں۔ بلکہ صادق کی علامت مصیبت پر صابر و شاکر ہونا ہے۔ اور یہ علامت حضرت مسیح موعودؑ کے ہر صحابی میں پائی جاتی ہے۔ نا معلوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان لوگوں میں کس قدر زبردست ایمان اور توکل پیدا کر دیا تھا۔ کہ کسی قسم کی آفت یا حادثہ ان کے پائے استقلال میں کسی طرح کی جنبش پیدا نہ کر سکتا تھا۔ میرے مرحوم والد حضرت میاں امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی میرے بچپن سے ہی اس حقیقت کو آشکار کرتی رہی ہے۔ میں ان کا پہلا بچہ تھا۔ اور بہت دعاؤں کے بعد پیدا ہوا تھا۔ انہیں مجھ سے بے حد پیار تھا۔ اور مجھے یاد نہیں۔ کہ انہوں نے میری کسی خواہش کو بھی ردّ کیا ہو۔ جب وہ مجھے قادیان تعلیم کے لئے لائے۔ میری عمر کوئی دس گیارہ سال کی ہوگی۔ یہ ایک لمبی داستان ہے۔ اس عرصہ میں مَیں قادیان میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہوا۔ اور مجھے خیال ہوا۔ کہ میں مرنے والا ہوں۔ اسی خیال سے بچپن کے حالات کے ماتحت میں نے بہت بے چینی پر مشتمل خط لکھا۔ کہ آپ فوراً آجائیں۔ وہ کسی مجبوری کے ماتحت فوراً نہ آسکتے تھے۔ ان کا خط آیا۔ کہ میں جلد آنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کو صحت و عمر بخشے۔ اس قدر گھبرانے کی ضرورت نہیں آپ کو یاد ہے۔ کہ ہم لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر راضی بالقضاء رہنے کا عہد کیا ہوا ہے۔

حضرت والد صاحب مرحومؓ کے خط کا آخری حصہ میرے بچپن کی وجہ سے مجھے اس وقت بے التفاتی پر مشتمل نظر آیا۔ اور میں نے خیال کیا۔ کہ ان کو اب مجھ سے وہ محبت نہیں رہی۔ میرا یہ خیال سراسر نادانی پر مبنی تھا۔ وہ غالباً تیسرے دن قادیان پہنچ گئے۔ اور جو وہ میرے لئے کر سکتے تھے۔ اس سے بڑھ کر انہوں نے کیا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ وہ دن گذر گئے۔ مگر یہ نقش میرے دل میں میخ آہنی کی طرح گڑ گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کے دل میں کس قدر ایمان ہے۔ بارہا ایسے موقعے آئے ہیں۔ کہ میں نے باوجود ظاہری علم میں زیادہ ہونے کے، قادیان میں تعلیم پانے کے ان کے اخلاص، تقویٰ اور قوت ایمان کو دیکھکر سخت شرمندگی محسوس کی ہے۔ بلکہ آج بھی اپنے آپ کو بہت ناکارہ محسوس کرتا ہوں۔ یہ واقعہ ایک ادنیٰ مثال ہے۔ سینکڑوں صحابہ کے حالات و واقعات میرے سامنے ہیں۔ اور خود حضرت والد صاحبؓ کی زندگی کے ایسے واقعات ہیں جن سے میں حیران ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسیہ کس قدر زبردست تھی۔ اور کس طرح حضور کی چند روزہ صحبت انسان کی کایا پلٹ دیتی ہے۔ دل چاہتا ہے۔ کہ الحکم کے ذریعہ تابعین صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افروز واقعات قلمبند کرتے جائیں۔ کیونکہ زمانہ بہت جلد جلد ان پاکبازوں کو ہم سے جدا کر رہا ہے۔ اور یہ نیک لوگ خود اس محبوب کے چلے جانے کے بعد اس دُنیا کو سُونی پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور دیگر تابعین کو اس تجویز پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

خلاصہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُر تحدی دعوت برائے رہائش قادیان اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگیوں میں غیر معمولی انقلاب اور روح پرور ترقی آج بھی سیرت مسیح موعودؑ کا کھلا ورق ہے۔ مبارک ہیں وہ آنکھیں جنھوں نے اس بدر کامل کو دیکھا۔ اور مبارک ہیں وہ کان جنھوں نے سروش حق کو سُنا۔ اور مبارک ہیں وہ دل جو اس شراب طہور کے حامل ہوئے۔ اللھم ارحمنا وایاھم واحشرنا مع الصالحین السابقین بالخیرات۔ آمین؛

تحریک جدید میں پانچسالہ قربانی کرنیوالوں کی فہرست

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچہزار والی کامل سپاہیوں کی فوج میں شامل ہونیوالے احباب کو یہ بات بھولنی نہیں چاہیئے۔ کہ دفتر فنانشل سکرٹری تحریک جدید ایک ایسی پانچ سالہ فہرست تیار کر رہا ہے جس میں پانچوں سال کا وعدہ اور وصولی دکھائی جائیگی۔ اور وہ فہرست حسب معمول سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور دعا کے لئے پیش کرنے کے بعد اخبار میں شائع کر دی جائیگی۔ اور جس اخبار میں یہ فہرست شائع ہوگی۔ اگر وہ اخبار کا خریدار نہیں۔ تو تحریک جدید کی طرف سے وہ اخبار کا پرچہ اس کو پہنچا دیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ مگر اس پانچ سالہ فہرست میں انہی لوگوں کے نام حضور کی خدمت میں پیش ہوکر شائع ہوں گے۔ جو اپنے سال پنجم کے وعدہ کو سو فیصدی پورا کر دیں گے۔ اور اگر کسی کے ذمہ گذشتہ سالوں کا چندہ بھی واجب ہے۔ اور اس کے سہولت سے ادا کرنے کے لئے اس نے دفتر فنانشل سکرٹری تحریک جدید سے تصفیہ کر لیا ہے۔ اُن کے نام بھی اس میں شائع کر دئے جائیں گے۔

پس تحریک جدید کی قربانیاں کرنیوالوں کو اپنا وعدہ جلد سے جلد پورا کرنا چاہیئے۔ اور وہ ان قربانیوں کے ایام کو نہایت غنیمت سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے یہ موقعہ عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو بعض نیکیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کا موقعہ ہمیشہ ملتا رہتا ہے۔ لیکن بعض نیکیوں کا موقعہ صدیوں میں ملتا ہے۔ جو اس سے محروم رہ جاتے ہیں۔ وہ ندامت کا شکار ہوتے ہیں۔ مگر ندامت فائدہ نہیں دیتی۔ پھر کیوں نہ انسان ندامت سے پہلے اپنے لئے زاد راہ پیدا کرے"

"لوگ اولادوں کیلئے تڑپتے ہیں کہ شاید ان سے نیک نام باقی رہے۔ مگر اولاد کی نیکی کا ذمہ وار کون ہوسکتا ہے۔ مگر تحریک جدید کا حصہ نیک نام قائم رہنے کی بفضلہ تعالیٰ ضمانت ہے۔ اور کیا تعجب کہ جو اس ذریعہ سے اپنی نیکی کو قائم رکھنے کی کوشش کرے۔ خدا تعالیٰ اس کی اولاد کو بھی نیکی کا قائم کرنیوالا بنا دے"

پس دوستوں کو اپنے وعدوں کو سو فیصدی پورا کرنے کی طرف پوری پوری توجہ کرنی چاہیئے۔ والسلام

فنانشل سکرٹری تحریک جدید قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اخلاق میں کامل تھے

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ سول سرجن کے قلم سے

(۱)

آپ نہایت رؤف رحیم تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جب لوگوں کے دل بیٹھ جاتے تھے۔ آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ عفو۔ چشم پوشی۔ فیاضی۔ دیانت۔ خاکساری۔ صبر۔ شکر۔ استغناء۔ حیا۔ غض بصر۔ عفت۔ محنت۔ قناعت۔ وفاداری۔ بے تکلفی۔ سادگی۔ شفقت۔ ادب الٰہی۔ ادب رسولؐ و بزرگان دین۔ حلم۔ میانہ روی۔ ادائیگی حقوق۔ ایفائے وعدہ۔ چستی۔ ہمدردی۔ اشاعت دین۔ تربیت۔ حسن معاشرت۔ مال کی نگہداشت۔ وقار۔ طہارت۔ زندہ دلی۔ مزاح۔ رازداری۔ غیرت۔ احسان۔ حفظِ مراتب۔ حسن ظنی۔ ہمت۔ اور اولوالعزمی۔ خودداری۔ خوش روئی اور کشادہ پیشانی۔ کظم غیظ۔ کف ید و کف اللسان۔ ایثار۔ معمور الاوقات ہونا۔ انتظام۔ اشاعت علم و معرفت۔ خدا اور اس کے رسولؐ کا عشق۔ کامل اتباعِ رسولؐ۔ یہ مختصراً آپ کے اخلاق و عادات تھے۔

(۲)

آپ میں ایک مقناطیسی جذب تھا۔ ایک عجیب کشش تھی۔ رُعب تھا برکت تھی۔ موانست تھی۔ بات میں اثر تھا۔ دعا میں قبولیت تھی۔ خدام پروانہ وار حلقہ باندھکر آپ کے پاس بیٹھتے تھے۔ اور دلوں سے زنگ خود بخود دُھل جاتا تھا۔

(۳)

بے صبری۔ کینہ۔ حسد۔ ظلم۔ عداوت گندگی۔ حرص دنیا۔ بدخواہی۔ پردہ دری۔ غیبت۔ کذب۔ بے حیائی۔ ناشکری۔ تکبر۔ کم ہمتی۔ بخل۔ ترشروئی و کج خلقی۔ بزدلی۔ چالاکی۔ فحشاء۔ بغاوت۔ عجز۔ کسل۔ ناامیدی۔ تفاخر ناجائز۔ دل دُکھانا۔ استہزاء اور تمسخر۔ بدظنی۔ بے غیرتی۔ تہمت لگانا۔ دھوکا۔ اسراف۔ تبذیر۔ بے احتیاطی۔ چغلی لگائی بجھائی۔ بے استقلالی۔ لجاجت۔ بے وفائی۔ لغو حرکات یا فضولیات میں انہماک ناجائز بحث و مباحثہ۔ پُرخوری۔ کن رسی۔ افشائے عیب۔ گالی۔ ایذارسانی۔ سفلہ پن۔ ناجائز طرفداری۔ خودبینی۔ کسی کے دُکھ میں خوشی محسوس کرنا۔ وقت کو ضائع کرنا۔ ان باتوں سے آپ کوسوں دُور بھاگتے تھے۔

(۴)

آپ فصیح و بلیغ تھے۔ نہایت عقلمند تھے۔ دُوراندیش تھے۔ سچے تارک الدنیا تھے۔ سلطان القلم تھے۔ اور حسب ذیل باتوں میں آپ کو خاص خصوصیت تھی۔ خدا اور اس کے رسولؐ کا عشق۔ شجاعت۔ محنت۔ توحید و توکل علی اللہ۔ مہمان نوازی۔ خاکساری۔ اور نمایاں پہلو آپ کے اخلاق کا یہ تھا۔ کہ کسی کی دل آزاری کو نہایت ہی ناپسند فرماتے تھے۔ اگر کسی دوسرے کو بھی ایسا دیکھ پاتے۔ تو منع کرتے۔

(۵)

آپ نماز باجماعت کی پابندی کرنیوالے تہجد گزار۔ دعا پر بے حد یقین رکھنے والے۔ سوائے مرض یا سفر کے ہمیشہ روزہ رکھنے والے۔ سادہ عادات والے۔ سخت مشقت برداشت کرنے والے اور ساری عمر جہاد میں گذارنے والے تھے۔

(۶)

آپ نے انتقام بھی لیا ہے۔ آپ نے سزا بھی دی ہے۔ آپ نے جائز سختی بھی کی ہے۔ تادیب بھی فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ تادیباً بعض دفعہ بچہ کو مارا بھی ہے۔ ملازموں کو یا بعض غلط کار لوگوں کو نکال بھی دیا ہے۔ تقریر و تحریر میں سختی بھی کی ہے۔ عزیزوں سے قطع تعلق بھی کیا ہے۔

بعض خاص صورتوں میں توریہ کی اجازت بھی دی ہے۔ بعض وقت سلسلہ کے دشمنوں کی پردہ دری بھی کی ہے۔ (مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی کے مہدی کے انکار کا خفیہ پمفلٹ) بددعا بھی کی ہے۔

مگر اس قسم کی ہر ایک بات ضرورتاً اور صرف رضائے الٰہی اور دین کے مفاد کے لئے کی ہے نہ کہ ذاتی غرض سے۔ آپ نے جھوٹے کو جھوٹا کہا۔ جنہیں لئیم یا زنیم لکھا وہ واقعی لئیم یا زنیم تھے۔ اور جن مسلمانوں کو غیر مسلم لکھا۔ وہ واقعی غیر مسلم بلکہ اسلام کے حق میں غیر مسلموں سے بڑھکر تھے۔

مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ آپ کے رحم اور عفو اور نرمی اور حلم والی صفات کا پہلو بہت غالب تھا۔ یہاں تک کہ اس کے غلبہ کی وجہ سے دوسرا پہلو عام حالات میں نظر بھی نہیں آتا تھا۔

آپ کو کسی نشے کی عادت نہ تھی۔ کوئی لغو حرکت نہ کرتے تھے۔ کوئی لغویات نہ کیا کرتے تھے۔ خدا کی عزت اور دین کی غیرت کے آگے کسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ آپ نے ایک دفعہ علانیہ ذب تہمت بھی کیا۔ ایک مرتبہ دشمن پر مقدمہ میں خرچہ پڑا۔ تو آپ نے اس کی درخواست پر اسے معاف کردیا۔ ایک فریق نے آپ کو قتل کا الزام لگا کر پھانسی دلانا چاہا۔ مگر حاکم پر حق ظاہر ہوگیا۔ اور اس نے آپکو کہا۔ کہ آپ ان پر قانوناً دعویٰ کرکے سزا دلا سکتے ہیں۔ مگر آپ نے درگذر کیا۔ آپ کے وکیل نے آپ کے دشمن پر اس کے نسب کے متعلق جرح کرنی چاہی۔ مگر آپ نے اُسے روکدیا۔

غرضیکہ آپ نے اخلاق کا وہ پہلو دنیا کے سامنے پیش کیا جو معجزانہ تھا۔ سراپا حسن تھے۔ سراسر احسان تھے۔ اور کسی شخص کا مثیل آپکو کہا جا سکتا ہے۔ تو وہ صرف محمد الرسول اللہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم اور بس ٭

آپکے اخلاق کے اس بیان کے وقت قریباً ہر خلق کے متعلق میں نے دیکھا۔ کہ میں اسکی مثال بیان کرسکتا ہوں یہ نہیں کہ میں نے یونہی کہدیا ہے۔ میں نے آپکو اس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپ میری ان آنکھوں سے اسوقت غایب ہوئے جب میں ۲۷ سال کا جوان تھا۔ مگر میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے آپ سے بہتر، آپ سے زیادہ خلیق، آپ سے زیادہ بزرگ آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نور تھے جو انسانوں کے لئے دنیا پر ظاہر ہوا۔ اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی۔ اور اُسے شاداب کرگئی۔ اگر حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی۔ کہ "کان خلقہ القرآن" تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے۔

کان خلقہ حب محمد واتباعہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام

تاریخ احمدی کا مختصر خاکہ

مرتبہ
حضرت صاحبزادہ
مرزا بشیر احمد صاحب
ایم۔اے

حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے نے سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۵۰ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کو سن وار جمع فرمایا ہے۔ ناظرین کے علم کے لئے یہ قیمتی معلومات وہاں سے لے کر درج اخبار کرتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء	ولادت حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۱۸۴۲ء یا ۱۸۴۳ء	ابتدائی تعلیم از منشی فضل الٰہی صاحب
۱۸۴۶ء یا ۱۸۴۷ء	صرف نحو کی تعلیم از مولوی فضل الٰہی صاحب
۱۸۵۲ء یا ۱۸۵۳ء	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی شادی (غالباً)
۱۸۵۳ء یا ۱۸۵۴ء	نحو و منطق و حکمت کی تعلیم از مولوی گل علی شاہ صاحب اور اس زمانہ کے قریب بعض کتب طب اپنے والد ماجد سے۔
۱۸۵۵ء یا ۱۸۵۶ء	ولادت خان بہادر میرزا سلطان احمد صاحب (غالباً)
۱۸۵۷ء یا ۱۸۵۸ء	ولادت میرزا فضل احمد صاحب (غالباً)
۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رؤیا میں آنحضرتؐ کی زیارت اور اشارات ماموریت
۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء	ایام ملازمت بمقام سیالکوٹ
۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء	مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ بعض مسائل میں مباحثہ کی تیاری۔ اور الہام "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" (جو غالباً سب سے پہلا الہام ہے)
۱۸۷۵ء یا ۱۸۷۶ء	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آٹھ یا نو ماہ تک لگاتار روزے رکھنا۔ (غالباً)
۱۸۷۶ء	تعمیر مسجد اقصیٰ۔ الہام "الیس اللّٰہ بکاف عبدہ" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد ماجد کا انتقال۔
۱۸۷۷ء	اخبارات میں مضامین بھجوانے کا آغاز (غالباً) مقدمہ از جانب محکمہ ڈاکخانہ (غالباً) سفر سیالکوٹ۔
۱۸۷۸ء	انعامی مضمون رقمی پانصد روپیہ بمقابلہ آریہ سماج۔ تیاری تصنیف براہین احمدیہ۔
۱۸۷۹ء	ابتداء تصنیف براہین احمدیہ و اعلان بیعت
۱۸۸۰ء	اشاعت حصہ اول و حصہ دوئم براہین احمدیہ
۱۸۸۲ء	اشاعت حصہ سوم براہین احمدیہ و الہام ماموریت (قل انی امرت و انا اول المومنین)
۱۸۸۳ء	وفات میرزا غلام قادر صاحب برادر حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔
۱۸۸۴ء	اشاعت حصہ چہارم براہین احمدیہ۔ اشتہار اعلان دعویٰ مجددیت و اشتہار برائے دکھانے نشان آسمانی۔ تعمیر مسجد مبارک۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کرتے پر سرخ چھینٹے پڑنے کا نشان۔ نکاح حضرت ام المومنین بمقام دہلی۔
۱۸۸۵ء	لیکھرام کا قادیان آنا۔ قادیان کے آریوں کے ساتھ نشان آسمانی دکھانے کی قرارداد۔
۱۸۸۶ء	چلہ ہوشیارپور۔ الہام دربارہ مصلح موعود۔ مناظرہ ماسٹر مرلی دھر بمقام ہوشیارپور۔ ولادت عصمت۔ تصنیف و اشاعت سرمہ چشم آریہ۔
۱۸۸۷ء	تصنیف و اشاعت شحنہ حق۔ و ولادت بشیر اول۔
۱۸۸۸ء	پیشگوئی دربارہ مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری و نکاح محمدی بیگم۔ وفات بشیر اول۔ اشتہار اعلان بیعت۔
۱۸۸۹ء	ولادت حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی۔ بیعت اولیٰ بمقام لدھیانہ۔ سفر علی گڑھ۔
۱۸۹۰ء	تصنیف فتح اسلام و توضیح مرام۔
۱۸۹۱ء	سفر لدھیانہ۔ اشاعت فتح اسلام و توضیح مرام۔ اعلان دعویٰ مسیحیت۔ دعوت بنام مخالف علماء۔ مناظرہ مولوی محمد حسین بٹالوی بمقام لدھیانہ۔ (الحق لدھیانہ) سفر دہلی۔ تیاری مناظرہ مولوی نذیر حسین دہلوی بمقام جامع مسجد دہلی۔ مناظرہ مولوی محمد بشیر بھوپالوی بمقام دہلی۔ (الحق دہلی) سفر پٹیالہ۔ ولادت شوکت۔ وفات عصمت۔ تصنیف و اشاعت ازالہ اوہام۔ اعلان دعویٰ مہدویت۔ طلاق زوجہ اول۔ فتویٰ کفر۔ تصنیف و اشاعت آسمانی فیصلہ۔ پہلا سالانہ جلسہ۔
۱۸۹۲ء	سفر لاہور۔ مناظرہ مولوی عبد الحکیم کلانوری بمقام لاہور۔ سفر سیالکوٹ۔ سفر جالندھر۔ وفات شوکت۔ تصنیف و اشاعت نشان آسمانی۔ موت میرزا احمد بیگ ہوشیارپوری۔ ابتداء تصنیف آئینہ کمالات اسلام۔
۱۸۹۳ء	بقیہ تصنیف آئینہ کمالات اسلام۔ قادیان میں پریس کا قیام۔ دعوت مباہلہ بنام مخالفین۔ مخالفین کو آسمانی نشان دکھانے کی دعوت۔ لیکھرام کے متعلق پیشگوئی میعادی چھ سال۔ عربی میں مقابلہ کی دعوت۔ تصنیف و اشاعت حجۃ الاسلام و سچائی کا اظہار۔ مناظرہ آتھم بمقام امرتسر و پیشگوئی دربارہ آتھم (جنگ مقدس) مباہلہ عبد الحق غزنوی بمقام امرتسر۔ تصنیف و اشاعت تحفہ بغداد و کرامات الصادقین و شہادت القرآن۔
۱۸۹۴ء	تصنیف و اشاعت حمامۃ البشریٰ۔ نشان کسوف و خسوف۔ و اشاعت نور الحق و اتمام الحجۃ و سر الخلافہ۔ آتھم کی میعاد گذر جانے اور آتھم کے بوجہ رجوع الی الحق کے نہ مرنے پر مخالفین کا شور و استہزاء اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے جوابی اشتہارات۔ تصنیف و اشاعت انوار الاسلام۔
۱۸۹۵ء	ولادت میرزا شریف احمد صاحب۔ تصنیف منن الرحمٰن۔ اس تحقیق کے متعلق کہ عربی ام الالسنہ ہے۔ تصنیف و اشاعت نور القرآن۔ سفر ڈیرہ بابا نانک۔ تصنیف و اشاعت ست بچن۔ بابا نانک علیہ الرحمۃ کے مسلمان ہونے کی تحقیق کا اعلان۔ مسیح ناصری علیہ السلام کی قبر واقعہ سرینگر کی تحقیق کا اعلان۔ تصنیف و اشاعت آریہ دھرم۔

۱۸۹۶ء تحریک تعطیل جمعہ۔ موت آتھم۔ ابتداء تصنیف انجام آتھم۔ تصنیف و اشاعت اسلامی اصول کی فلاسفی۔ نشان جلسہ اعظم مذاہب لاہور۔

۱۸۹۷ء اشاعت انجام آتھم۔ مخالف علماء کو نام لیکر مباہلہ کی دعوت۔ موت لیکھرام۔ ولادت مبارکہ بیگم۔ تلاشی مکانات حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ تصنیف و اشاعت استفتاء و سراج منیر و تحفہ قیصریہ و حجۃ اللہ و محمود کی آمین و سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ قادیان میں ترکی قونصل کی آمد۔ مقدمہ اقدام منجانب پادری مارٹن کلارک۔ مقدمہ انکم ٹیکس۔ الحکم کا اجراء امرت سر سے۔ سفر ملتان برائے شہادت۔ میموریل بخدمت وائسرائے ہند برائے اصلاح مذہبی مناقشات۔ ابتدائے تصنیف کتاب البریہ۔ تجویز قیام مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان۔

۱۸۹۸ء قیام مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان۔ اشاعت کتاب البریہ۔ پنجاب میں طاعون پھیلنے کی پیشگوئی۔ الحکم کا اجراء قادیان سے۔ تصنیف فریاد درد۔ تصنیف و اشاعت ضرورۃ الامام۔ تصنیف نجم الہدیٰ۔ تصنیف و اشاعت راز حقیقت و کشف الغطاء۔ جماعت کے نام رشتہ ناطہ اور غیر احمدیوں کی امامت میں نماز پڑھنے کے متعلق احکام۔ تصنیف ایام الصلح۔

۱۸۹۹ء اشاعت ایام الصلح۔ مقدمہ ضمانت برائے حفاظت امن منجانب مولوی محمد حسین بٹالوی۔ تصنیف و اشاعت حقیقۃ المہدی۔ تصنیف مسیح ہندوستان میں۔ ولادت مبارک احمد۔ تصنیف و اشاعت ستارہ قیصرہ۔ جماعت میں عربی کی تعلیم کے لئے سلسلہ اسباق جاری کرنا۔ تصنیف تریاق القلوب۔

۱۹۰۰ء مسجد مبارک کے رستہ میں مخالفین کی طرف سے دیوار کا کھڑا کرایا جانا۔ تصنیف تحفہ غزنویہ۔ خطبہ الہامیہ بر موقعہ عید الاضحیٰ۔ بشپ آف لاہور کو مقابلہ کا چیلنج۔ تجویز عمارت منارۃ المسیح۔ فتویٰ ممانعت جہاد۔ تصنیف و اشاعت رسالہ جہاد۔ تصنیف لجۃ النور۔ ابتداء تصنیف تحفہ گولڑویہ۔ تصنیف و اشاعت اربعین۔ جماعت کا نام احمدی رکھا جانا۔

۱۹۰۱ء بقیہ تصنیف تحفہ گولڑویہ۔ تصنیف خطبہ الہامیہ۔ تصنیف و اشاعت اعجاز المسیح۔ بشیر و شریف و مبارکہ کی آمین۔ مقدمہ دیوار و انہدام دیوار۔

۱۹۰۲ء رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو و انگریزی اجراء۔ تصنیف و اشاعت دافع البلاء و الہدیٰ۔ تصنیف نزول المسیح۔ اشاعت تحفہ گولڑویہ و تحفہ غزنویہ و خطبہ الہامیہ و تریاق القلوب۔ البدر کا قادیان سے اجراء۔ نکاح خاکسار میرزا بشیر احمد۔ نکاح و شادی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی۔ تصنیف و اشاعت کشتی نوح و تحفہ ندوہ۔ و مناظرہ مابین مولوی سید سرور شاہ صاحب و مولوی ثناء اللہ امرتسری بمقام مُد ضلع امرتسر۔ تصنیف و اشاعت اعجاز احمدی و ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی۔ مولوی ثناء اللہ کا قادیان آنا۔

۱۹۰۳ء تصنیف و اشاعت مواہب الرحمٰن۔ سفر جہلم برائے مقدمہ مولوی کرم الدین۔ تصنیف و اشاعت نسیم دعوت و سناتن دھرم۔ منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ کا رکھا جانا۔ طاعون کا پنجاب میں زور۔ اور بیعت کی کثرت کا آغاز۔ ولادت امۃ النصیر۔ مقدمہ مولوی کرم الدین گورداسپور میں۔ شہادت مولوی عبد اللطیف صاحب شہید بمقام کابل۔ تصنیف و اشاعت تذکرۃ الشہادتین و سیرۃ الابدال۔ وفات امۃ النصیر

۱۹۰۴ء مقدمہ مولوی کرم الدین گورداسپور میں۔ سفر لاہور اور لیکچر لاہور۔ سفر سیالکوٹ اور لیکچر سیالکوٹ۔ اعلان دعویٰ مثیل کرشن۔ ولادت امۃ الحفیظ بیگم۔ فیصلہ مقدمہ مولوی کرم الدین ماتحت عدالت میں۔

۱۹۰۵ء مقدمہ مولوی کرم الدین کا فیصلہ عدالت اپیل میں۔ بڑا زلزلہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا باغ میں جاکر قیام کرنا۔ تصنیف براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ البدر کا بدر میں تبدیل ہونا۔ وفات حضرت مولوی عبد الکریم صاحب۔ وفات مولوی برہان الدین صاحب جہلمی۔ تجویز قیام مدرسہ احمدیہ قادیان۔ سفر دہلی و قیام لدھیانہ و امرت سر۔ و لیکچر ہر دو مقامات۔ الہامات قرب وصال۔ تصنیف و اشاعت الوصیۃ۔ تجویز قیام مقبرہ بہشتی۔

۱۹۰۶ء اشاعت ضمیمہ الوصیت۔ ابتداء انتظام مقبرہ بہشتی۔ قیام صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ تصنیف و اشاعت چشمہ مسیحی۔ تصنیف تجلیات الٰہیہ۔ شادی خاکسار۔ (حضرت) میرزا بشیر احمد (صاحب ایم۔ اے) ولادت نصیر احمد پسر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی۔ تشحیذ الاذہان کا اجراء۔

۱۹۰۷ء تصنیف و اشاعت قادیان کے آریہ اور ہم۔ ہلاکت اراکین اخبار شبھ چنتک قادیان۔ ہلاکت ڈوئی۔ ہلاکت سعد اللہ لدھیانوی۔ تصنیف و اشاعت حقیقۃ الوحی۔ ولادت امۃ السلام دختر (حضرت) میرزا بشیر احمد (صاحب) نکاح (صاحبزادہ) مبارک احمد صاحب۔ وفات (صاحبزادہ) مبارک احمد۔ توسیع مسجد مبارک۔ نکاح میرزا شریف احمد صاحب۔ نکاح مبارکہ بیگم صاحبہ۔ جلسہ وچھو والی لاہور و مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

۱۹۰۸ء تصنیف و اشاعت چشمہ معرفت۔ فنانشل کمشنر پنجاب کا قادیان آنا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات۔ سفر لاہور۔ رؤساء کو تبلیغ بذریعہ تقریر۔ تصنیف لیکچر پیغام صلح۔ الہام دربارہ قرب وصال۔ وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام بمقام لاہور۔ قیام خلافت و بیعت خلافت بمقام قادیان۔ تدفین حضرت مسیح موعود علیہ السلام بمقام قادیان ؂

الہامات اور کشفی نظارے

ایک اہم کتاب کی تصنیف

مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر ایک اہم کتاب تصنیف کرنیکا عزم کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک وحی میں فرمایا:

یَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوحِيْ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ

اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں اور ہزاروں آدمیوں کو پاکیزہ الہامات اور رویائے صادقہ اور کشوف کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کی رہنمائی فرمائی اور اسطرح انکے ایمان کو اپنی وحی کی قوت سے اسقدر راسخ کر دیا کہ وہ ایک پہاڑ کی طرح مضبوط ہو گیا۔ ایسے احباب کے الہامات۔ رویائے صادقہ اور کشوف کو وہ ایک کتاب کے ذریعے جمع کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ دوسرے لوگوں کی راہنمائی کے علاوہ الہام مندرجہ بالا کی سچائی پر ایک دلیل واضح ثابت ہو سکے۔

احباب کو مولوی صاحب کی اس کار خیر میں مدد کرنی چاہیئے۔ اور اپنے اپنے الہامات وغیرہ لکھکر انکو ارسال کرنے چاہئیں۔

بعض شرائط:۔ مگر اسمیں بعض شرائط یہ ہیں (۱) لکھنے والے اصحاب اسے مؤکد بقسم لکھیں (۲) ایک ہی قلم اور ایک ہی سیاہی سے لکھیں (۳) اگر کبھی اس خواب، الہام یا کشف کو پہلے کسی کے سامنے بیان کیا ہو تو اسکی شہادت بھی درج کریں (۴) یہ خواب کب اور کس عمر میں ہوا تھا۔ (۵) اپنی ولدیت، قومیت اور رہائش بھی لکھا جائے ؂ خط و کتابت بنام مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر مولوی فاضل مدرس (مدرسہ احمدیہ قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندانی حالات

مرتبہ

شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغلوں کی مشہور قوم برلاس میں سے تھے۔ خود حضور نے اپنی متعدد کتب میں اس امر کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسے حضور کتاب البریہ صفحہ ۱۳۴ میں فرماتے ہیں:-

"جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ ہماری قوم مغل برلاس ہے۔"

برلاس قوم میں تیمور جیسے نامور فاتح اور صاحب عزم و استقلال بادشاہ گذرے ہیں۔

قراچار برلاس قوم کا مورث اعلیٰ قراچار نامی ایک شخص تھا۔ جو چھٹی صدی ہجری میں ہو گذرا ہے۔ یہ شخص نہایت نیک طینت، پاک منش اور خدا پرست تھا۔

جان ملکم اور مارخم جیسے متعصب مورخین نے بھی قراچار کی بڑی تعریف کی ہے۔ قراچار چغتائی کا وزیر تھا۔ مگر اسکی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے اُسے سول وزارت سے علیحدہ کرکے وزیر جنگ اور سپہ سالاری کے منصب پر فائز کیا گیا۔ قراچار بیک وقت صاحب قلم و صاحب السیف تھا۔ یہ خوبی اس خاندان میں بدستور آج تک یکساں چلی آتی ہے۔ کہ وہ تدبر و سیاست کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے حربی انسان بھی ہوتے ہیں۔

قراچار نے اپنی قوم برلاس کو سمرقند کے جنوب کی طرف تخمیناً ۳۰ میل کے فاصلے پر شہر کش میں آباد کیا تھا۔

قراچار کے پوتے برقال کے دو بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام طراغے تھا۔ اور دوسرے کا نام حاجی برلاس تھا۔ یہ دونوں شخص اپنے زمانے میں اپنے تقویٰ و طہارت کیوجہ سے بے نظیر جانے جاتے تھے۔ شاہنشاہ تیمور طراغے کا بیٹا تھا جس کیوجہ سے دنیا کی تاریخ میں عظیم الشان انقلاب آیا۔

حاجی برلاس حاجی برلاس جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اجداد اعلیٰ میں سے ایک بزرگ تھے۔ اپنے تقویٰ و طہارت کی وجہ سے اور اپنی جود و کرم کی وجہ سے بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اور جیسے ان کا مقام تقویٰ و طہارت کی وجہ سے بلند تھا۔ ویسے ہی انکی حرم محترم حلیمہ خاتون اپنی نیکی، پارسائی اور رحم دلی کی وجہ سے بہت بڑی شہرت رکھتی تھیں۔ کش کی حکومت حاجی برلاس کے قبضہ میں تھی۔ مگر جب تیمور نے قوت پکڑی۔ تو اُس نے اپنے چچا حاجی برلاس کو بھی کش سے نکالدیا۔ تو انہوں نے خراسان میں آکر پناہ لی۔ اور وہیں اپنی وفات تک رہے۔

اگرچہ تیمور نے بعد میں خراسان کا علاقہ فتح کرکے اپنے چچا کی اولاد کو جاگیر میں دیدیا۔ ایک لمبے عرصے تک یہ خاندان نہایت اطمینان کی زندگی اپنی جاگیر میں بسر کرتا رہا۔

میرزا ہادی بیگ

میرزا ہادی بیگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے مورث اعلیٰ تھے۔ وہ خراسان میں پیدا ہوئے۔

میرزا ہادی بیگ علیہ الرحمۃ۔ علم فضل اور تفقہ فی الدین اور انتہائی فیاضی اور شجاعت، عدل اور علم دوستی کیوجہ سے اپنی قوم اور رعایا میں ممتاز اور مشارٌ الیہ تھے۔ مگر بعد میں کیا تقلبات ہوئے جن کی وجہ سے ایک معزز و ممتاز صاحب حکومت شخص کو ملک و وطن کو الوداع کہنی پڑی۔ اس سے تاریخ بالکل خاموش ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بزرگوں کی ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:-

"مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے۔ کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا۔"

بہر حال میرزا ہادی بیگ صاحب کو بعض نامعلوم وجوہات کی بناء پر اپنے ملک سے ہجرت کرنی پڑی۔ اور ایک لمبا سفر کرتے ہوئے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ آپ کے ساتھ دو سو آدمی کا قافلہ تھا۔ جن میں خود ان کے خاندان کے لوگوں کے سوا۔ خدم و حشم کا ایک بڑا گروہ تھا۔ جو پُرخطر جنگلوں کو طے کرتے ہوئے اور پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے پنجاب میں آئے۔ پنجاب میں بھی انکو کوئی جگہ پسند نہ آئی۔ بالآخر دریائے بیاس کے قریب ایک جنگل میں اتر پڑے۔ گرد و نواح کا علاقہ اپنے تصرف میں لاکر ایک مقام اپنے مکان اور قلعہ کے لئے تجویز کرلیا۔ اور اس کا نام

اسلام پور رکھا۔

قادیان کی تعمیر اس نام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرزا ہادی بیگ کے دل میں کس قدر اسلام کی محبت تھی۔ ورنہ اگر وہ چاہتے۔ تو اس کا نام ہادی پورہ یا برلاس پورہ رکھ لیتے۔ مگر انکی مذہبی روح اور دینداری نے پسند نہ کیا۔ کہ وہ کوئی ایسا نام تجویز کرتے۔ یہ علاقہ جسمیں اسلام پور آباد کیا گیا تھا۔ ماجھا کہلاتا تھا۔ اور اس ماجھے کے علاقے کا رقبہ طولاً ساٹھ کوس تک ممتد تھا۔

اسلام پور کے گرد و پیش اور بھی دیہات آباد ہونے لگے۔ اور اس بزرگ انسان کی نیک چلنی، حسن اخلاق، دینداری اور اسلامی غیرت و محبت کا نام گرد و نواح میں ایک شہرہ عام ہو گیا۔ اس خاندان کی قوت و شجاعت کی ہیبت نے ایسے سامان پیدا کر دیے۔ کہ اس سارے علاقہ پر اسی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی۔ اور اس طرح وہ خاندان شاہی خراسان سمرقند سے نکل کر پھر ایک چھوٹی سی جدید حکومت کا بانی ہوا۔ اور اسلام پور جو پہلے مہاجرین کی ایک بستی کا نام تھا۔ وہ اب اس سارے علاقے کا صدر مقام قرار پایا۔ اور چونکہ یہ جگہ صدر عدالت کا بھی مقام تھا۔ اس لئے اسی جگہ کو

اسلام پور قاضی ماجھی کہا جانے لگا۔

ماجھے کے عام لوگ اتنا طویل نام استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے آہستہ آہستہ اسلام پور محذوف ہو گیا۔ اور صرف قاضی ماجھی کہلایا جانے لگا۔ اور چونکہ لوگ اختصار پسند ہوتے ہیں۔ اس لئے قاضی ماجھی کی بجائے بھی صرف قاضی مشہور ہو گیا۔

مگر جلد اس میں بھی مزید تبدیلی ہوئی۔ اور وہ یہ کہ ضؔ کا تلفظ دؔ کے رنگ میں استعمال ہونے لگا یعنی

قاضی کی بجائے قادی

اور قادی سے قادیان ہو گیا۔

قادیان ۳۳ درجے طولانی خط استوا میں واقعہ ہے۔ اور یہی وہ طول بلد ہے۔ جس میں دمشق ہے اور دمشق سے قادیان کی سمت مشرقی ہے۔

میرزا ہادی بیگ جو خراسان اور کش سے نکل کر اس جنگل میں آکر آباد ہوئے۔ انکو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ وہ اس جنگل میں جس گاؤں کی بنیاد رکھ رہے ہیں، یہی وہ گاؤں ہے۔ جس کی پیشگوئی پرانے عہد ناموں اور وثائق میں پائی جاتی ہے۔ اور یہی وہ گاؤں ہے جس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف اور واضح پیشگوئیوں میں ہے۔ مرزا ہادی بیگ اس ہجرت کو سیاسی اسباب کی بناء پر قرار دیتے ہونگے۔ مگر دراصل وہ امانتِ الٰہی جو آپ کی صلب میں تھی۔ جس کے آپ حامل تھے۔ اور جس کا ظہور ارض کدعہ سے ہونا تھا، اُسے لئے ہوئے آپ آرہے تھے۔ مؤرخ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت عرفانی کبیر نے اس موقعہ کا ذکر کرتے ہوئے خوب لکھا ہے۔ کہ

"ازل سے یہ فیصلہ ہو چکا تھا۔ کہ آخری زمانہ کی گمراہی اور ضلالت کے وقت میرزا ہادی کی نسل سے ایک مہدی پیدا ہوگا" (حیاۃ النبی صفحہ ۲)

وُرودِ ہند کا زمانہ

اس امر کی کوئی صحیح تاریخ نہیں مل سکی۔ کہ میرزا ہادی بیگ کا وُرودِ ہند کب ہؤا۔ لیکن یہ بات ثابت شدہ امر ہے۔ کہ بابر بادشاہ کے عہدِ حکومت میں اس خاندان کے بزرگ ہندوستان میں آئے۔ سر لیپل گریفن کی تحقیقات کے موافق یہ سنہ ۱۵۳۰ء کا واقعہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے خاندان کے مورث اعلیٰ کی آمد کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

"ان کاغذات اور پُرانی تحریرات سے کہ جو اکابر اس خاندان کے چھوڑ گئے ہیں ثابت ہوتا ہے۔ کہ بابر بادشاہ کے وقت میں جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلیٰ تھا بزرگ اجداد اس نیازمند الٰہی کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتھ کسی سبب سے جو بیان نہیں کیا گیا ہجرت اختیار کر کے دہلی میں پہنچے۔ اور دراصل یہ بات ان کاغذات سے اچھی طرح واضح نہیں ہوتی۔ کہ کیا وہ بابر کے ساتھ ہی ہندوستان میں داخل ہوتے تھے۔ یا بعد اس کے بلا توقف اس ملک میں پہنچ گئے۔ لیکن یہ امر اکثر کاغذات کے دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ ساتھ پہنچے ہوں یا کچھ دن بعد پیچھے سے آئے ہوں۔ مگر انہیں شاہی خاندان سے کچھ ایسا تعلق خاص تھا جس کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ کی نظر میں معزز سرداروں میں شمار کئے گئے تھے۔ چنانچہ بادشاہِ وقت سے بہت سے دیہات بطور جاگیر کے انہیں ملے۔ اور ایک بڑی زمینداری کے وہ تعلقدار ٹھہرائے گئے۔"

الغرض

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابتداء میں یہ خاندان مغلیہ سلطنت کے ماتحت ایک اعلیٰ درجہ کی نوابی یا تعلقہ داری تھی۔ مگر جب **مغل** ایمپائر میں خلل واقع ہؤا۔ تو یہ خاندان ۸۵ گاؤں پر مستقل طور سے حاکم ہو گیا۔ اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ کے دادا کا عہدِ حکومت تھا۔

حضرت میرزا گل محمد صاحب کا عہدِ حکومت

میرزا گل محمد صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پردادا تھے۔ وہ اپنے زمانہ کے ایک زبردست اور نامور رئیس تھے۔ مگر چونکہ یہ صدی مسلمانوں کے لئے بڑی تیرہ و تار تھی ہر طرف سے دشمنانِ اسلام یلغار کرتے آ رہے تھے۔ طوائف الملوکی پھیل رہی تھی۔ سکھوں کے حملوں سے آئے دن سلطنت کے بعض حصے ہاتھوں سے نکلتے جا رہے تھے۔ اس حالت میں سکھوں نے اس چھوٹی سی ریاست کا رُخ بھی کیا۔ اور متواتر حملوں کی وجہ سے بعض دیہات کو ان کے قبضے سے نکال لیا۔ باوجود اس کے کہ اس چھوٹی سی ریاست کے بعض گاؤں اُن کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ پھر بھی میرزا گل محمد صاحب کی فیاضی کی یہ ایک ادنیٰ مثال تھی۔ کہ آپ نے اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں مروّت کے طور پر تفرقہ زدہ مسلمانوں کو دیدئے تھے جو اب تک ان کے پاس ہیں۔

میرزا گل محمد صاحب علاوہ ریاست و امارت کے اپنی دیانت، امانت، پرہیزگاری اور مردانہ ہمت، اولوالعزمی اور حمائت دین و ہمدردی مسلمانان کی صفت میں بہت مشہور تھے۔ اور اپنے زمانہ کے مشائخ و بزرگان زمانہ میں سے شمار ہوتے تھے۔ اور صاحبِ خوارق و کرامات تھے۔ ان کی صحبت میں رہنے کیلئے بہت سے اہل اللہ اور صلحاء و علماء و فضلاء قادیان میں جمع رہتے تھے — اور بہت سی کرامات انکی ایسی مشہور ہیں۔ جن کی شہادت غیر مسلم لوگ بھی دیتے ہیں — آپکی مجلس میں بیٹھنے والے سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق و فجور سے دور رہنے والے بہادر اور بارعب آدمی تھے — ہمیشہ پانچسو کے قریب کبھی کم اور کبھی زیادہ لوگ ان کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔

ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن انکے پاس رہتے تھے جن کے کافی وظیفے مقرر تھے۔ اور ان کے دربار میں اکثر قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ اور تمام متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا۔ جو تارک نماز ہو۔ یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنجوقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں۔ اس دینداری کیوجہ سے گردونواح کے معزز مسلمان جو اکثر افغان تھے، قادیان کو جو اسوقت اسلام پور کہلاتا تھا **مکّہ** کہتے تھے۔ کیونکہ اس پُر آشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھا۔ اور دوسری اکثر جگہوں میں کفر اور فسق اور ظلم کا بازار گرم نظر آتا تھا۔ اور قادیان میں اسلام اور تقویٰ و طہارت و پاکیزگی کی خوشبو آتی تھی۔ گویا کہ یہ ایک باغ تھا جسمیں حامیانِ دین اور صلحاء و علماء اور نہایت شریف جوانمردوں کے صدہا پودے نظر آتے تھے۔ یہاں اگر کوئی مسلمان کہلاتا ہؤا شعائر اسلام کی خلاف ورزی کرتا تھا۔ یا خلاف شریعت لباس یا وضع بناتا تھا۔ تو وہ سخت مورد عتاب ہوتا تھا۔

ریاست اسلام پور

مذہبی جماعت کے علاوہ ریاست کا اندرونی نظم و نسق بہت عمدہ اور پختہ تھا۔ اُس وقت ایک ہزار کے قریب سوار و پیادہ ان کی فوج تھی۔ اور تین توپیں بھی تھیں العرض اس شدید مشکل کے ایام میں ریاست اسلام پور اپنے وقار کو قائم کئے ہوئے تھی۔

ان ایام میں **سلطنت مغلیہ** کا وزیر اعظم

غیاث الدولہ

قادیان میں آیا۔ اس نے حضرت میرزا گل محمد صاحب کے مدبرانہ **طریق** اور **بیدار مغزی** اور **ہمت** اور **اولوالعزمی** اور **استقلالی** اور **عقل و فہم** اور **حمایت اسلام** اور **جوش نصرت دین** اور **تقوے و طہارت** اور دربار کے **وقار** کو دیکھا۔ اور اُن کے مختصر دربار کو نہایت متین عقلمند اور نیک چلن بہادروں سے پُر پایا۔ یہ دیکھکر غیاث الدولہ چشم پُرآب ہو کر بولا کہ

"اگر مجھے پہلے خبر ہوتی۔ کہ اس جنگل میں خاندان مغلیہ میں سے ایسا مرد موجود ہے۔ جس میں صفات ضروریہ سلطنت کے پائے جاتے ہیں۔ تو میں اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کیلئے کوشش کرتا۔ کہ ایام کسل اور نالیاقتی اور بدوصفی ملوک چغتائیہ میں اسکو تخت دہلی پر بٹھایا جائے۔"

اس سے حضرت میرزا گل محمد صاحب کی عظمت و قوت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کس شان کے انسان تھے۔

حضرت میرزا گل محمد صاحب صاحب کرامات تھے

میرزا گل محمد صاحب کے وجود سے بہت سی خوارق عادت باتیں ظہور پذیر ہوتی تھیں۔ میدان جنگ میں بعض اوقات ہزار ہزار آدمی کے مقابل میں تن تنہا نکل کھڑے ہوتے تھے۔ اور پھر فتح پاتے تھے۔ اور باوجود اس کے کہ دشمن جان توڑ کر حملہ کرتا تھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ اُن کے نزدیک آ سکے۔ مگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔ بعض اوقات بندوقوں وغیرہ سے ان پر حملہ کیا جاتا تھا۔ مگر گولیاں ان پر اثر انداز نہ ہو سکتی تھیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ میرزا صاحب دن کے وقت ایک پُرہیبت بہادر اور رات کے وقت ایک باکمال عابد تھے۔

آپ کی وفات

آپکی وفات ہچکی کی بیماری سے ہوئی۔ بیماری کے غلبہ کے وقت اطباء نے اتفاق کر کے کہا۔ کہ اس مرض کے لئے اگر چند روز شراب کا استعمال کیا جائے۔ تو غالباً فائدہ ہوگا۔ پہلے تو کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ مگر پھر کسی نرم طریق پر انہوں نے عرض کی۔ تو آپ نے فرمایا:۔

"اگر خدا تعالیٰ کو شفا دینا منظور ہو۔ تو اس کی پیدا کردہ اور بھی بہت سی دوائیں ہیں۔ میں **نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال** کروں۔ اور میں خدا تعالےٰ کی قضا و قدر پر راضی ہوں۔"

آخر چند روز کے بعد اسی مرض سے انتقال فرما گئے۔ موت تو مقدر تھی۔ مگر ان کا طریق تقویٰ ہمیشہ کیلئے یادگار رہا۔ کہ موت کو شراب پر اختیار کر لیا۔ موت سے بچنے کیلئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا۔ لیکن انہوں نے معصیت کے ارتکاب سے موت کو بہتر جانا۔

میرزا گل محمد صاحب اور ان کے والد میرزا فیض محمد صاحب کی شان اور مرتبہ کا ان خطوط و منشورات سے بھی پتہ چلتا ہے۔ جو شاہان مغلیہ نے ان کے حق میں لکھے۔ اور جن کو میں حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی تصنیف سیرت المہدی سے لے کر نقل کرتا ہوں:۔

(۱)

محمد فرخ سیر
بادشاہ غازی
حاجی علی خان

بزرگوں و ہمسروں میں برگزیدہ میرزا فیض محمد خان شاہی دلجوئی یافتہ ہو کر جان لیں۔ کہ حضور فیض گنجور عرش آشیانی ظلِ سبحانی آپ کی وفاکیشی اور خیر اندیشی اور جان نثاری سے نہایت خوش ہوتے۔ اس لئے حکم جہان مطاع عالم مطیع نے صدور کا شرف حاصل کیا ہے۔

کہ اس اخلاص نشان کو ہفت ہزاری امراء کی سلک میں منضبط کر کے اور جگہ دیکر عضد الدولہ کے خطاب سے مفتخر اور ممتاز کیا جاتا ہے۔ چاہیئے کہ اب لشکر فیروزی اثر میں آپ کو موجود اور حاضر کریں۔ اور ہمیشہ عرش آشیانی کی درگاہ کے بندوں کی وفاکیشی اور خیر اندیشی میں مصروف اور ساعی رہیں۔ ۱۹ ماہ شوال سنہ ۴ جلوس

نوٹ:۔ یہ خط ۱۷۱۶ء میں لکھا گیا تھا۔ کیونکہ فرخ سیر ۱۷۱۳ء میں تخت پر بیٹھا۔ اور یہ خط سنہ جلوس کے بعد چوتھے سال کا ہے ؛

(۲)

حضرت میرزا گل محمد صاحب کے نام

منشور عہد محمد شاہ بادشاہ ہندوستان

اخلاص و عقیدت دستگاہ میرزا گل محمد شاہی دلجوئی یافتہ ہو کر معلوم کریں۔ اس وقت برگزیدۂ شرفاء و نجباء فضیلت و کمالات پناہ حیات اللہ نے خود آپ کی بیان کردہ حقیقت کی تفصیل سے آگاہ کیا۔

لازم ہے کہ ہر باب میں خاطر جمع ہو کر اپنی جگہ میں آباد اور مطمئن رہیں۔ اور اپنی جانب کو اپنے حالات کی جانب متوجہ سمجھکر اپنے حالات کی کیفیت ارسال کرتے رہیں۔ اور اپنے کار متعلقہ میں پوری دلجمعی کے ساتھ مشغول اور سرگرم رہیں۔ جب کوئی کارپرداز اس سرزمین کی طرف متوجہ ہوگا۔ تو تعلیقہ کے مضمون پر اطلاع پا کر اس اخلاص نشان کے بارے میں واقعی غور عمل میں لایا جائے گا۔

محررہ ۲۴ رجب ۱۱۶۱ھ ہجری

باللہ محمود فی
کل فعالہ محمد

اس قسم کے متعدد خطوط ہیں جو بادشاہ فرخ سیر۔ بادشاہ محمد شاہ۔ بادشاہ شاہ عالم ثانی۔ بادشاہ عالمگیر ثانی کی طرف سے ہیں۔ سب کو درج کرنے اس جگہ چنداں ضرورت نہیں۔ مگر ان خطوط کی تشریح و توضیح کے لئے حضرت مولوی عبید اللہ صاحب مرحوم و مغفور کا ایک نوٹ جو حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب قبلہ نے سیرۃ المہدی جلد دوم کے صفحہ ۱۵۲ پر شائع کیا ہے، دے دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"شہنشاہ ہند محمد فرخ سیر کے منشور میں جو غفران مآب میرزا فیض محمد خاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے نام ہے۔ تین لفظ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ پہلا لفظ ہفت ہزاری کا ہے۔ دربار اکبری میں ارا کین سلطنت کے مناصب کی تقسیم اس طرح ہوئی تھی۔ کہ ہشت ہزاری کا منصب ولیعہد اور خاندان شاہی کے شہزادوں کے لئے خاص تھا۔ اور ارا کین دربار و وزراء سلطنت ہفت ہزاری منصب سے ممتاز ہوتے تھے۔ شش ہزاری منصب بھی امراء کو بہت جان نثاری کے بعد ملتا تھا۔ جس وقت گل کنڈہ کے فرمانروا ابوالحسن تاناشاہ کی سرکوبی پر شہنشاہ اورنگ زیب محمد عالمگیر نے تمام افواج ہندوستان کے سپہ سالار نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ کو دکن کی مہم سر کرنے کیلئے مامور فرمایا۔ تو اس کو شش ہزاری کا عہدہ دیا۔ چنانچہ اس وقت کا نامہ نگار نعمت خان متخلص بہ عالی اپنی مشہور کتاب وقائع نعمت خاں میں لکھتا ہے کہ

"او شنشے کہ آں شش ہزاری شش ہزار سوار بود"

اس فقرہ میں شش ہزاری کے لفظ سے یہ مطلب ہے کہ فیروز جنگ کو عالمگیر نے یہ منصب دیا ہوا تھا۔ جو ہفت ہزاری سے بہت ہی کم تھا۔ ہفت ہزاری منصب کی نسبت شاہان مغلیہ کے عہد میں ایک ضرب المثل مشہور تھی "ہفت ہزاری شود ہر چہ خواہی کن" یعنی ہفت ہزاری کا منصب ایسا عالی ہے۔ کہ اگر تجھ کو حاصل ہو جائے تو تیرے کام میں کوئی دخل دینے والا نہیں رہیگا۔ الحاصل ہفت ہزاری منصب شاہان مغلیہ کے عہد میں بہت وقیع و رفیع سمجھا جاتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے۔

دوسرا لفظ عضد الدولہ کا خطاب ہے۔

تاریخ کی ورق گردانی سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہارون و مامون و معتصم کے بعد بنی عباس کی خلافت میں ضعف آگیا۔ اور اسلامی دنیا کے بعض حصوں میں متفرق خاندانوں میں حکومتیں برپا ہو گئیں۔ تو ان سے ویالمہ کا خاندان بھی تھا۔ جس کے چمکتے ہوئے فرمانرواؤں کو استمالتِ قلوب کی وجہ سے خلافتِ بغداد کے دربار نے عضد الدولہ اور اس کے بیٹے کو رکن الدولہ کا خطاب دیا تھا۔ غالباً اسلامی تاریخ میں عضد الدولہ ویلمی ہی پہلا شخص ہے، جس نے یہ معزز خطاب حاصل کیا ہے۔ اس کے بعد سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ بغداد نے یمین الدولہ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ ایرانی سلطنتیں بھی خلفائے بنی عباس کی اتباع سے اپنے امراء و دربار کو اعتضاد الدولہ۔ احتشام الدولہ وغیرہ کے خطابات دیتی رہی ہیں

ہندوستان کی افغانی کنگڈم بھی علاء الملک۔ عماد الملک۔ خان جہان۔ خان دوران کے خطابات سے اپنے اپنے امراء و رؤساء کی دلجوئی کرتی رہی ہیں۔

مغل ایمپائر کے زرین عہد میں فرمانروایان اودھ کو شاہ عالم ثانی کی سرکار سے شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کا خطاب ملا ہے۔ شاہ اکبر ثانی نے سر سید کو جواد الدولہ عارف جنگ کا خطاب دیا تھا۔ جس کو سر سید کے ارادتمند آج تک ان کے نام کے ساتھ لکھتے چلے آتے ہیں۔

سرکار کمپنی نے بھی بغرض تالیف قلوب باتباع شاہان مغلیہ والیان ٹونک کو امیر الدولہ اور ان کے بیٹے کو وزیر الدولہ کا خطاب دیا تھا۔

اس داستان پاستان کو طول دینے سے خاکسار کی غرض یہ ہے کہ شہنشاہ فرخ سیر کا منشور جو غفران مآب میرزا فیض محمد خانصاحب طاب اللہ ثراہ کے نام ہے۔ جس میں انکو عضد الدولہ کے خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ وہ والیان اودھ شجاع الدولہ اور آصف الدولہ اور نواب بنگالہ سراج الدولہ کے خطاب سے اور سر سید کے خطاب جواد الدولہ سے زیادہ قدیم اور زیادہ وقیع ہے۔ کیونکہ فرخ سیر شہنشاہ ہندوستان تھا۔ اور اس کے بیٹے محمد شاہ کے بعد سلاطین مغلیہ شاہ عالم ثانی و اکبر شاہ ثانی نام کے بادشاہ رہ گئے تھے۔ خطاب دینے والے بادشاہوں کے لحاظ سے غفران مآب کا خطاب ایک ذی شان شاہنشاہ کی طرف سے ہے۔

جہاں تک خاکسار کی نظر سے بعض بعض امراء و رؤساء پنجاب کے پرانے کاغذات اور سلاطین مغلیہ کے مناشیر گذرے ہیں کوئی منشور ایسا نہیں گذرا۔ جس میں اس درجہ کا خطاب کسی رئیس خاندان کو منجانب شاہان مغلیہ عطا ہوا ہو۔

تیسرا لفظ:۔ امور مذکورۂ صدر کے سوا اس منشور میں خصوصیت کے ساتھ ایک حرف صاد کا درج ہے۔ جو جلی قلم سے نہایت نظر فریب خوش خط روشن سیاہی کے ساتھ ثبت ہے۔ یہ حرف شاہنشاہ محمد فرخ سیر کے خاص قلم کا ہے۔ جو ان کی خوشنودی مزاج کی دلیل ہے۔ اور اس منشور کی شان دوبالا کر رہا ہے۔ کیونکہ شاہان مغلیہ جس منشور کو وقیع کرنا چاہتے تھے تو اس پر اپنے دستِ خاص سے صاد کر دیتے تھے۔ نعمت خان عالی اپنے وقائع میں حرف صاد کی نسبت لکھتا ہے ؎

سما دششں صاد است از کلک فرنگی بے سخن

یعنی چھٹا حرف صاد ہے جو بادشاہ اپنے ہاتھ سے مناشیر پر ثبت کرتا ہے۔

دوسرا منشور شاہنشاہ ہندوستان محمد شاہ کا ہے۔ جو جلالت مآب میرزا گل محمد صاحب انار اللہ برہانہٗ کی طرف ہے۔ اس پر ایک مہر کا نقش ہے۔ جس کے حروف یہ ہیں:۔

"باللہ محمود فی کل فعالہ محمد"

غالباً یہ نقش خاص شاہی ہاتھ کی انگوٹھی کی مہر کا ہے اور نہایت خوشخط کندہ کیا ہوا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ پھیکا لگا ہے۔ جس کے حروف ماند پڑ گئے ہیں۔ خاکسار نے آئی گلاس منگوا کر نہایت دقت کے بعد پڑھا ہے۔ فرخ سیر ہندوستان کے عہد میں جبکہ دار السلطنت کے نواح و اطراف کے رؤساء کی خودسری نے سلطنت کی باگ ڈور کو ڈھیلا رکھا تھا۔ باوجودیکہ قادیان دہلی سے بعید فاصلہ پر تھا۔ اور آمد و رفت کے وسائل بھی کم اور راستہ بھی طویل تھا۔ مگر غفران مآب نے سلطنت کی وفاداری کو اپنے خاندان کو آل تمغا سمجھکر ارادتمندانہ عرائض سے اپنی نجابت کا ثبوت دیا۔ جس کے جواب میں فرخ سیر نے نہایت محبت آمیز الفاظ کے ساتھ اپنا منشور مع خطاب ارسال کیا ؛

اس منشور اور اس کے بعد کے مناشیر میں بلند حوصلگی اور علو ہمت ثابت کرنے والی یہ بات ہے۔ کہ غفران مآب نے تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے دربار دہلی میں جانا پسند نہ کیا۔ کیونکہ اس وقت کے دربار کا نقشہ متملق اور چاپلوس اور خوشامدی اراکین سے راجہ اندر کا اکھاڑہ بنا ہؤا تھا۔ ملاہی و مناہی اور ارباب نشاط ڈوم ڈھاریوں سے ہر وقت دربار پُر رہتا تھا۔ غفران مآب نے پنجاب میں رہ کر سلطنت کی وفاداری کا اظہار سرمایۂ دیانت سمجھا۔ مگر جاہ طلبی کو دُور سے ہی دھکا دیا۔

العظمۃ للہ۔ کیا ہی ہمت عالی تھی۔ کہ شریعت غرّا کو مدنظر رکھتے ہوئے دنیاوی اعزاز کی طرف قدم نہ اُٹھایا۔ ورنہ اس وقت اگر دربار میں پہنچ جاتے۔ تو شاہی عطیات سے مالا مال ہو جاتے۔ اور گرانمایہ جاگیر پاتے۔ فرخ سیر کے منشور کے بعد جب نہایت غور سے مغفرت انتساب میرزا گل محمد صاحب طاب اللہ ثراہ کے اسمی جس قدر مناشیر ہیں۔ ان کو پڑھا جاتا ہے۔ تو ایک اور ہی کیفیت نظر آتی ہے۔ کہ شاہان دہلی کے دربار سے بار بار دعوتی مناشیر صادر ہوتے ہیں۔ دہلی تو دُور سہی۔ وزیر آباد تو دروازے پر ہے۔ **مگر وہ زہد و ورع کا دلدادہ بادشاہ کو ملنے تک نہیں جاتا۔**

اس پر وفاداری کا یہ حال ہے۔ کہ متواتر عرائض بھیجے جاتے ہیں۔ اور بھیجے بھی ایسے شخص کی وساطت سے جو دربار میں بھی نہایت متقی اور پرہیزگار مانا جاتا تھا جس کو خود محمد شاہ بادشاہ جیسا رنگیلا اور شاہ عالم ثانی فضیلت مآب۔ کمالات دستگاہ سیادت و نجابت پناہ سید حیات اللہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ الغرض جہاں میرزا گل محمد صاحب کی کرامات زبان زدِ خلائق ہیں یہ بات بھی کم نہیں کہ آپ نہایت متقی اور پرہیزگار اور علم دوست انسان تھے۔

ان مناشیر میں ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے۔ کہ غفران مآب میرزا فیض محمد خانصاحب اور مغفرت انصاب میرزا گل محمد صاحب نے اظہار وفا کیشی کے عرائض بھیجکر اس کے معاوضہ میں جاگیر یا منصب یا خطاب کی استدعا نہیں کی۔ کیونکہ ان مناشیر میں شاہان نے نہیں لکھا۔ کہ آپ کے طلب کرنے پر یا آپ کی استدعا پر یہ خطاب یا منصب عطا کیا جاتا ہے۔ بلکہ دربار دہلی نے اپنی خوشی اور خوشنودی مزاج سے خطاب اور منصب دیئے ہیں۔ اور ان عرائض کو ایسے وقت میں نعمت غیر مترقبہ سمجھا ہے۔ جس وقت اکثر نمکخوار رؤسا جوانب و اطراف میں اطاعت سے سرکشی کر رہے تھے۔

بالآخر بآداب عرض ہے کہ اول تو ان سب مناشیر کا فوٹو لے لیا جائے۔ ورنہ فرخ سیر کے منشور کا عکس تو ضرور لے لینا چاہیئے۔ اس کے ساتھ انگریزی اور اردو ترجمے بھی ہوں۔ اگر افضل میں انکی کاپیاں چھاپ دی جائیں۔ تو جماعت کے افراد اپنے امام علیہ السلام کے اسلاف کرام کے اعزاز اور مناصب اور عُلو ہمت پر واقفیت حاصل کر کے ایمان کو تازہ کر لیں۔ والسلام

خاکسار عبید اللہ بسمل احمدی قادیان

۲۴/۱/۳۵

ان خطوط اور پھر ان کی تشریح سے اس خاندان کے ان بزرگوں کی شخصیت، وجاہت اور عظیم المرتبت ہونے کا پتہ چلتا ہے ان کے بعد جو زمانہ آیا وہ نہایت نازک تھا۔ سکھ ہر طرف سے بڑھتے چلے گئے۔ اور اس کا اثر اس خاندان کی چھوٹی سی حکومت پر بھی پڑا۔

حضرت میرزا عطا محمد صاحب

چنانچہ جناب میرزا عطا محمد صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دادا تھے، کے زمانے میں سکھوں کا فتنہ غالب آیا۔ اور وہ تمام تدبیریں جو اس حکومت کو بچانے کی کی گئیں، ناکام ثابت ہوئیں۔ اور اس ریاست کے تمام گاؤں یکے بعد دیگرے ان کے قبضے سے نکل گئے۔ اور جیسے کہ مؤلف حیات النبی نے ص۲۷ پر لکھا ہے۔ یہ اس لئے ہؤا کہ

”چونکہ حضرت میرزا صاحب کیلئے یہ مقدر تھا۔ کہ آبائی شہرت اور عزت کا سلسلہ منقطع ہو کر نیا سلسلہ مجدو اکرام کا ان سے شروع ہو۔ اس لئے خدا تعالےٰ کی حکمت اور مصلحت سے گو سکھوں کے حملے روکنے اور ریاست بچانے کے لئے بڑی بڑی تدبیریں کیں لیکن ہر تدبیر میں ناکامی ہوتی رہی“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دردناک واقعہ کا خود اپنی کتب میں اس طرح ذکر فرمایا ہے:۔

”دادا صاحب مرحوم نے اپنی ریاست کی حفاظت کے لئے بہت تدبیریں کیں۔ مگر جب کہ قضا و قدر ان کے ارادہ کے موافق نہ تھے۔ اس لئے ناکام رہے۔ اور کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے۔ یہاں تک کہ دادا صاحب مرحوم کے پاس صرف ایک قادیان رہ گئی۔ اور قادیان اسوقت ایک قلعہ کی صورت پر ایک قصبہ تھا۔ اور اس کے چار بُرج تھے۔ اور برجوں میں فوج کے آدمی رہتے تھے۔ اور چند توپیں تھیں۔ اور فصیل بائیس فٹ کے قریب اونچی اور اس قدر چوڑی تھی کہ تین چھکڑے آسانی سے ایک دوسرے کے مقابل اس پر جا سکتے تھے۔ اور ایسا ہؤا۔ کہ ایک گروہ سکھوں کا جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا۔ اول فریب کی راہ سے اجازت لے کر قادیان میں داخل ہؤا۔ اور پھر قبضہ کر لیا۔

اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی۔ اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیران کی طرح پکڑے گئے۔ اور ان کا مال و متاع سب لوٹی گئی۔ کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسمار کئے گئے۔ اور جہالت اور تعصب سے باغوں کو کاٹ دیا گیا۔ اور بعض مسجدیں جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضے میں ہے دھرم سالہ یعنی سکھوں کا معبد بنایا گیا

اسی دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلایا گیا۔ جس میں پانسو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا۔ جو نہایت بے ادبی سے جلایا گیا۔ اور آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام مرد و زن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے۔ اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزیں ہوئے تھوڑے عرصہ کے بعد ان ہی دشمنوں کے منصوبے سے میرے دادا صاحب کو زہر دی گئی“

میرزا عطا محمد صاحب کی وفات کے وقت حضرت میرزا غلام مرتضےٰ صاحب کی عمر چھوٹی ہی تھی۔ مگر وہ اپنے والد صاحب کا جنازہ بیگووالی ریاست کپورتھلہ سے جہاں وہ پناہ گزیں تھے، قادیان لے آئے۔ سکھوں نے آپ کے جنازے کو دفن ہونے سے روکنے کے لئے پوری سعی کی۔ مگر قادیان کے عام باشندے ان کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سکھوں کو بغاوت کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جس سے مرعوب ہو کر انہوں نے ان کو دفن کرنے دیا۔

میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی عمر اگرچہ اس وقت چھوٹی ہی تھی مگر ان کا یہ فعل ان کی علوّ ہمتی اور خاندانی وقار کو قائم رکھنے کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ انہوں نے اپنے والد کی لاش کو اپنے خاندانی قبرستان میں دفن کرنا ضروری جانا۔ اور دشمنوں کی کثرت اور قوت کی ذرا بھی پروا نہ کی۔

حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب

میرزا غلام مرتضیٰ صاحب اپنے والد صاحب کو دفن کر کے پھر واپس تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ہندوستان میں اپنی وسیع سلطنت قائم کر لی۔ اور مہاراجگی کا لقب اختیار کر لیا۔ جناب میرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار تک رسائی حاصل کر لی۔ اور مہاراجہ صاحب نے ان کو ان کی ریاست کا صدر مقام قادیان بمع پانچ دیگر دیہات کے واپس دیدیئے۔

ان حالات کے لحاظ سے جن حالات میں اسوقت پنجاب گذر رہا تھا، اگرچہ کھوئی ہوئی ریاست کے پانچ دیہات کا واپس مل جانا بھی ایک بڑی کامیابی تھی۔ مگر اس شان و شوکت کے مقابلہ میں جو اس خاندان کو حاصل تھی یہ کچھ نہ تھا۔ اس لئے جناب میرزا صاحب کا ہمیشہ یہ خیال رہا۔ کہ کسی طرح اپنے مغصوبہ دیہات کو پھر حاصل کیا جائے۔ اور ریاست کی وہی پہلی سی شان قائم کی جائے۔ اس غرض کے لئے ان کی ساری زندگی وقف رہی۔ اور انہوں نے غیر معمولی قوت و استقلال کا مظاہرہ کیا۔ الحکم کے کالم ان کی حسرت و زندگی کے ان طویل ابواب ان مساعی کی تشریح و توضیح کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ جو انہوں نے اس سلسلہ میں سرانجام دیں۔ مگر چونکہ خدا کا منشاء اور تھا۔ اس لئے ان کو کامیابی نہ ہو سکی۔ ان کو اپنی اس ناکامی کا بہت صدمہ رہتا تھا۔ اور وہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

”جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لئے سعی کی۔ اگر میں وہ سعی دین کے لئے کرتا۔ تو آج شاید قطبِ وقت یا غوثِ وقت ہوتا“

اور یہ بھی فرماتے کہ ”دنیا کے بیہودہ خرخشوں کے لئے میں نے اپنی عمر ناحق ضائع کر دی۔

خاص اشعار بعض اشعار آپ کے وردِ زبان تھے مثلاً ؎

۱- عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند
۲- از درے تو اے کسے ہر بیکسے
نیست امیدم کہ بروم ناامید
۳- آب دیدہ عشاق و خاک پائے کسے
مرا دلے است کہ در خون تپد بجائے کسے

اور ایک مصرع اپنے والد صاحب کا بھی پڑھا کرتے تھے ع

جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر ہنستی ہے

آپ بحیثیت طبیب کے میرزا غلام مرتضیٰ صاحب اپنے زمانہ کے نہایت حاذق طبیب تھے- اور آپ کا دستِ شفا بہت مشہور تھا- آپ اپنے علاج میں سہل الحصول ادویات کو استعمال فرمایا کرتے تھے- امراء کے علاج میں ابتداءً میں ذرا بے توجگی برتتے اور غرباء کی طرف بہت جلد متوجہ ہوتے- اور فیاضی کا یہ عالم تھا- کہ قیمتی سے قیمتی دوائیں مفت دے دیا کرتے تھے-

آپ کی رحمدلی کا ایک واقعہ

ایک دفعہ قادیان میں ہیضہ پھوٹ پڑا- آپ ان دنوں بٹالہ میں مقیم تھے- جہاں آپ کی بہت سی غیر منقولہ جائداد تھی- آپ نے جب ہیضہ کا چرچا سنا- آپ فوراً قادیان تشریف لائے- اور چوہڑوں کے گھروں کے پاس ہی ٹھیر گئے- اور اپنے مکان پر بھی نہ گئے- اور ان لوگوں کی بڑی تشفی کی اور حکم دیا- کہ قادیان کے عطار آملہ- کتھے گڑ اور نمک لیتے آویں- اور ان چیزوں کو مٹی کے مٹکوں میں ڈلوا دیا- اور فرمایا جس کی مرضی ہے نمک ڈال کر پیئے- جس کا دل چاہے گڑ ڈال کر پیئے- اس علاج کا نتیجہ یہ ہوا- کہ دوسرے دن ہی قادیان ہیضے سے پاک ہوگیا-

اس ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے- کہ ان کا قلب غرباء کی محبت سے کس قدر بھرا ہوا تھا-

استغناء کی شان راجہ تیجا سنگھ سکنہ بٹالہ ایک دفعہ مرض کاربنکل میں مبتلا ہوا- بہت علاج کئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا- تب اس نے میرزا صاحب کی طرف رجوع کیا- آپ کے علاج سے شفا ہوئی- اس پر اس نے ایک خلعت فاخرہ کے ساتھ بعض دیہات جو آپ کی ریاست کا پہلے حصہ تھے واپس دینے چاہے- باوجود اس کے کہ میرزا صاحب کو اپنی ریاست کے واپس لینے کا بڑا خیال تھا- مگر علاج کے سلسلہ میں واپس لینے کو پسند نہ فرمایا- اور فرمایا

"میں ان دیہات کو علاج میں لینا اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے ہتک سمجھتا ہوں"

اس امر کی جس قدر تحلیل کی جائے گی- اسی قدر انسانی حیرانی کی حد نہ رہے گی- ایک شخص جو اپنی کھوئی ہوئی شوکت و ریاست کو حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی اور زندگی کی تمام قوتیں صرف کر دیتا ہے- وہ اپنی ہی چیز کو کسی ایسے طریق پر حاصل کرنا جس میں عطار کا رنگ پایا جاتا ہو، اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے ہتک خیال کرتا ہے- اس سے بڑھکر کسی کے قلب کی وسعت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے-

آپ کی زندگی جدی جائیداد کے حصول کی فکر میں گذری مگر آپ کا چال چلن نہایت اعلیٰ درجے کا تھا- ان کے کیریکٹر پر کبھی کسی قسم کا دھبہ نظر نہیں آیا-

وہ نہایت درجہ بہادر تھے- ایک مرتبہ گھوڑی پر سے گر پڑے، اور سخت چوٹ آئی- مگر باوجود اس کے آپ خود لاٹھی لے کر چلتے ہوتے اپنے مکان پر پہنچ گئے- باہر جب نکلتے تو ہمیشہ کمر بستہ نکلتے ::

شاعری آپ نے طبیعت رسا پائی تھی- اور فارسی میں نہایت عمدہ شعر کہتے تھے- تحسین تخلص فرماتے تھے-

افسوس ہے کہ آپ کے کلام کا مجموعہ جو حضرت میرزا سلطان احمد صاحب نے شائع کرنے کے لئے حافظ عمر دراز صاحب ایڈیٹر پنجابی اخبار کو دیا تھا- ان کی وفات کے ساتھ ضائع ہوگیا-

وفاداری مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب آپ کی ریاست کا ایک حصہ آپ کو واگزار کر دیا- تو آپ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ کی فوج میں داخل ہو گئے- اور سرحد کشمیر اور دوسرے مقامات پر آپ نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں-

مہاراجہ نونہال سنگھ و شیر سنگھ کے دور دورہ میں بھی آپ فوجی خدمات پر مامور رہے-

انگریزی سلطنت کے ابتدائی ایام میں ۱۸۴۱ء میں آپ ایک پیادہ فوج کے کمیدان بنا کر پشاور بھیجے گئے- مفسدہ ہزارہ میں انہوں نے نمایاں خدمات سرانجام دیں- ان تمام خدمات سے معلوم ہوا- کہ آپ ایک اعلیٰ درجے کے مدبر اور ایک اعلیٰ درجے کے سپاہی تھے-

۱۸۴۸ء کی بغاوت میں بھی آپ نے پوری وفاداری کا ثبوت دیا-

غدر ۱۸۵۷ء میں جب ۱۸۵۷ء میں ملک میں غدر ہوا اس وقت بعض لوگوں کو خیال تھا- کہ وہ اپنی گمشدہ ریاستوں کو غدر کی آڑ میں ازسرنو حاصل کر لیں گے آپ نے اُس وقت بھی سرکار انگریزی کے ساتھ سچی وفاداری اور دوستی کا پورا ثبوت دیا- اس بغاوت کے وقت جبکہ انگریز کسی بھی ہندوستانی پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا- میرزا صاحب نے نہ صرف فوجی بھرتی میں مدد دی- بلکہ آپ نے **پچاس سوار بمعہ گھوڑوں اور مکمل ساز و سامان کے اپنے خرچ سے دئے- اور آپ کے بڑے صاحبزادے میرزا غلام قادر صاحب بہ نفس نفیس جنرل نکلسن کی فوج میں لڑ رہے تھے- جبکہ جنرل صاحب نے تریموگھاٹ پر نمبر ۴۶ انفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے تہ تیغ کیا تھا-**

اس وقت جنرل نکلسن نے میرزا غلام قادر صاحب کو ایک سند دی- جس میں لکھا تھا کہ :-

"۱۸۵۷ء میں خاندان قادیان ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا"

الغرض

آپ نے سکھ حکومت اور پھر تاج برطانیہ سے اپنے اپنے وقت میں پوری وفاداری برتی- آپ انگریز حکام کی نگاہ میں نہایت موقر اور معتمد رہے-

گورنری درباروں میں آپ کو کرسیاں دی جاتی تھیں اور ان کی تحریروں پر عزت سے غور کیا جاتا تھا- حکام نے جو چٹھیاں وقتاً فوقتاً لکھیں- اُن سے معلوم ہوتا ہے- کہ وہ دلی جوش سے لکھی گئی ہیں-

آپ کے زمانہ میں کمشنر و ڈپٹی کمشنر صاحبان دورہ میں اظہار محبت و مودت کے لئے آپ کے مکان پر جا کر ملاقات کرتے تھے- اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا- کہ میرزا صاحب جب ان کی ملاقات کے لئے پالکی میں سوار ہو کر نکلے - اور سامنے سے عہدہ دار یا حاکم صاحب آ گئے- تو انہوں نے اُن کی عزت و وجاہت کا خیال کر کے پسند نہ کیا- کہ وہ پالکی سے اُتریں- اور وہ ساتھ ساتھ باتیں کرتا ہوا مکان تک چلا گیا-

انگریزی حکام کی چٹھیاں

میں ضروری خیال کرتا ہوں- کہ انگریزی حکام کی بعض چٹھیوں کے ترجمے بھی اس مضمون کی تکمیل کیلئے دیدوں-

(۱)

نقل مراسلہ ولسن صاحب

۳۵۳ " تہور پناہ شجاعت دستگاہ میرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان حفظہ"-

" عریضہ شما مشعر بر یاد دہانی خدمات و حقوق خود و خاندان خود بہ ملاحظہ حضور ایں جانب درآمد ما خوب میدانم کہ بلاشک شما و خاندان شما از ابتدائی دخل حکومت سرکار انگریزی جاں نثار و وفاکیش ثابت قدم ماندہ آید و حقوق در اصل قابل قدر اند بہر نہج و تسلی و تشفی دارید سرکار انگریزی حقوق و خدمات خاندان شما را ہرگز فراموش نخواہد کرد- و بموقعہ مناسب بر حقوق و خدمات شما غور و توجہ کردہ خواہد شد-

باید کہ ہمیشہ ہواخواہ و جاں نثار سرکار انگریزی بمانند کہ دریں امر خوشنودی سرکار و بہبودی شما متصور است- فقط المرقوم ۱۱ر جون ۱۸۴۹ء

مقام انارکلی لاہور

(۲)

نقل مراسلہ رابرٹ کسٹ صاحب بہادر کمشنر لاہور

" تہور و شجاعت دستگاہ میرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان

بہ عافیت باشند

از آنجا کہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء

از جانب آپ کے رفاقت و خیرخواہی و مدد دہی سرکار دولتمدار انگلشیہ در باب نگہداشت سواران و بہمرسانی اسپاں بخوبی بمنصۂ ظہور پہنچی۔ اور شروع مفسدہ سے آج تک آپ بدل ہوا خواہ سرکار رہے اور باعث خوشنودی سرکار ہوا۔ لہذا اس خیرخواہی و خیرسگالی کے خلعت مبلغ دو صد روپیہ کا سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے۔ اور حسب منشاء چٹھی صاحب چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا باظہار خوشنودی سرکار و نیک نامی و وفاداری بنام آپ کے لکھا جاتا ہے۔“

مرقوم بتاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء“

(۳)

”میرزا صاحب مشفق مہربان دوستان میرزا غلام مرتضےٰ صاحب رئیس قادیان۔

بصد شوق ملاقات واضح ہو کہ پچاس گھوڑے مع سواران زیر افسری میرزا غلام قادر برائے امداد سرکار و سرکوبی مفسدان مرسلہ آن مشفق ملاحظہ حضور سے گذرے۔ ہم اس ضروری امداد کا شکریہ ادا کر کے وعدہ کرتے ہیں۔ کہ سرکار انگریزی آپ کی اس وفاداری اور جاں نثاری کو ہرگز فراموش نہ کرے گی۔

آں مشفق اس مراسلہ کو بمراد اظہار خدمات سرکار اپنے پاس رکھیں۔ تاکہ آئندہ افسران انگریزی کو آپ کے خاندان کی خدمات کا لحاظ رہے۔ فقط۔

الراقم (مسٹر) جیمس نسبٹ (صاحب بہادر)
ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور
۱۸۵۷ء مقام گورداسپور

اس قسم کی بہت سی چٹھیاں آپ کے نام آتی رہتی تھیں میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی سیرت کے بہت سے پہلو ہیں۔ ان سب کی تفصیل اسجگہ بیان نہیں کی جاسکتی۔

مگر اس قدر لکھنا ضروری ہے۔ کہ وہ باوجود ایک دنیا دار ہونے کے خدا تعالےٰ پر بہت بڑی امید اور بھروسہ رکھتے تھے۔ اور ان کے دل میں اسلام کا درد تھا۔ وہ ایک بہت بڑے طبیب اور اچھے شاعر اور علم دوست تھے۔ ایک عمدہ کتب خانہ آپ کے پاس تھا۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری حصہ میں جو سب سے بڑا شاندار کام کیا۔ وہ قصبہ کے عین وسط میں ایک مسجد کی تاسیس کا کام تھا۔ جس کا تذکرہ حضرت عرفانی کبیر نے ان الفاظ میں حیات النبی میں فرمایا ہے:—

حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی زندگی کا آخری شاندار کام

حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو اپنی زندگی بھر دنیوی کاموں میں مبتلا رہنے کا افسوس اور ناکامی کا صدمہ رہا تھا۔ اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ وہ اس گزشتہ ایام کی یاد سے مغموم رہتے اور افسوس کا اظہار کرتے۔ انہوں نے حصول دنیا کے لئے ساری عمر کی کوششوں کو بے ثمر پا کر سچے اخلاص اور ندامت سے ایام گذشتہ کی تلافی کے لئے قصبہ کے وسط میں **عین سر بازار** ایک مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے میرزا صاحب نے اس مسجد کے لئے بے حد کوشش کی۔ جو سکھوں کے ایام جبر میں چھینی گئی تھی اور دھرم سالہ بنائی گئی تھی۔ مگر بعض نااہل اور بدقسمت مسلمانوں نے ان کے خلاف شہادتیں دیں۔ اور قانونی طور پر وہ اس کی بازیافتگی سے قاصر رہے۔ اس پر انہوں نے ارادہ کیا۔ کہ قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کریں۔ اس مسجد کی اراضی حاصل کرنے میں انہیں بہت بڑی مالی قربانی کرنی پڑی۔ یہ جگہ جہاں مسجد بنی ہوئی ہے۔ **کارداران کی حویلی تھی**۔ اور نیلام ہونے پر اہالیان قصبہ نے قیمت میں میرزا صاحب کا خوب مقابلہ کیا۔ اور معمولی قطعۂ زمین جو اس وقت چند روپوں کی مالیت کا تھا۔ وہ کئی سو گنا قیمت پر انہیں خریدنا پڑا۔ میرزا صاحب نے یہ عزم کر لیا تھا۔ اور خدا تعالےٰ کے حضور سچا عہد کیا تھا۔ کہ

اگر باقی ساری جائیداد بھی فروخت کرنی پڑے تو میں اس زمین کو لے کر مسجد بناؤنگا

اللہ تعالےٰ نے ان کے اس اخلاص کو ضائع نہ فرمایا زمین انہیں مل گئی۔ اور مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی۔ چونکہ یہ مسجد بطور جامع مسجد کے بنائی جا رہی تھی۔ وہ گاؤں کی بعض دوسری مساجد سے بہت بڑی تھی۔ اس وقت ایک شخص نے کہا کہ اتنی بڑی مسجد کی کیا ضرورت ہے۔ کس نے نماز پڑھنی ہے۔

اس مسجد میں چمگادڑ ہی رہا کریں گے۔

مگر اس کو معلوم نہ تھا۔ کہ جس اخلاص کے ساتھ بانی نے اس مسجد کو بنانے کا ارادہ کیا اور مالی قربانی کی ہے۔ خدا تعالےٰ اُسے ضائع نہیں کرے گا۔ بلکہ اس مسجد کو دنیا میں قبولیت اور عزت کا شرف عطا فرمائے گا۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ دنیا میں بے شمار کار خیر ہوتے رہتے ہیں۔ مگر یہ سچا اخلاص اور نیت سلیم ہی ہوتی ہے جو اللہ تعالےٰ کی قبولیت کو اپنی طرف جذب کرتی ہے۔ ہزاروں مساجد دنیا میں بنائی جاتی ہیں۔ لیکن وہ قبول بارگاہ ایزدی نہ ہونے سے ویرانہ ہو کر گندے استعمالوں میں آتی دیکھی گئی ہیں۔ مگر اس اخلاص و ندامت سے بنائی ہوئی مسجد کو خدا تعالےٰ نے ایسا فخر قبولیت بخشا ہے۔ کہ آج وہ **روئے زمین کی نہایت ممتاز اور مقبول مساجد میں سے ہے**۔

غرض اس مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ اور آپ نے وصیت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میری قبر ہو — تا خدائے عزّ وجلّ کا نام میرے کان میں پڑتا رہے۔ کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو۔ چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بہمہ وجود مکمل ہو گئی۔ اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں۔ کہ حضرت میرزا صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش سے فوت ہو گئے۔ اور اسی مسجد میں جہاں انہوں نے کھڑے ہو کر نشان کیا تھا دفن کئے گئے

اللھم ارحمه وادخله الجنّة۔ آمین۔

آپ نے قریباً اسّی یا پچاسی سال کی عمر پائی ❊

میرزا صاحب کی وفات

آپ کی وفات کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی عمر اس وقت ۳۶ یا ۳۷ سال کی تھی۔ لاہور میں مقیم تھے۔ کہ آپ کو خواب میں بتلایا گیا۔ کہ آپکے والد صاحب کی وفات کا وقت قریب ہے۔ اس خواب کی بنا پر آپ قادیان میں تشریف لے آئے۔ اور آپ نے یہاں آکر دیکھا۔ کہ آپ کے والد صاحب مرض زحیر میں مبتلا ہیں۔ حالات سے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ کہ دوسرے دن آپ فوت ہو جائیں گے۔ جون کا مہینہ تھا۔ شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ مرض کی شدت بظاہر کم ہو گئی۔ اور بڑے استقلال سے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خاندان کے جملہ ممبر موجود تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محبت سے فرمایا اس وقت تم ذرا آرام کر لو۔ آپ آرام کے لئے ایک چوبارہ میں تشریف لے گئے۔ ایک نوکر پاؤں دبانے لگا۔ کہ الہام ہوا:—

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ

یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضاء و قدر کا مبداء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو غروب آفتاب کے وقت نازل ہونے والا ہے۔

اس کی تفہیم آپ کے دل میں یہ ڈالی گئی۔ کہ یہ الہام بطور عزا پرسی کے نازل ہوا ہے اور آپ کے **والد غروب آفتاب کے بعد فوت ہو جائینگے**۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ کی اس وحی کے مطابق سورج غروب ہونے کے وقت وہ پاخانہ سے آکر چارپائی پر بیٹھے اور بیٹھتے ہی جان کندن کا غرغرہ شروع ہوا۔ اس غرغرا کی حالت میں انہوں نے اپنے لخت جگر حضرت مسیح موعود سے فرمایا **دیکھا یہ کیا ہے؟** پھر لیٹ گئے اور عین اس وقت جبکہ آفتاب غروب ہوا۔ یہ قوت و استقلال۔ شجاعت۔ ہمدردی اور بے شمار خوبیوں کا سورج بھی غروب ہو گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ کی وفات پر حکام وقت نے تعزیت کی متعدد چٹھیاں میرزا غلام قادر صاحب کو جو آپکے بڑے بیٹے اور آپ کی ظاہری شان و شوکت کے جانشین تھے، لکھیں۔ جن میں سے ایک ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

نقل چٹھی فنانشل کمشنر صاحب

”مشفق مہربان دوستان میرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہ۔

آپ کا خط ۲ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گزرا۔ میرزا غلام مرتضیٰ صاحب آپکے والد کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا۔ میرزا غلام مرتضیٰ

سرکار انگریزی کا اچھا خیرخواہ اور وفادار رئیس تھا۔

ہم آپ کی خاندانی خدمات کے لحاظ سے اسی طرح عزت کریں گے۔ جس طرح تمہارے باپ وفادار کی کی جاتی تھی۔ ہم کو کسی اچھے موقعے کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور بحالی کا خیال رہے گا۔

المرقوم ۲۹ جون ۷۶ء

الراقم سر رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر
فنانشل کمشنر

حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں میں سے میرزا غلام قادر صاحب اور حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ جس کا نام جنّت تھا۔ اور جلد فوت ہو گئی تھی۔ اور آپ کی دوسری ہمشیرہ کا نام مراد بیگم تھا۔ اب اس سلسلہ میں میرزا غلام قادر صاحب اور محترمہ مراد بیگم صاحبہ کا تذکرہ کر کے اس مضمون کو ختم کر دوں گا۔

میرزا غلام قادر صاحب

میرزا غلام قادر صاحب نہایت قابل منش اور مدبّر تھے۔ انہوں نے اپنے والد صاحب کے حکم کے ماتحت میر تھل اور تریمو گھاٹ پر خود فوج میں شامل ہو کر سلطنت برطانیہ کی ایسے وقت میں مدد کی۔ جبکہ ہر طرف بغاوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اور کسی شخص پر یہ اعتماد کرنا مشکل تھا کہ وہ دولت انگلشیہ کا وفادار ہو گا۔ اس نازک گھڑی میں پچاس سوار لے کر حکومت کی مدد کی۔ چنانچہ جنرل نکلسن نے اور بعض دیگر افسروں نے اس نازک وقت کی خدمت کو اپنی چٹھیوں میں سراہا۔ مثلاً جنرل نکلسن لکھتے ہیں

"تہور پناہ شجاعت دستگاہ میرزا غلام قادر خلف میرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان

چونکہ آپ نے اور آپ کے خاندان نے بمقابلہ باغیان بد اندیش و مفسدان بدخواہ سرکار انگریزی غدر ۱۸۵۷ء میں بمقام تریموں گھاٹ و میر تھل وغیرہ نہایت دلدہی و جاں نثاری سے مدد دی ہے۔ اور اپنے آپ کو سرکار انگریزی کا پورا وفادار ثابت کیا ہے۔ اور اپنے طور پر پچاس سوار معہ گھوڑوں کے بھی سرکار کی مدد اور مفسدوں کی سرکوبی کے واسطے مدد دئے ہیں۔ اس واسطے حضور ایں جانب کی طرف سے بنظر آپ کی وفاداری اور بہادری کے پروانہ ہذا سنداً آپ کو دے کر لکھا جاتا ہے کہ اسکو اپنے پاس رکھو۔ سرکار انگریزی اور اس کے افسران کو ہمیشہ آپ کی خدمات اور ان حقوق اور جاں نثاری پر جو آپ نے سرکار انگریزی کے واسطے ظاہر کئے ہیں۔ احسن طور پر توجہ اور خیال رہے گا۔ اور ہم بھی بعد سرکوبی و انتشار مفسداں آپ کے خاندان کی بہتری کے واسطے کوشش کریں گے اور ہم نے مسٹر نسبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو بھی آپ کی خدمات کی طرف توجہ دلا دی ہے۔ فقط

المرقوم اگست ۱۸۵۷ء

اسی قسم کی ایک چٹھی مسٹر جیمس نسبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بھی لکھی تھی۔

حکومت کیطرف سے اعزازی پنشن

دولت برطانیہ نے سکھوں کے بعد جب پنجاب پر قبضہ کیا۔ تو اس خاندان کی تمام جاگیر ضبط کر لی تھی۔ اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی پنشن اعزازی جاری کر دی تھی۔ جو میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی وفات تک ایک سو اسی کی رہ گئی تھی۔ اور ان کی وفات پر وہ بھی بند کر دی گئی۔

میرزا غلام قادر صاحب کی قوت کا ایک مظاہرہ

چونکہ انگریزی عملداری میں جاگیر کے سب حقوق تلف ہو گئے تھے۔ اس لئے میرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے قادیان اور ملحقہ دیہات کے حقوق واپس لینے کے لئے مقدمات کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے شرکاء نے ان مقدمات میں شریک ہونا پسند نہ کیا۔ مگر جب وہ حقوق مل گئے۔ تو ان کے مختار کی سادگی سے تمام رشتہ داروں کے نام خانہ ملکیت میں درج ہو گئے۔ مگر قبضہ صرف بڑے میرزا صاحب کا رہا۔ ان کے زمانہ میں کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ کچھ کرتے۔ مگر ان کی وفات کے بعد ان کے جدّی رشتہ داروں نے مقدمات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بھائی کو الہام الٰہی سے خبر پا کر اطلاع دی کہ وہ ان جدّی شرکاء سے مقدمات نہ کریں۔ اور ان کا حق دے دیں۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ڈگریاں ہوئیں اور خرچہ بھی پڑا۔ مگر میرزا غلام قادر صاحب نے ان ڈگریوں کا نہ روپیہ ادا کیا اور نہ قبضہ ہونے دیا۔ اور دو سال تک حکومت کے احکام کو اپنی قوت سے ٹلاتے رہے۔ بالآخر ان کی وفات کے بعد خان بہادر میرزا سلطان احمد صاحب نے وہ زمین اور ڈگریوں کا روپیہ حضرت کے مشورے کے ماتحت شرکاء کو دیدیا۔ مگر میرزا غلام قادر صاحب نے اپنی زندگی میں ان کا دخل نہ ہونے دیا۔

اس زمین کے ضائع ہو جانے کے صدمہ سے میرزا غلام قادر صاحب بیمار ہو گئے اور دو سال تک بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔

آخری ڈگری کا جب کاغذ آیا۔ تو کانپتے ہوئے وہ کاغذ حضرت مسیح موعود کے سامنے ڈال دیا اور کہا کہ

لے غلام احمد جو تو کہندا سی او ہو ہی ہو گیا۔

یہ کہہ کر وہ غش کھا گئے ؛

میرزا غلام قادر صاحب کی ملازمتیں

میرزا غلام قادر صاحب نے اپنی زندگی میں مختلف کام کئے۔ فوجی خدمات بھی سرانجام دیں۔ پولیس کی ملازمت کی۔ ٹھیکہ داری بھی کرتے رہے۔ ضلع کے سپرنٹنڈنٹ کے معزز عہدے پر بھی فائز رہے۔

آپ کی شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ اور ارباب نشاط کی بہت بڑی مجلسیں قائم کی گئی تھیں۔ میرزا غلام قادر صاحب کے ہاں ایک لڑکا عبد القادر نامی پیدا ہوا۔ اور ایک لڑکی عصمت پیدا ہوئی۔ مگر دونوں بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اس کے بعد اُن کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

میرزا غلام قادر صاحب کی وفات سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کی وفات کی اطلاع دیدی گئی تھی۔ جس کی بناء پر آپ نے ان کو لکھا کہ

"آپ امور آخرت کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ مجھے دکھلایا گیا ہے۔ کہ آپ کی زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں"

اس تحریر کے چند ہفتہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح میرزا ہادی بیگ نے جس خاندان کی بنیاد ڈالی وہ ختم ہو گیا اور اس کے بعد ایک نئے سلسلہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جو خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا۔ اور جس کیلئے فرمایا:۔

سبحان اللّٰہ تبارک وتعالیٰ زاد مجدك

ينقطع اٰباءك و يبدء منك

وہ دولت و ثروت و حکومت و قوت سب ختم ختم ہو گئی۔ اور ایک نیا درخت خدا نے اپنے ہاتھ سے لگایا۔ جس کے بڑھنے اور پھلنے اور پھولنے کے وعدے دئے گئے۔

قبل اس کے کہ میں اس خاندان کے ذکر کو ختم کروں میں آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کا بھی چند الفاظ میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت مراد بیگم صاحبہ

آپ کی ایک ہمشیرہ تھیں۔ جن کا نام مراد بیگم تھا۔ وہ اپنے زمانہ میں نہایت **عبادت گذار** اور **عابدہ و زاہدہ** تھیں۔ اور ان کی بہت سی خوارق عادت کرامات ظاہر ہوا کرتی تھیں۔

آپ کی شادی ہوشیارپور میں میرزا محمد بیگ صاحب سے ہوئی تھی۔ جو میرزا احمد بیگ کے بڑے بھائی تھے۔ میرزا محمد بیگ صاحب جلد فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے مراد بیگم صاحبہ نے اپنی زندگی بیوگی کے ساتھ نہایت تقویٰ شعاری اور زہد و عبادت سے گذاری۔

الغرض

آپ صاحب رؤیاء و کشوف تھیں۔ یہ وہ خاندان تھا جس کو خدا نے چُنا۔ کہ اس زمانے کا

مصلح اور نبی

اس سے پیدا ہو ؛

قومی سرمایہ سے قائم شدہ دواخانہ

جس کی آمدنی تحریک جدید کے اغراض و مقاصد کیلئے صرف کی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوج کے پانچ ہزار سپاہی جو تحریک جدید کی اغراض و مقاصد کے لئے قربانیاں کر رہے ہیں وہ بھی۔ اور جو اس فوج میں باقاعدہ شامل نہیں وہ بھی ایک اور رنگ میں تحریک جدید کے فنڈز کو مضبوط کر سکتے ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ تحریک جدید کے سرمایہ سے قائم شدہ قومی دواخانہ سے ہر قسم کی مفید اور صحیح الاجزاء ادویات طلب کر کے اس دواخانہ کی مالی حالت مضبوط کر دیں۔ تاکہ یہ روپیہ تحریک جدید کے اغراض کے لئے خرچ ہو سکے۔

اس وقت اگر آپ کو

ادویات کی ضرورت نہ ہو۔ تو ایک بوتل **شربتِ جاں بہار** کی خرید کر اس دواخانہ کی محنت کی داد دیں۔ شربت کو ایک دفعہ خریدنے والا شخص ہمیشہ کے لئے اس کا گاہک ہو جائے گا۔ اور آپ پھر دوسرے شربتوں کو خرید ناپسند نہ کریں گے۔ موسم گرما کے لئے اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں۔

مہمانوں دوستوں کو ایک گلاس پیش کر کے آپ اُن کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ

پتہ:۔ ویدک یونانی دواخانہ لمیٹڈ زینت محل لال کنواں دھلی

تحریک جدید کا سب سے سستا "اخبار فاروق"

جس کا چندہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس غرض سے کہ ہر ایک خواندہ احمدی اس کو خرید سکے صرف اڑھائی روپیہ سالانہ کر دیا ہے۔ جس نہ صرف خطبہ جمعہ ہی ہوتا ہے۔ بلکہ تحریک جدید کے مجاہدین بیرون ہند کی تبلیغی رپورٹیں اور غیر ممالک کے وہ حالات جن سے ہندوستان کے لوگ عموماً ناواقف ہیں اور دیگر اہم سلسلہ کی خبریں ہر انگریزی مہینے میں چار بار شائع ہوتی ہیں۔ احباب کثرت سے اس کی خریداری کریں۔

درخواست پتہ ذیل پر ہو:۔

مینیجر فاروق قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نتیجۂ فکر جناب شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر

گرد سے آلود جب چہرہ ہوا اسلام کا
دین کے احکام میں کوئی کشش باقی نہ تھی
ہمکلامی کا شرف جس سے نہ ہو حاصل کبھی
حضرت احمد پہ ہوں آن گنت فضل اللہ کے
آپ نے آکر ملایا خالق و مخلوق کو
جن کے دل مدفن تھے گویا حسرت و ارمان کے

حُسن تھا مستور جب اس "شاہدِ گلفام" کا
بلکہ یوں کہئیے کہ مذہب رہ گیا تھا نام کا
آپ ہی فرمائیے محبوب وہ کس کام کا
آپ کے دم سے کھُلا دروازہ ہر انعام کا
اور جاری کر دیا سرچشمہ فیضِ عام کا
ان کو بھی چہرہ دکھایا حسن دلآرام کا

زندگی کی ہر گھڑی تشریح تھی قرآن کی
اور نمونہ آسماں کے آخری پیغام کا

اگر آپکو حضرت مسیح موعودؑ سے محبت ہے —— تو آپ کو

ذکر حبیب بار بار پڑھنا چاہیئے۔ اور اس کیلئے اخبار الحکم ایک بےنظیر تحفہ ہے۔ جو سیرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر میں رطب اللسان ہے گزشتہ پانچ سال میں الحکم تین ہزار سے اوپر روایات اور سو سے زائد صحابہ مسیح موعود کے تذکرے شائع کر چکا ہے —— الحکم کے سوا سیرت مسیح موعود مصنفہ حضرت عرفانی کبیر اور **مکتوبات احمدیہ** بھی اس سلسلہ میں ایک بےنظیر تحفہ ہے، جو آپ خود پڑھیں اور اپنے بیوی بچوں، دوستوں کو پڑھائیں۔ اس سیرت کے متعلق حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ اس سے کوئی گھر خواندہ ہو یا ناخواندہ خالی نہیں رہنا چاہیئے۔ اب آپ غور فرمائیں۔ کہ آپ کا گھر اس سے خالی ہے یا نہیں۔؟

سیرت ملنے کا پتہ: **شیخ محمد ابراہیم علی عرفانی مینیجر الحکم بک ڈپو قادیان۔**

ضروری اعلان

الحکم کے سیرت نمبر کی تیاری کی وجہ سے میری طبیعت پر غیر معمولی بوجھ پڑ گیا ہے۔ اس لئے ۱۴ جون کا پرچہ ۲۱ جون کے پرچے کے ساتھ مشترک طور پر نکلے گا۔ تاکہ چند دن بغرض صحت آرام کر لوں۔ اور اس کے بعد پھر پرچے بدستور انشاء اللہ نکلتے رہیں گے۔ احباب نوٹ کر لیں۔

محمود احمد عرفانی